کتاب

بچوں کے عالمی سال کے موقع پر

****

وفاقی وزیر تعلیم جناب محمد علی ہوتی کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ اقوام متحدہ نے ۱۹۷۹ء کو بچوں کا عالمی سال قرار دیا ہے اور یونیسف کو اس کی رہنما ایجنسی مقرر کیا ہے۔ یہ سال بچوں کے حقوق کے عالمی منشور کی بیسویں سالگرہ بھی ہے۔ اس عالمی سال کے منانے کا مقصد یہ ہے کہ جو سرکاری یا غیر سرکاری ادارے بچوں کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل ہیں ان کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ ان کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہو جائیں اور ان کی کارکردگی بہتر سے بہتر ہوتی جائے۔

۲۔ بچوں کے عالمی سال نے اس بات کا عملی ثبوت پیش کرنے کا ایک نادر [illegible]ہم کر دیا ہے کہ حکومت اور عوام اگر بچوں کی ضروریات سے باخبر رہیں اور ان کو پورا کرنے پر خاص توجہ دیں تو بچوں کی فلاح و بہبود کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے اس کے لئے قومی اور صوبائی سطح پر کمیٹیاں مقرر کر دی ہیں تاکہ ان کی راہنمائی اور ہدایت میں اس عالمی سال کے پروگراموں میں ہم آہنگی پیدا کی جائے اور اس کی تقریبات پورے اہتمام کے ساتھ منعقد کی جائیں۔

۳۔ بچوں کے عالمی سال کا ایک اہم مقصد ان کی جسمانی بہبود کے علاوہ ان کی ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی اور سماجی نشوونما پر خاص توجہ دینا ہے۔ اس مقصد کو یونیسکو کی مکمل حمایت اور تائید حاصل ہے بلکہ یونیسکو کی یہ خصوصی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لئے سازگار حالات پیدا کرنے میں مدد دے۔

یونیسکو کی انٹرنیشنل بک کمیٹی نے بچوں کا عالمی سال منانے کے لئے ایک اپیل کی ہے۔ پاکستان میں نیشنل بک کونسل نے ایک ہمہ جہتی رنگارنگ پروگرام مرتب کیا ہے جو ۱۹۷۹ء کے دوران پاکستان کے طول و عرض میں بڑے اہتمام کے ساتھ منایا جائے گا۔ اس پروگرام کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں بچوں کی کتابوں کو فروغ حاصل ہو اور بچوں میں مطالعہ کا شوق بڑھے۔ مجھے امید ہے کہ پاکستان کے تمام تعلیمی، سماجی اور ثقافتی ادارے ان پروگراموں میں نہ صرف شرکت کریں گے بلکہ خود بھی اسی قسم کی تقریبات منعقد کرنے کے انتظامات کریں گے۔

۴۔ بچوں کے عالمی سال کی تقریبات کے سلسلے میں ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انسان کا مستقبل آج کے بچوں سے وابستہ ہے اور یہی نسل انسان کا حقیقی سرمایہ ہیں۔ ان کی فلاح و بہبود کے لئے سرمایہ کاری یقیناً سب سے زیادہ نفع بخش سرمایہ کاری ہوگی۔ اگر ان کی جسمانی اور روحانی قوتوں کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام کر دیا جائے، ان کے دماغوں کو بلند خیالات سے، ان کے دلوں کو پاکیزہ جذبات سے اور ان کی سیرتوں کو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کر دیا جائے اور ان کی خداداد صلاحیتوں کی صحیح خطوط پر نشوونما کا انتظام کر دیا جائے تو آگے چل کر یقیناً یہ اپنی مخلصانہ کوششوں سے اس دنیا کو امن و سکون کا گہوارہ بنا دیں گے۔

آئیے ہم سب بچوں کے اس عالمی سال کا آغاز اس عہد کے ساتھ کریں کہ ہم لگاتار اس بات کی کوشش کرتے رہیں گے کہ ہر پاکستانی بچہ پڑھنا سیکھ جائے اور بچوں کی ضرورت اور دلچسپی کے مطابق ہر قسم کی بہترین کتابیں بآسانی دستیاب ہونے لگیں۔

پہلی بات

قارئینِ کتاب!

یونیسکو نے ۱۹۷۹ء کو بچوں کا سال قرار دیا ہے۔ یہ سال دنیا بھر میں بڑے تزک و احتشام سے منایا جا رہا ہے۔ پاکستان بھی اس سال کو پورے جوش و خروش سے منا رہا ہے۔ نیشنل بک کونسل آف پاکستان' جو ملک میں فروغِ کتب اور ترویجِ مطالعہ کے سلسلے کام کرتی ہے نے اس سال بچوں کی کتابوں اور بچوں کی دوسری تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے کئی طرح کے پروگرام ترتیب دیئے ہیں۔ ان پروگراموں میں بچوں کی کتابوں کی نمائشیں، بچوں کے ادب پر مذاکرات، بچوں کی کتابوں کی ببلوگرافی، بچوں میں عاداتِ مطالعہ کا سروے اور بچوں کی کتابوں کی تیاری اور نشر و اشاعت کے بارے میں تربیتی کورس شامل ہیں۔ جاری یہ سرگرمیاں سارا سال جاری رہیں گی۔

نیشنل بک کونسل بچوں کے عالمی سال کی سرگرمیوں کا آغاز کر چکی ہے۔ ملک بھر میں بچوں کے لئے چھپی ہوئی کتابوں کی ایک نمائش کا اہتمام لاہور میں کیا جا رہا ہے اور کتابوں کی اس رنگارنگ نمائش کے موقعے پر ہم نے رسالہ "کتاب" کا ایک خاص نمبر ترتیب دیا ہے۔ اس خاص نمبر میں بھی ہم نے بچوں کے ادب اور بچوں کی کتابوں ہی کو ملحوظ رکھا ہے۔ بچوں کے ادب پر مشتمل اسی طرح کا ایک خاص نمبر ہم نے کراچی میں بچوں کے کتاب میلے کے موقعے پر شائع کیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں بچوں کے ادب پر "کتاب" کا یہ موجودہ نمبر اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

بچوں کے ادب نمبر میں آپ بچوں کے ادب سے متعلق ہر طرح کے مضامین اور مقالات پڑھیں گے۔ ہمارے بچے کیا پڑھتے ہیں؟ اور انہیں کیا پڑھنا چاہئے؟ بچوں میں ذوقِ مطالعہ اور عاداتِ مطالعہ کو کس طرح پختہ کیا جائے؟ بچوں کے لئے کتابیں کون تجویز کرے؟ پاکستان میں بچوں کی کتابوں کی صورتِ حال اور اس کا جائزہ اور اسی طرح کے کئی دوسرے موضوعات پر مشہور اہلِ قلم اور ماہرین کے مقالات اس خاص شمارے کی زینت بنائے گئے ہیں۔ بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے دوران بچوں کے علم و ادب اور بچوں کے لٹریچر کے بارے میں مضامین شائع کئے جاتے رہیں گے۔ اس سلسلے میں آپ سے ہم مزید تعاون کے متمنی ہیں۔

قارئینِ کرام کے یہ علم میں ہے کہ رسالہ "کتاب" پاکستان کا غالباً سب سے سستا اور اپنے مواد کے اعتبار سے ایک وقیع پرچہ ہے۔ یہ فروغِ مطالعہ اور ترویجِ کتب کے لئے ایک تحریک کے طور پر جاری ہے۔ اس کا سالانہ چندہ ابتدا ہی سے بہت قلیل چلا آتا ہے اور باوجود مہنگائی کے اس میں کبھی اضافہ نہیں کیا گیا لیکن اب نشر و اشاعت کے سامان کی مہنگائی کی وجہ سے کتابت، طباعت اور کاغذ وغیرہ کے نرخ اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ہم مجبوراً رسالہ "کتاب" کا سالانہ چندہ دس روپے سے بڑھا کر بیس روپے کر رہے ہیں (فی پرچہ ۲ روپے) امید ہے قارئینِ کرام ہمارے ساتھ اپنا تعاون جاری رکھیں گے اور اپنی سرپرستی سے نوازتے رہیں گے۔

رسالہ "کتاب" کا "بچوں کا ادب نمبر" آپ کے ہاتھوں میں ہے اسے ملاحظہ فرما کر اپنی رائے سے سرفراز فرمائیے گا۔

(ایڈیٹر)

سرگرمیاں ___ ایک جھلک

اقوام متحدہ نے ۱۹۷۹ء کو بچوں کا عالمی سال قرار دیا ہے۔ اس سال کو دنیا بھر کے تمام ممالک اپنے اپنے وسائل کے مطابق شایانِ شان طور سے منا رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا جہان کے ایک سو اکتیس ممالک نے اس سال کو منانے کا اعلان کر دیا ہے۔

پاکستان میں بھی بچوں کا عالمی سال ۱۹۷۹ء بڑی شان و شوکت سے منایا رہا ہے۔ پاکستان بھر کے سماجی اور معاشرتی اداروں کے علاوہ تعلیمی اور کئی اشاعتی ادارے بھی اسے شایانِ شان طور سے منانے کا اعلان کر چکے ہیں۔ کئی اشاعتی اداروں نے کتابوں کی پیشکش اور کتابی سرگرمیوں کے تحت اس سال کو منانے کے انتظامات کئے ہیں۔ ریڈیو پاکستان نے تو دسمبر ۱۹۷۸ء ہی سے دوران میں سال بچوں کے لئے خصوصی پروگراموں کا اعلان کیا ہے بلکہ بچوں کے پروگرام میں بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کی اہمیت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ امید ہے ریڈیو پاکستان کے تمام سٹیشنوں سے اس سال میں بچوں کی علمی، ادبی، ذہنی اور سماجی اور جمالیاتی تقاضوں سے متعلق پروگرام نشر کئے جاتے رہیں گے۔

لاہور کے ایک مشہور علمی ادبی مجلے "ماہ نو" نے بچوں کے سال کے دوران بچوں کے ادب پر ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس خاص شمارے میں بچوں کے لئے کیا ادب لکھا جانا چاہئے یا لکھا گیا ہے؟ کیا پریوں اور جادو کی کہانیاں اب تک ہماری زبان پر ہیں؟ کیا سائنس فکشن اس کا بدل ہے؟ کیا بچوں کے لئے لکھنا بہت آسان ہے کہ بہت مشکل ہے؟ کیا بچوں کے لئے لکھے گئے ادب کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے اور کیا یہ ادب ایک اعلیٰ ادب کی نشاندہی کرتا ہے؟ کیا بچوں کے ادب کی اصناف مجموعی ادب اصناف سے مختلف ہیں؟ یہ اور اسی طرح کے متعدد دوسرے عنوانات پر لکھے گئے مضامین کا انتخاب شامل کیا جا رہا ہے۔

پاکستان کے اخبارات نے بھی بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے بارے میں بچوں ہی کے حوالے سے مضامین اور فیچر چھاپنے کا آغاز کر دیا ہے۔ پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن بھی بچوں کے عالمی سال کی نسبت سے کئی ڈراموں اور پروگراموں کے انتظامات کر رہا ہے۔ پاکستان نیشنل سنٹر اور متعدد آرٹس کونسلیں بھی بچوں کے عالمی سال کے لئے اپنے اپنے پروگرام ترتیب دے رہی ہیں۔

نیشنل بک کونسل آف پاکستان کے پروگرام

نیشنل بک کونسل آف پاکستان ملک میں ترویجِ کتب اور فروغِ مطالعہ کے لئے کام کرتی ہے یہ کتابی نمائشوں، کتاب میلوں اور تشہیر و تبلیغ کے تمام ذرائع سے لوگوں کی عاداتِ مطالعہ کے سروے کرتی ہے۔ کتابوں کے بارے میں ہر طبقے اور ہر سطح پر کتابی معلومات فراہم کرتی ہے۔ ان کے علاوہ کتابوں کے تعارف کے لئے اور لوگوں کو کتاب خوانی کی جانب راغب کرنے کے لئے جو بھی ذرائع ہو سکتے ہیں انہیں اپنا کر اپنا اپنا فریضہ ادا کرتی ہے۔ کونسل نے بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے لئے خصوصی منصوبوں اور متعدد پروگراموں کا اہتمام کیا ہے۔ ان کی رپورٹ یوں تو ہم رسالہ کتاب کے ہر شمارے میں پیش کرتے رہیں گے لیکن ذیل کے شمارے میں بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے دوران کئے جانے والے تمام پروگراموں کا ایک عکس یوں پیش کیا جا سکتا ہے۔

بچوں کا کتاب میلہ

لاہور جنوری ۱۹۷۹ء اسلام آباد مارچ ۱۹۷۹ء پشاور اپریل ۱۹۷۹ء — مظفر آباد اپریل ۱۹۷۹ء کوئٹہ مئی ۱۹۷۹ء حیدرآباد نومبر ۱۹۷۹ء اور کراچی دسمبر ۱۹۷۹ء گویا پاکستان بھر میں بچوں کے لئے ان کتاب میلوں میں بچوں کی منتخب کتابوں کی نمائش کے ساتھ ساتھ کئی دوسرے دیگر پروگرام بھی جاری رہیں گے۔ اس سلسلے کا

پہلا کتاب میلہ ٢٢ر جنوری ١٩٠٩ء سے ٢٦ر جنوری ١٩٧٩ء تک پنجاب آرٹس کونسل فیصل سکوائر کے ہال شارع قائد اعظم پر منایا جارہا ہے۔

لاہور میں بچوں کا کتاب میلے کے پروگرام

لاہور میں بچوں کا کتاب میلہ جو جنوری کے آخری ہفتوں یعنی ٢٢ر جنوری سے ٢٦ر جنوری ١٩٧٩ء تک منایا جا رہا ہے۔ اس کتاب میلہ کی یوں تو سب سے بڑی سرگرمی بچوں کی کتابوں کی نمائش کی ہوگی لیکن اس نمائش کے ساتھ ساتھ نیشنل بک کونسل آف پاکستان نے بچوں کے لئے دوسرے ایک اضافی پروگرام بھی ترتیب دیئے ہیں۔

بچوں کی کتابوں کی نمائش میں پاکستان بھر کے ناشرین کی چھپی ہوئیں بچوں کی ہر نوعا اور سائز کی کتابیں سجائی جارہی ہیں۔ اس نمائش میں بچوں کی کتابوں کے مشہور سلسلہ وار کتابوں کے علاوہ بچوں کے لئے پاکٹ سائز سیریز کی کتابیں ایچا سب سیریز اور ایک روپیہ سیریز کی کتابیں بھی سجائی جارہی ہیں۔ بچوں کی کتابوں کے لئے تعلیم بالغاں کے تحت چند ایک اداروں کی چھپی ہوئی کتابیں بھی نمائش میں رکھی جائیں گی۔ بچوں کی نفسیات، بچوں کی تربیت اور بچوں کی ذہنی نشوونما پر بھی ماہرین کی لکھی ہوئی کتابیں لاہور میں بچوں کی نمائش میں رکھی جارہی ہیں۔ اس نمائش سے یقیناً بچوں کی سینکڑوں کتابیں بچوں کے سامنے پہلی بار لائی جائیں گی۔ خیال ہے کہ اس نمائش میں ہم بچوں کے تقریباً پچاس ناشرین کی دو ہزار کتابیں سجائیں گے۔ بچوں کے مشہور رسائل کو بھی اس نمائش میں سجایا جائے گا۔

لاہور میں بچوں کے کتاب میلہ کے دیگر پروگراموں میں بچوں کے لئے تحریری اور تقریری مقابلوں کے پروگرام بھی ہیں۔ ان پروگراموں میں کتابیں پڑھنے والے بچے طلبا اور طالبات درج ذیل عنوانات پر مضامین لکھیں اور تقاریر کریں گے۔

- اگر میں مصنف ہوتا ـــ
- اگر میں ناول لکھتا ـــ
- میری پسندیدہ کتاب ـــ
- میرا پسندیدہ مصنف ـــ
- مجھے کس مصنف یا کتاب نے متاثر کیا؟ ـــ

بچے ان موضوعات پر اظہار خیال کریں گے۔ منصفین کی جماعت بہترین تقاریر اور بہترین مضامین پر ایک سو روپے، ٧٥ روپے اور پچاس روپے کے انعامات کا اعلان کریں گی۔ بچوں کو یہ انعامات بچوں کی پسند کی کتابوں کی صورت میں دیئے جائیں گے۔

اس کتاب میلے کے دوران بچوں کی کتابوں سے دلچسپی بڑھانے اور ان میں مطالعے کے شوق کو فزوں تر کرنے کے لئے بچوں کی "ذہنی آزمائش" کا پروگرام بھی رکھا گیا ہے۔ بچوں کی ذہنی آزمائش کے اس پروگرام کے کمپیئر جناب ابصار عبدالعلی ہوں گے۔ جناب ابصار عبدالعلی ریڈیو پاکستان لاہور کے بچوں کے پروگرام میں بھی اسی نوع کا ذہنی آزمائش کا پروگرام "چیستان" کرتے ہیں۔ بچے ان سے بخوبی آشنا ہیں۔ لاہور میں بچوں کے کتاب میلہ کے دوران ذہنی آزمائش کے اس پروگرام میں بچوں کے مختلف گروپوں سے مرحلہ وار بچوں کی کتابوں، بچوں کے مصنفین، بچوں کے مصوروں اور بچوں کی پسندیدہ نظموں سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے۔ بچوں کے اس دلچسپ اور رنگارنگ پروگرام کے مہمان خصوصی جناب اشفاق احمد ہوں گے۔ جناب اشفاق احمد صاحب کی آواز اور شخصیت سے بھی پاکستان کے بچے بخوبی مانوس ہیں۔ بچوں کے لئے ذہنی آزمائش کے اس پروگرام کے لئے ایک سو روپیہ، ٧٥ روپے اور پچاس روپے کی کتابوں کے انعامات رکھے گئے ہیں۔

بچوں کا "آمنا سامنا" پروگرام لاہور کتاب میلے کے دوران ایک نہایت دلچسپ اور ہمہ پہلو پروگرام ہے۔ اس پروگرام کو یوں ترتیب دیا گیا ہے۔ عام بچے، بچوں کی کتابوں کے قارئین، سکولوں کے اساتذہ اور استانیاں، والدین اور طلباء و طالبات۔ بچوں کے ناشرین، مصنفین، بک سیلرز اور تزئین کاروں سے اپنی شکایات اور آراء پیش کریں گے۔ ان شکایات کے جوابات بچوں کے مشہور مصنفین، مشہور اشاعتی اداروں کے نمائندے اور بک سیلرز حضرات دیں گے۔ اس پروگرام کی سب سے بڑی افادیت جو ہمارے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ ایک تو بچے کتابوں کے بارے میں براہ راست اپنی رائے دے سکیں گے اور دوسرے وہ خود اپنی کتابی ضروریات کے ضمن میں مصنفین اور ناشرین کو باور کرا سکیں گے۔ بچوں کی پسند اور ناپسند کا اندازہ بھی ہو سکے گا اور اسی طرح بچوں کی کتابوں کی ترویج و ترقی، ان کی تقسیم و ترکیب اور دوسرے مسائل بھی زیر بحث آسکیں گے۔ بچوں کے "آمنا سامنا" پروگرام میں بچے اپنے پسندیدہ مصنفین، اپنی کتابوں کے ناشرین، بک سیلرز اور تزئین کاروں سے بھی ایک طرح کا تعارف حاصل کر سکیں گے۔ اس پروگرام کے مہمان خصوصی ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال ہوں گے جو بچوں، اساتذہ، مصنفین اور ناشرین کی پوری گفتگو سن کر اپنی رائے اور فیصلے کا اظہار فرمائیں گے۔

لاہور میں بچوں کے کتاب میلہ کے دوران ایک پروگرام "بچوں کی موسیقی" کا بھی رکھا گیا ہے۔ اس میں بچے نظمیں، گیت اور قومی ترانے پیش کریں گے۔ اس پروگرام

یا سکولوں کے بچے ٹیبلو پیش کریں گے۔ ٹیبلو پیش کرنے پر لاہور کے ایک
ادارے کی جانب سے ایک خصوصی انعام بھی دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ ایک ہزار
اور پچاس روپے کے تین انعامات بھی دیئے جائیں گے۔
اس کتاب میلے کے موقع پر پروگراموں میں حصہ لینے
کے لئے سکولوں کے بچوں اور بچوں کی انجمنوں، والدین اور اساتذہ کو دعوت
دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ ماہرین حضرات، بچوں کے ادیبوں کے ناشرین کو
دعوت دی جاتی ہے۔

بچوں کی کتابوں کی ببلوگرافی

ہمارے بچے کیا پڑھتے ہیں؟ بچوں کو پڑھنے کے لئے کس قدر اور کیا کچھ
جا رہا ہے؟ بچوں کی کتابوں کی رفتار اشاعت کیا ہے؟ بچوں کے لئے کن کن
موضوعات پر کس قدر کتب دستیاب ہیں؟ اور بچوں کے لئے کون سے موضوعات
تشنہ ہیں؟ ان تمام امور کو جاننے کے لئے اور ملک بھر میں بچوں کی
دستیاب ہونے والی کتب کا ایک جائزہ لینے کے لئے نیشنل بک کونسل آف
پاکستان نے "بچوں کی کتابوں کی ببلوگرافی" کا منصوبہ شروع کیا ہے۔ اس ببلوگرافی
میں پاکستان میں موجود بچوں کی ہر زبان اور ہر موضوع پر چھپنے والی کتابوں کو ان کے
کوائف (مصنف کا نام، کتاب کا نام، مقام اشاعت، سن اشاعت، ناشر کا
صفحات، سائز، قیمت اور اضافی ضروری معلومات) کے تحت درج کیا جائیگا
کی کتابوں کی اس ببلوگرافی پر باضابطہ طور پر کام شروع ہو چکا ہے۔ اس
منصوبے کے تحت اب تک بچوں کی تقریباً ڈیڑھ ہزار کتب کا اندراج کیا جا چکا ہے
کتابوں کا اندراج جاری ہے۔ اس ببلوگرافی کا ترتیب کا کام جون ۱۹۷۹ء
مکمل ہو گا۔ نظرثانی کے بعد ۱۹۷۹ء کے آخر تک یہ ببلوگرافی چھپ کر تیار ہو
جائے گی۔

۱۹۷۹ء کے دوران چھپی کتابوں پر انعامات

بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے دوران میں بچوں کی خوب صورت،
دلچسپ، دلکش اور پروڈکشن اور تیاری کے اعتبار سے بہترین کتابوں پر خصوصی
انعامات دینے کے سلسلے میں کونسل نے منصوبہ بنا رکھا ہے۔ ناشرین، مصنفین اور
آرٹسٹوں کے ماہرین کے لئے یہ ایک مستحسن محرک ہو گا۔ اس سے انعامات کے
بچوں کی بہتر اور پروڈکشن کے اعتبار سے معیاری کتابیں چھپ کر مارکیٹ

میں آئیں گی اور بچوں میں بھی یہ احساس ابھرے گا کہ ان کے لئے بھی اعلیٰ معیار
اور بہتر انداز و اسلوب کی کتابیں شائع کی جا سکتی ہیں۔ ناشرین کتب کے لئے یہ
اعلان ہے کہ وہ بچوں کے عالمی سال کے دوران بچوں کے لئے تصاویر، تزئین
کتابت، ڈیزائن، طباعت، لے آؤٹ، آرٹ ورک اور جلد بندی اور دیگر امور
کہ جن سے بچوں کی کتاب زیادہ سے زیادہ پرکشش اور جاذب نظر ہو سکتی ہے
ان کے پیش نظر کتابیں شائع کریں اور بچوں کی کتابوں کے لئے مثالی کردار ادا کریں

فوٹوگرافی کا انعامی مقابلہ

نومبر ۱۹۷۸ء میں بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے لئے خصوصی طور پر
تصاویر کے مقابلے کا اعلان ملک کے قومی اخبارات میں کر دیا گیا تھا اور اس
فوٹوگرافی کے مقابلے کے لئے آخری تاریخ یکم جنوری ۱۹۷۹ مقرر کی گئی تھی
نیشنل بک کونسل آف پاکستان کی جانب سے فوٹوگرافی کے اس مقابلے میں شرکت
کے لئے ملک بھر کے چیدہ اور معروف فوٹوگرافرز، اخبارات اور انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ
کے فوٹوگرافرز، نیشنل کالجوں کے شعبہ فوٹوگرافی کے سربراہوں اور دوسرے نجی
فوٹوگرافروں کو باقاعدہ طور پر سرکلرز بھجوائے جا چکے ہیں۔ فوٹوگرافی کے اس انعامی
مقابلے میں "بچہ اور کتاب" THE CHILD AND THE BOOK
کا موضوع مقرر کیا گیا تھا۔ ان فوٹوگرافرز کے لئے تین انعامات نیشنل بک کونسل
کی جانب سے مختص کئے گئے ہیں۔ اول انعام ایک ہزار روپے کا، دوسرا انعام
ساڑھے سات سو روپے اور تیسرا پانچ سو روپے کا ہو گا۔ کونسل کو موصول ہونے
والی یہی انعامی تصاویر پاکستان بھر میں کتابی نمائشوں کے دوران سجائی جاتی
رہیں گی۔ منتخب تصاویر عالمی مقابلوں کے لئے بھی بھجوائی جائیں گی اور ان پر
ملنے والے انعامات فوٹوگرافروں ہی کو دیئے جائیں گے۔

بچوں کی کتابوں کے مسودات پر اعلان

بچوں کی سائنس اور سوشل سائنس کی کتابوں کے مسودوں پر انعامات
دینے کے لئے اعلان کیا جا چکا ہے۔ پاکستان بھر کے مصنفین کو اس ضمن میں
دعوت دی جا چکی ہے کہ وہ دس سے چودہ سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے
سائنس اور سوشل سائنس کے موضوعات پر مسودات نیشنل بک کونسل آف پاکستان
برائے انعامات پیش کریں۔ بچوں کی کتابوں کے ان مسودات کے سلسلے میں رسالہ
"کتاب" میں الگ سے بھی اعلان جاری کیا جا رہا ہے۔ مصنفین یہ مسودات جون

۱۹۷۹ء تک بھجوا سکتے ہیں۔ ان کے نتائج کا اعلان اگست ۱۹۷۹ء میں کیا جائے گا۔

بچوں کی کتابیں ڈیزائن کرنے کا مقابلہ

نیشنل بک کونسل آف پاکستان، ڈیزائن کے اعتبار سے خوبصورت کتابوں پر انعامات دینے کا ایک پروگرام بھی بنا چکی ہے۔ اس مقابلے میں ۱۹۷۴ء سے لے کر ۱۹۷۹ء تک کی کتابوں کو شامل کیا جائے گا۔ بچوں کی کتابوں کے ڈیزائن کے اس مقابلے کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ ملک میں بچوں کے لئے چھپنے والی معیاری اور خوبصورت کتابوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ بچوں کی دیدہ زیب کتابیں چھاپنے کا رجحان بڑھتا رہے۔ اس مقابلے کے انعامات کا اعلان نومبر ۱۹۷۹ء میں کیا جائے گا۔

بچوں کی بچوں کے ادیب سے ملاقات

بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے دوران نیشنل بک کونسل آف پاکستان نے بچوں کے ادیبوں اور بچوں کے درمیان بہتر افہام و تفہیم پیدا کرنے کے لئے پاکستان بھر کی سطح پر بچوں کے ادیبوں کی بچوں سے ملاقاتوں کا ایک سلسلہ جاری رکھنے کا اعلان کیا ہے۔ اس سلسلے کے تحت لاہور، کراچی، اسلام آباد، پشاور، مظفرآباد، کوئٹہ ملتان، سکھر، سرگودھا، لاڑکانہ، فیصل آباد اور حیدرآباد میں بچوں کے ادیبوں سے بچوں کی ملاقات کرائی جائے گی۔ ان ملاقاتوں میں ایک طرف تو بچے اپنے مصنفین کے بارے میں ان کی اپنی زبانی حالات و واقعات سے متعارف ہوں گے دوسرے ان سے ان کی تصانیف کے حوالے سے بات چیت بھی کریں گے۔ بچوں کے لئے یہ دلچسپ پروگرام یقیناً بچوں کے مصنفین اور ادیبوں کو نئی راہیں سجھائیں گے۔ بچے اور مصنفین براہِ راست ایک دوسرے سے ہم کلام ہو سکیں گے اور اسی طرح وہ بچوں کے لئے لکھی گئی کتابوں کے بارے میں رائے بھی حاصل کر سکیں گے۔

بچوں کی عاداتِ مطالعہ کا سروے

نیشنل بک کونسل آف پاکستان نے ۱۹۷۶ء کے دوران بچوں کی عاداتِ مطالعہ کا ایک سروے "WHAT CHILDREN READ" "بچے کیا پڑھتے ہیں" شائع کیا تھا۔ اسی نوع کا ایک سروے بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے دوران بھی کروایا جائے گا۔ اس میں بچوں کی عاداتِ مطالعہ کے بارے میں

متعدد امور: بچے کیا پڑھتے ہیں؟ بچوں کی ترجیحات کیا ہیں؟ بچوں کے پسندیدہ مصنفین کون کون سے ہیں؟ بچے کتابیں کن ذرائع سے حاصل کرتے ہیں؟ اور اسی طرح بچے کن کن موضوعات کی اور کن کن مصنفین کی کتابیں پڑھتے ہیں؟ ان تمام سوالات کے جوابات اور اسی طرح دوسرے متعلقہ سوالات کا احاطہ کرتا ہوا یہ سروے ۱۹۷۹ء کے آخر تک مکمل کر لیا جائے گا۔

بچوں کے عالمی سال کی دنیا بھر کے لئے دیگر سرگرمیاں

انٹرنیشنل بک کمیٹی جس کا اجلاس مئی ۱۹۷۷ء میں سٹاک ہالم میں ہوا اس نے بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے لئے جو متعدد کتابی سفارشات کیں ان سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یونیسکو سے بھی درخواست کی گئی ہے کہ وہ خصوصی توجہ اور تعاون فراہم کرے۔

انٹرنیشنل بک کمیٹی کی سفارشات کا خلاصہ یوں ہے کہ ہر ملک قومی سطح پہ بچوں کی کتابوں میں دلچسپی بڑھانے کے لئے اپنے تمام تر ذرائع کو بروئے کار لائے۔ پریس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے لوگوں میں علم و آگہی کے فروغ کے فرائض سرانجام دے۔

دنیا بھر میں بچوں کی مختلف عمروں میں کتابیں بآوازِ بلند پڑھنے کی تقاریب منعقد کی جائیں، ان تقاریب کو ہر ذریعہ ابلاغ سے خاطر خواہ وسعت بھی دی جائے۔ اسی طرح بچوں کے ادبی مقابلوں کے انتظامات کئے جائیں۔ بچوں کی کتابوں پر انعامات کا اعلان کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ نیشنل سطح پہ بچوں کی کتابوں کی ببلوگرافیز بھی تیار کی جائیں۔ ان سفارشات میں بچوں کی عاداتِ مطالعہ کے سروے بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بچوں میں کتابوں کی لگن اور محبت پیدا کرنے کے لئے کتابوں کی نمائشوں اور کتاب میلوں کے انتظامات بھی کئے جائیں۔

بچوں کے عالمی سال کے دوران بچوں کی کتابوں کو خصوصی اہمیت دی جائے اور بچوں کی کتابوں پر تبصروں اور تنقید میں بھی برابر کا شریک رکھا جائے۔ کمیٹی نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ ہر ملک اپنی اپنی سطح پر پوسٹرز تیار کروائے اور پھر عالمی سطح پر بھی ہر ملک کے بنے ہوئے پوسٹروں کی نمائشوں کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔ اسی طرح بچوں کی انعام یافتہ کتابوں کی عالمی نمائش بھی کی جائے گی اور بچوں کے عالمی کتاب میلوں کے انتظامات بھی کئے جائیں گے۔

مرتب: محمد علی چراغ

تحریر : محمود الرحمٰن

قیامِ پاکستان کے بعد بچوں کے ادب پر روشنی
ڈالنے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی
تاریخ کا مختصر سا جائزہ لیا جائے تاکہ اس پس منظر میں
پیدا ادب الاطفال کی وسعت و اہمیت کا تعین کر
کے ہمیں اس کی کیفیت (QUALITY)
اور کمیت (QUANTITY) کا بآسانی اندازہ ہو سکے۔

اردو میں بچوں کے ادب کا آغاز اورنگ زیب
عالمگیر کے عہد سے ہوتا ہے۔ اس زمانے میں نوعمر افراد
کے لئے متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں جو زیادہ تر لغت
پر مشتمل تھیں۔ مثلاً خالق باری، ایزد باری، اللہ باری،
صفت باری وغیرہ۔ ان تمام کتابوں کی غرض و غایت
یہ تھی کہ بچوں کو نہایت آسان اور دلچسپ اشعار کے
ذریعے عربی و فارسی الفاظ کے معنی سے متعارف
کرایا جائے۔

بہادر شاہ ظفر کے دور میں مرزا غالب نے بھی
بھانجے عارف کے دونوں بچوں کی تعلیم و تدریس
کی خاطر "قادر نامہ" لکھا تھا جو تمام تر لغت پر ہی مشتمل
تھا۔ اردو نثر میں بچوں کے لئے جو کچھ بھی لکھا گیا اس
میں نہ صرف پند و نصیحت کی کارفرمائی ہے بلکہ مذہبی
عناصر کی جلوہ گری بھی۔ صحیح معنوں میں نظیر اکبر آبادی وہ
پہلے شخص ہیں جنہوں نے بچوں کے ادب کو مذہب و
نصیحت کی سنجیدہ بزم سے نکال کر نونہالوں کی محفل میں
پہنچا دیا جہاں ان کے اپنے جذبات و احساسات نمایاں
ہیں ـــ

بچوں کے ادب میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی
ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند
میں اس جنگِ آزادی نے جہاں زندگی کی قدروں کو بدل
ڈالا اور انسانی شعور کو متحرک کر دیا وہاں زبان اردو
پر بھی یہ پوری طرح اثر انداز ہوئی۔ شعر و ادب کی قدیم و
فرسودہ روایات میں ایک تغیر رونما ہوا۔ تخیل سے کنارہ کشی
اختیار کر کے حقیقت آرائی کی طرف توجہ مبذول کی گئی۔
بدلتے ہوئے ان حالات نے بچوں کے ادب کو بھی متاثر
کیا۔ محمد حسین آزاد نے سب سے پہلے مندرجہ ذیل اشعار
لکھ کر ادب الاطفال کو زندگی سے قریب کر دیا ـــ

گیا ستمبر آیا جاڑا
سردی نے اب جھنڈا گاڑا
پھینکی سب نے دور رُلائی
نکلی توشک اور رضائی
دھوپ نے دن بھر دکھ سے بچایا
شام ہوئی تو کہرا چھایا
بدن جو کانپے سب کے تھر تھر
ہوئی انگیٹھی روشن گھر گھر

آزاد کے بعد حالی، اسمٰعیل میرٹھی، ڈپٹی نذیر احمد
اور سرور شاہجہاں پوری نے اپنی نظموں اور کہانیوں سے
بچوں کے ادب کو زیب و زینت عطا کی۔ ان لوگوں نے
بچوں کے جذبات و خیالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے
ایسی تخلیقات پیش کیں جن میں ان کے لئے نہ صرف
دلچسپی کا سامان تھا بلکہ یہ ان کے سن و سال اور مزاج و
مذاق کے عین مطابق تھیں۔

ان بزرگوں کے نقوشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے
اقبال، احسن مارہروی، تاجور نجیب آبادی، لبیب
تیموری، اختر شیرانی، منشی پریم چند، تلوک چند محروم،
عبدالمجید سالک، چراغ حسن حسرت، محمدی بیگم،

کتابوں کی ایک نمائش کے افتتاح کے موقع پر ایک تصویر

اردو میں بچوں کے ادب کی تاریخ

حامد اللہ افسر، شفیع الدین نیر، عبدالواحد سندھی، الیاس احمد مجیبی، ابوالنعیم فرید آبادی، حفیظ جالندھری، امتیاز علی تاج، حسین حسان، ڈاکٹر ذاکر حسین، ارشد تھانوی، غلام عباس، راجہ مہدی علی خاں وغیرہم نے بچوں کے ادب کو خاصا پروان چڑھایا۔ کمسن قارئین کے شعور و ادراک کا خیال رکھتے ہوئے ایسی چیزیں لکھی گئیں جو ننھے دلوں میں ہمیشہ جاگزیں رہیں۔

علاوہ ازیں اس دور میں بچوں کے لئے متعدد اخبارات و رسائل بھی جاری کئے گئے جن میں کہانیاں نظمیں اور ڈرامے تصویروں سے مزین ہو کر شائع ہوتے تھے۔ ان میں "پھول" لاہور، "نسیم" کانپور، "غنچہ" بجنور، "بچوں کی دنیا" الہ آباد، "تعلیم و تربیت" لاہور اور "پیام تعلیم" دہلی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ تقسیم سے قبل ریڈیو سے بچوں کا پروگرام بھی نشر ہوتا

بچوں کے ادب نے نمایاں ترقی کی ہے

تھا۔ کئی اشاعتی ادارے بھی قائم ہوئے جنہوں نے بچوں کے سستے بے شمار کتابیں شائع کیں۔ ایسے اداروں میں ہم "دارالاشاعت پنجاب" لاہور، "مکتبہ جامعہ" دہلی اور "عصمت بک ڈپو" کا نام لے سکتے ہیں۔ غرض کہ یہ دور جو بیسویں صدی کے نصف اول پر مشتمل ہے، بچوں کے ادب میں بڑی قدر و منزلت کا حامل ہے۔

اس مختصر سی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد جب ہم قیامِ پاکستان کے بعد بچوں کے ادب کا جائزہ لیں گے تو ہمیں قطعاً مایوسی نہیں ہوگی۔ تیس سال کے مختصر عرصے میں ادب الاطفال نے جو غیر معمولی ترقی کی ہے۔ اس کی مثال ماضی کی طویل تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ جدید علم النفس کی روشنی میں بچوں کے جذبات و احساسات کا بھرپور مطالعہ کیا گیا۔ ان کی ذہنی سطح سے پوری طرح ہم آہنگی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کے نہاں خانۂ دل میں سما کر راز ہائے سربستہ معلوم کئے گئے۔ ان کی متنوع خواہشات کا جائزہ لیا گیا۔ ان کے شعور و ادراک کا تجزیہ کیا گیا۔ اور اس ساری سعی و کاوش کے بعد جو نتائج برآمد ہوتے وہ بچوں کے ادیب و شاعر سے مخفی نہیں رہے بلکہ انہوں نے ان حقائق کی بنیاد پر ہی اپنے فن کی عمارت تعمیر کی۔ یہی وجہ ہے کہ تیس اکتیس سال کا ادب الاطفال بچوں کے مزاج و مذاق سے پوری طرح ہم آہنگ ہے اور ہم اسے نونہالوں کے ذہن و دل سے الگ نہیں کر سکتے۔

بچوں کا شعری ادب

سب سے پہلے ہم بچوں کے شعری ادب کا جائزہ لیں گے۔ آزادی کے بعد نہ صرف بچوں کے شاعر حفیظ جالندھری، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم اور عبدالمجید بھٹی نے شاعری کی جانب حسب معمول توجہ مبذول کی بلکہ دوسرے اچھے اچھے شاعروں نے بھی ان کے رجحانات و نظریات کے مطابق نظمیں لکھیں اور ان موضوعات کو اپنایا جن سے بچے اچھی طرح آشنا ہیں۔ ان کو اتنی کو منظومات کا جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی جو بچوں کے ذہن و دل میں رچے بسے ہوتے ہیں، جن سے اجنبیت کا احساس اجاگر نہیں ہوتا۔ ان نظموں میں پند و موعظت سے قطع نظر بچوں کی اپنی دنیا کو پیش کرنے کا رجحان کارفرما ہے۔ اس طرح کی دلچسپ نظمیں لکھنے والوں میں ابن انشاء، احمد ندیم قاسمی، قتیل شفائی، قیوم نظر، سراج الدین ظفر، عشرت رحمانی، محشر بدایونی، افضل صدیقی، مسلم ضیائی، یکتا امروہوی، شہلا شبلی، رفیق احمد خاں سحر رومانی، کشش وارثی اور عابد نظامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مختلف شعراء نے بچوں کے لئے لکھی ہوئی اپنی نظموں کا مجموعہ بھی مرتب کیا ہے جسے بڑے اچھے گیٹ اپ اور دیدہ زیب تصاویر کے ساتھ مختلف اداروں نے شائع کر کے بچوں کے کام و دہن کو لذت عطا کی ہے۔ تقسیم سے قبل اس طرح کی خوبصورت کتابیں کہاں دیکھنے میں آتی تھیں۔ درج ذیل شعری مجموعے بچوں کے ادب میں امتیازی مقام کے حامل ہیں۔

برقی الف بے (سراج الدین ظفر) جھنجھنا (شہلا شبلی) جھولنے (صوفی تبسم) چاند تارا (غلام عباس) بلو کا بستہ (ابن انشاء) جب دوڑنا ہی دوڑ بلا (ابن انشاء) قصہ دم کٹے چوہے کا (ابن انشاء) بولتی تصویر (عبدالمجید بھٹی) سائنس نامہ، ادیب نامہ، شاعر نامہ (محشر بدایونی) لٹ پٹ اور دوسری نظمیں (صوفی تبسم)

مشہور شاعر حفیظ ہوشیارپوری مرحوم نے انگریز کے نرسری رہیم کے انداز میں بچوں کے لئے اردو میں بھی نظمیں لکھی تھیں۔ ان سے کھیل ہی کھیل میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی تربیت کی بہلی کاوش ہے۔ ادارہ جیلانی کامرا نے اس قسم کی نظموں کو نہایت عمدگی سے شائع کیا ہے

اس ضمن میں نیشنل بک فاؤنڈیشن کی کوششیں بھی قابل ذکر ہیں۔

بچوں کی کہانیاں

جہاں تک بچوں کی کہانیوں کا تعلق ہے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس کی وہ شان برقرار نہیں رہی جو آزادی سے قبل رسالہ "پھول" لاہور اور "پیام تعلیم" دہلی نے قائم کی تھی۔ چونکہ ادیبوں نے اس جانب پہلے جیسی توجہ مبذول نہیں کی۔ یہاں اس امر کا ذکر بے محل نہیں ہوگا کہ روزنامہ جنگ کے تحت نکلنے والا بچوں کا رسالہ "بھائی جان" کو یہ فخر حاصل تھا کہ اس نے اپنے مختلف نمبروں کے لئے ممتاز ادیبوں سے کہانیاں لکھوائیں۔ اگرچہ ان کی تعداد کم ہے لیکن ان کی قدر و قیمت سے انکار ناممکن ہے۔ مزید برآں لکھنے والوں کی ایسی جماعت بھی ابھری جس نے بچوں کے افسانوی ادب کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول کر دی۔ اور ان کے لئے ایسی کہانیاں لکھیں جو بچوں کے ذہنی و جذباتی معیار پر پوری اترتی ہیں۔ ان کہانیوں میں تخیل و صداقت کا حسین امتزاج ہے جس سے پڑھنے والا نہ صرف محظوظ ہوتا ہے بلکہ وہ ارد گرد کے حالات و کوائف سے آشنا بھی ہو جاتا ہے۔ تخیل پر مشتمل ہونے کے باوجود ان قصوں میں جن، دیو اور بھوت جیسے فوق الفطرت عناصر کی جلوہ گری نہیں بلکہ خود بچوں کی حکایتیں ہیں جو بچپن کی مختلف منزلوں سے گزرتے ہیں اور مختلف حالات سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔ ان کہانیوں میں بچوں کی زندگی کے متنوع موضوعات اور مسائل کو پیش کیا گیا ہے جنہیں پڑھ کر وہ حیرت بداماں نہیں ہوتے بلکہ حقیقت آشنا بن جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں لکھنے والوں کے

الطاف فاطمہ، رضیہ فصیح احمد، شفیع عقیل، انور عنایت اللہ، مقبول جہانگیر، کمال احمد رضوی، سعید لخت، نظر زیدی، عبدالحمید نظامی، وقار بن الٰہی، مرشدہ رضیہ، مسلم ضیائی، لطیف فاروقی، ریحان مذنب، ذوالفقار احمد تابش، بیگم مہر نگار مسرور، بیگم عصمت جعفری۔

تیس سال کے عرصے میں بچوں کے لئے کہانیوں کی جو بے شمار کتابیں شائع ہوئی ہیں وہ نہ صرف مواد کے اعتبار سے بلکہ کتابت و طباعت، گٹ اپ، سرورق اور تصاویر کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کی ہیں۔ ان میں مندرج کہانیاں کمسن قارئین کی ذہنی سطح سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ ان کتابوں میں درج ذیل مشہور و معروف ہوئی ہیں۔

حافظ جی (سعید لخت) پاکستان کی سیر (رضیہ فصیح احمد) درخت کے نیچے (مسلم ضیائی) شکار کی کہانیاں (مقبول جہانگیر) شہزادی کنول کلی (بیگم عصمت جعفری) ایک تھا چور (انور عنایت اللہ) سچی کہانیاں (مرتبہ فیروز سنز) گگو میاں (مرتبہ فیروز سنز) لال چندر (عبدالواحد سندھی) ایک ننھی جھیل (مہر نگار مسرور)

آزادی کے بعد بچوں کے لئے غیر ملکی کہانیوں کا ترجمہ بھی خاصی تعداد میں ہوا ہے۔ اس طرح نونہالان وطن کو دوسرے ملکوں کی بابت وافر معلومات حاصل

ہو گئی ہیں۔ ان مترجمین میں شاہد احمد دہلوی، عبدالمجید سالک، چراغ حسن حسرت، عشرت رحمانی، کمال احمد رضوی، خلیل احمد، اشرف صبوحی اور سعید لخت خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

بچوں کے ناول

بچوں کے لئے ناول کے ضمن میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس جانب صحیح معنوں میں آزادی کے بعد ہی توجہ کی گئی ہے اور یہ دراصل نتیجہ ہے بچوں کی نفسیات سے کماحقہٗ واقفیت کا، جیسی نفسیاتی تجزیئے کے بعد یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بچوں کو کہانیوں سے دلچسپی ہوتی ہے۔ مختصر کہانی کی بجائے طویل قصے ان کے ذہن و دل کو زیادہ متاثر کرتے ہیں مگر ان میں وحدت تاثر تسلسل، جدت، تنوع اور حقیقت آرائی کا ہونا لازمی ہے۔ بچوں کی اسی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند ادیبوں نے ناول لکھے ہیں۔ ان ناول نگاروں میں شوکت تھانوی، انور عنایت اللہ، اے، آر خاتون، عزیز اثری، میرزا ادیب، لطیف فاروقی، راز یوسفی، الطاف فاطمہ، عشرت رحمانی اور کمال احمد رضوی کا نام لے سکتے ہیں۔

بچوں کا ڈراما

اردو ڈرامے کا جب بھی ذکر چھڑے گا میرزا
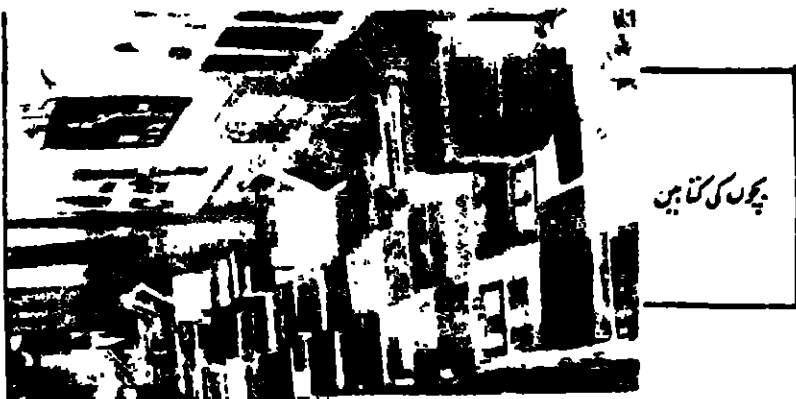
بچوں کی کتابیں

ادیب کی خدمات ضرور یاد آئیں گی۔ بچوں کے ڈرامے پر بھی موصوف کا خاصا احسان ہے۔ انہوں نے تقسیم کے بعد متعدد ڈرامے لکھے جو ریڈیو سے نشر بھی ہوتے، اسکولوں میں اسٹیج بھی کئے گئے۔ ان کے لکھے ہوئے ڈراموں کو بچوں نے ہمیشہ سراہا۔ میرزا ادیب کے علاوہ میاں لطیف الرحمٰن، کمال احمد رضوی، مسلم ضیائی، ابوالحسن نغمی، رحمان مذنب اور ازرخا بیٹا نشہ نے بھی اچھے ڈرامے لکھے۔ ریڈیو پاکستان کی فرمائش پر راقم الحروف نے بھی سلسلہ وار تاریخی ڈرامے لکھے تھے جو مہینوں کراچی سے نشر ہوتے رہے۔

بچوں کے رسائل

اب ہم رسائل و اخبارات کا بھی ذکر کرتے چلیں۔ یوں تو تقسیم سے بہت قبل لاہور سے بچوں کے مشہور رسائل "پھول" "تعلیم و تربیت" اور "ہدایت" جاری ہوتے تھے اول الذکر وہ رسالہ ہے جس نے پورے برصغیر میں دھوم مچا دی اور بچوں کے ادب کو پروان چڑھانے میں اہم رول ادا کیا۔ اس نے بچوں کے بڑے اچھے ادیب و شاعر پیدا کئے، افسوس کہ یہ بند ہو گیا۔ آخرالذکر دونوں رسالے پابندیٔ وقت کے ساتھ اب تک نکل رہے ہیں۔

آزادی کے بعد جن رسائل کا اضافہ ہوا ہے ان میں "بھائی جان" کراچی۔ "ہمدرد نونہال" کراچی۔ "بچوں کی دنیا" لاہور۔ "کھلونا" لاہور و کراچی۔ "ساتھی" کراچی "سیارہ" کراچی اور "پھلواری" لاہور قابل ذکر ہیں۔ "بھائی جان" کی اٹھان بہت اچھی تھی۔ اس نے بچوں کے بہت سے ادیب و شاعر پیدا کئے جو آگے چل کر بڑوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ افسوس کہ یہ بھی بند ہو گیا۔ "ہمدرد نونہال" نے پہلے سے نسبتاً ترقی کی ہے اور [illegible]

ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی رسائل نکلے ہیں مگر ان سب کا مطمح نظر تمام تر کاروباری ہے۔ ادبی عنصر سرے سے ناپید ہے۔

بچوں کے اخبار

تقسیم کے بعد بچوں کے لئے کوئی اخبار تو جاری نہیں ہوا البتہ متعدد روزناموں نے "بچوں کا صفحہ" مخصوص کر دیا۔ اس طرح ہر ہفتے ہلکی پھلکی نظمیں، دلچسپ کہانیاں، معلوماتی مضامین اور مزیدار لطیفے شائع ہونے لگے۔ اردو صحافت میں یہ اضافہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اخبار گھر گھر پہنچتا ہے۔ پہلے ہر اتوار کو اور اب جمعے کے دن بچے اپنی پسند کی چیزیں نہ صرف پڑھ لیتے ہیں بلکہ ان میں لکھنے کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور ایک دن بچوں کے صفحات پر وہ خود بھی نمایاں ہو جاتے ہیں۔

بچوں کا ریڈیائی ادب

اس مضمون میں ریڈیو پاکستان کا ذکر ناگزیر ہے۔ پہلے ہر اتوار کو اور اب جمعے کے دن بچوں کا پروگرام نشر ہوتا ہے جس میں مختلف موضوعات پر لکھی ہوئی نظمیں، کہانیاں، ڈرامے، فیچر اور مضامین نشر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات خود مصنف کی زبانی اس کی تخلیق ادا ہوتی ہے جس سے بچے بے حد محظوظ ہوتے ہیں۔ ملک کے سارے نونہال نہایت شوق و انہماک سے یہ پروگرام سنتے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اس طرح ان میں تنقیدی شعور کی لہریں ابھرنے لگتی ہیں۔ بچوں کے پروگرام کو کامیاب بنانے میں راجہ فاروق علی خاں، مس فاروق جہاں تیموری، افضل صدیقی، ظفر اقبال، مشیر ایرانی، شعیب حزیں، عبدالماجد مرحوم، شمس وارثی، عبدالغنی شمس وغیرہم کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں۔

بچوں کے ادب کو فروغ دینے میں پاکستان ریڈیو نے تیس اکتیس سال کے عرصے میں جو کام کیا ہے اب اس کو گزشتہ چند سال سے ٹی وی، کانوں کی سُنی دنیا سے آنکھوں کی دیکھی دنیا میں آگے بڑھا رہی ہے۔ ہمارے لکھنے والے ٹی وی کے لئے اچھے اچھے ڈرامے

لاہور کتاب میلہ ۱۹۷۳ء کا ایک منظر

گئے ہیں۔ امید ہے کہ کسی بھی چیز کو سنانے کے علاوہ دکھانے کی صلاحیت کے ساتھ یہ ذریعہ صلاحیت ملک میں اسٹیج کی کمی کو پورا کرنے میں مدد دے گا اور بچوں کے ادب میں ڈرامے کی روایت کو آگے بڑھائے گا۔

بچوں کا ادب اور اشاعتی ادارے

تیس سال کے عرصے میں اشاعتی اداروں نے بچوں کے ادب کو فروغ دینے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ بعض ناشرین قیام پاکستان کے قبل سے بچوں کے لئے کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ مثلاً دارالاشاعت پنجاب، فیروز سنز، قومی کتب خانہ، مکتبہ اردو، شیخ غلام علی، شیخ شوکت علی وغیرہم۔ آزادی کے بعد قائم ہونے والے جن اشاعتی اداروں نے بچوں کی کتابیں چھاپنے کا پروگرام بنایا ہے، ان میں اردو اکیڈمی، سلطان حسین اینڈ سنز، ترقی اردو بورڈ، الائڈ بک کارپوریشن، مکتبہ اشاعت گھر، لارک پبلشرز، ادارہ مطبوعات پاکستان اور نیشنل بک فاؤنڈیشن قابل ذکر ہیں۔ ان تمام اداروں نے بچوں کی کتابیں شائع کرنے کے دوران ان کے ذوق طبع، فطری رجحانات اور سن و سال کو ملحوظ رکھا ہے۔ بایں ہمہ کتابت و طباعت، کاغذ، گٹ اپ، جلد بندی، مزین سرورق، اندرونی تصاویر اور دلچسپ کارٹونوں کی اہمیت بھی ان کے پیش نظر رہی ہے۔ ان بھائیوں کی سعی و کاوش کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ بچوں کے لئے اعلیٰ قسم کی کتابیں بازار میں آرہی ہیں۔

بچوں کے ادب پر انعامات

آخر میں پاکستان رائٹرز گلڈ اور نیشنل بک کونسل کو ... [illegible]

ترقی کے لئے کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ اول الذکر ادارے کی جانب سے ہر سال بچوں کے لئے لکھی ہوئی عمدہ نظموں، کہانیوں، ناولوں اور ڈراموں کی کتابوں پر گراں قدر انعام دیئے جاتے ہیں جو "نیشنل بینک ادبی انعامات" کہلاتے ہیں۔ آخرالذکر ادارہ پبلشروں کو بچوں کے لئے نہایت عمدگی سے کتابیں شائع کرنے پر انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ علاوہ بریں بچوں کی کتابوں کو مزین کرنے والے آرٹسٹوں کو بھی یہ ادارہ ہر سال انعام دیتا ہے۔ ان دونوں اداروں کی کوششیں قابل ستائش ہیں کہ ان کی بدولت بچوں کے لئے اچھا ادب اچھے انداز میں پیش کرنے کے امکانات زیادہ روشن ہو چکے ہیں۔

متذکرہ بالا حقائق کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم بلاخوف و تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو میں بچوں کا ادب آزادی کے بعد نمایاں ترقی کر چکا ہے اور ہم اسے کسی طرح بھی بے مایہ قرار نہیں دے سکتے بلکہ تیس سالہ ادب الاطفال کو دیکھ کر ہم فخر سے اپنا سر اٹھا سکتے ہیں۔ ✱

بچوں میں ذوقِ مطالعہ کس طرح بڑھایا جائے؟

ایس ایچ حسینی

تعلیم ایک فطری عمل ہے جو بچے کی پیدائش سے لے کر اس کی آخری عمر تک جاری رہتا ہے۔ بچہ ہوش سنبھالتے ہی اپنے تجربوں اور مشاہدوں سے سیکھنے لگتا ہے لیکن باقاعدہ تعلیم جیسا کہ مشہور مفکر، جان ڈیوی نے کہا، ذاتی تجربوں کی تنظیم نو میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس سے تجربوں کے حاصل کرنے کے عمل میں اضافہ ہوتا ہے اور بچوں میں آئندہ پیش آنے والے تجربات کا رخ متعین کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ اس عمل کو صحیح راستے پر لگانے، اس کی رفتار کو تیز کرنے اور اس کی افادیت میں اضافے کے لئے درسی کتابوں کی افادیت مسلمہ ہے لیکن جدید نظریۂ تعلیم کے تحت بچوں کے مشاغل اور ان کے نفسیاتی تقاضوں کے مدنظر عام مطالعہ ان کے لئے نہ صرف مفید بلکہ ناگزیر سمجھا گیا ہے۔

بچوں کی ہر قسم کی کتابیں تعلیمی ہوتی ہیں، بچے صرف درسی کتابوں سے ہی تعلیم حاصل نہیں کرتے بلکہ وہ ہر اس کتاب سے بہرہ ور ہوتے ہیں جو ان کے لئے لکھی گئی ہو۔ ان کا یہ محسوس کر لینا کہ پڑھنا بھی ایک قسم کی تفریح یا ایک دلچسپ مشغلہ ہے ایک ایسا انکشاف ہے جو ان کے لئے تعلیم کی نئی راہیں کھول دیتا ہے۔

یہ کہنا حقیقت سے بعید ہوگا کہ پاکستان میں بچوں کو مطالعے کا شوق نہیں یا ان میں مطالعے کا فقدان ہے۔ نہ کہ خواہ [illegible]

سے بچے فطرتاً تجسس پسند ہوتے ہیں وہ اپنے گرد و پیش کی چیزوں کی ماہیت اور حقیقت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ ان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ مختلف واقعات کے اسباب و علل معلوم کریں جو ان کے مشاہدے میں آتے ہیں۔ ان کے ماں باپ یا استاد کسی حد تک ان کی خواہش کی تکمیل کر دیتے ہیں لیکن بہت سی معلومات ایسی ہوتی ہیں جو انہیں صرف عام کتابوں کے مطالعے سے ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ بچے تخیلی ادب اور فوق الفطرت اور رومانی داستانوں کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ اپنے اس شوق کی تکمیل کے لئے وہ لوک کہانیوں، پریوں کے قصوں اور محیر العقول واقعات سے بھرپور افسانوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں سائنس کی ترقی نے بچوں میں نئی ایجادات اور انکشافات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا ہے۔ نہ صرف ترقی یافتہ بلکہ ان ملکوں میں بھی جہاں سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی بچوں کے لئے ایسی بے شمار کتابیں شائع کی جا رہی ہیں جن کا تعلق جدید ایجادات اور انکشافات سے ہے۔ اس کے علاوہ سائنسی انقلاب نے ایک نئے ادب کو جنم دیا ہے جسے سائنسی ادب کہا جا سکتا ہے اور جو بچوں میں بے حد مقبول ہے۔ اس میں سائنس کی ایجادات اور تخیل کی آمیزش اس طور پر کی جاتی ہے کہ بچوں کی دلچسپی برقرار رہنے کے ساتھ ساتھ ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہو۔

ماکت [illegible] کو اس مطالعے کا ذوق بڑھانے کے لئے سب سے پہلے ان کو وہ کتابیں اور وہ ادب فراہم کرنا ضروری ہے جو ان کے شوق کی تکمیل کریں۔ بچوں کے لئے کتابوں اور رسائل کی اشاعت میں پاکستان کا شمار ان ملکوں میں ہوتا ہے جو ترقی یافتہ ممالک سے بہت پیچھے ہیں۔ بچوں کی کتابوں کی اہمیت اور افادیت سے سب واقف ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی تصنیف و تالیف اور اشاعت پر یہاں بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ اس کی ایک وجہ

> بچے ہر کتاب سے
> معلومات حاصل
> کرتے ہیں

علاوہ دوسری وجوہات کے یہ ہو سکتی ہے کہ بچوں کے لئے کتابیں لکھنے یا ان کی تالیف کا کام مالی نقطۂ نظر سے نفع بخش نہیں سمجھا گیا۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ پاکستان میں بچوں کی کتابوں کی مانگ نہیں ہے یہاں دنیا کے مختلف ممالک سے لاکھوں روپے کی بچوں کی کتابیں ہر سال درآمد کی جاتی ہیں۔ ایک جائزے کے مطابق ان کی درآمد اور فروخت کا تناسب دوسری کتابوں کے مقابلے میں ستر (۷۰) اور تیس (۳۰) فیصد کا ہے۔ ان درآمد شدہ کتابوں کے علاوہ ملک میں کئی ایسے ناشر ہیں جو بچوں کی غیر معیاری کتابیں [illegible]

بچوں کے لئے لائبریریاں اور بچوں کے لئے اداراتِ کتب

داستان کی تلخیص سے لے کر الف لیلیٰ کی کہانیوں تک پر مشتمل ہوتی ہیں۔ یہ کتابیں صرف کاروباری نقطۂ نظر سے مالی منفعت کے لئے چھاپی جاتی ہیں اس لئے ان کا شمار کسی طرح بھی بچوں کی معیاری کتابوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں نہ کوئی باطنی خوبی ہوتی ہے اور نہ ظاہری۔ اس کے باوجود اپنے مطالعے کی خواہش کی تکمیل کے لئے ان کتابوں کو خریدتے ہیں قیمت کے لحاظ سے بھی یہ کتابیں سستی نہیں ہوتیں۔

بچوں میں مطالعے کا ذوق بڑھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اچھے لکھنے والے جو بچوں کی نفسیات سے واقف ہوں ایسی کتابیں لکھیں جو بچوں میں مقبول ہو سکیں یہ کتابیں ان تمام موضوعات پر ہونی چاہئیں جن کا تعلق افسانوی ادب، قصہ کہانی، معاشی واقعات، سائنسی ادب اور تاریخی کہانیوں سے ہو۔

یہ جاننے کے لئے کہ ملک میں بچے کیا پڑھتے ہیں اور کیا پڑھنا چاہتے ہیں یہ ضروری ہے کہ اس کا ایک تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ ناشروں اور کتابوں کی دکانوں سے اس کا پتہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے کہ بچوں کی کس قسم کی کتابوں کی مانگ زیادہ ہے اور بچے عام طور پر کون سی کتابیں خریدتے ہیں۔ مدارس کے طلباء سے انٹرویو کر کے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس قسم کی کتابیں پڑھنا پسند کرتے ہیں اور وہ کون سی کتابیں ہیں جو ان کو بازار میں دستیاب نہیں ہوتیں۔ اس جائزے کی اساس پر بچوں کے لئے موزوں اور معیاری کتابیں شائع کی جائیں تو اس سے نہ صرف بچوں میں مطالعے کا ذوق بڑھانے میں مدد ملے گی بلکہ یہ عمل مصنفین اور ناشرین کے لئے بھی نفع بخش ثابت ہوگا۔

موجودہ دور میں پیپر بیک کی اشاعت اور چھپائی کے نئے طریقوں نے کتابوں کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ پاکستان میں اب تک صحیح معنوں میں پیپر بیک کی اشاعت اور جدید طریقوں سے کتابوں کے چھاپنے کا کوئی منظم طریق پر کام شروع نہیں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں بچوں کی سستی کتابوں کی اشاعت اور ان کی تزئین و آرائش پر کوئی توجہ نہیں دی جا سکتی۔

بچوں کی کتابوں کی ظاہری صورت، رنگین تصویریں اور خاکے بچوں کو نہ صرف کتابیں پڑھنے کی طرف راغب کرتے ہیں بلکہ وہ کتابوں کو دلچسپ بنانے اور معلومات فراہم کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ہیں۔ ایسی کتابوں کی اشاعت میں ملک کے بڑے ناشرین اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ معیاری کتابیں لکھوانے، ان کی ظاہری شکل و صورت کو دلکش بنانے اور ان کو تصویروں سے مزین کرنے میں لاگت زیادہ آئے گی جس کا اثر کتابوں کی قیمت پر پڑے گا لیکن زیادہ کتابوں کی اشاعت اور فروخت کے ذریعے قیمتوں میں کمی کی جا سکتی ہے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے ناشرین کا وہی حال ہے جو ملک کے صنعتکاروں کا ہے۔ وہ قیمتیں کم رکھ کر زیادہ سے زیادہ کتابیں بیچ کر منافع کمانے کے بجائے قیمتیں زیادہ رکھ کر کم تعداد میں کتابیں چھاپنے کے اصول پر کاربند ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بچہ ایک کتاب خریدتا ہے اور دس بچے اسے باری باری سے پڑھتے ہیں یہاں تک کہ اس کا سرورق کتاب سے الگ ہو جاتا ہے اور باقی اوراق بہت جلد اپنی جگہ سے نکل جاتے ہیں اس کے بعد کتاب اس قابل نہیں رہتی کہ بچہ اس کو

عالمی سال کتاب ۷۳-۱۹۷۲ء کے دوران لاہور کتاب میلے کے شرکاء

المدی میں رکھ کر اپنی چھوٹی سی لائبریری بنانے کی ابتدا کر سکے۔

کتب خانے جن میں بچوں کی کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہو بچوں میں مطالعے کا ذوق بڑھانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں سکولوں کے کتب خانوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن ملک میں یہ کتب خانے عام طور پر بچوں کی ضروریات کی تکمیل نہیں کرتے۔ اردو اور علاقائی زبانوں میں بچوں کی اچھی کتابیں دستیاب نہیں ہوتیں اس لئے مدارس کے کتب خانوں میں ان کا نہ پایا جانا ایک حد تک حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان میں عموماً وہ کتابیں بھی نہیں پائی جاتیں جو دوسرے

ہر بچہ فطرتاً تجسس پسند ہوتا ہے

ملکوں سے درآمد کی جاتی ہیں اور معیاری ہوتی ہیں۔ بچوں میں مطالعے کے شوق کو ترقی دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسکولوں کے کتب خانوں میں اضافی مطالعے کی کتابوں کے علاوہ ہر اس موضوع پر بچوں کی کتابیں جمع کی جائیں جو ان کا پسندیدہ موضوع ہے۔

کتابوں کے میلے بچوں میں کتابوں سے دلچسپی پیدا کرنے اور ان کو مطالعہ کی طرف راغب کرنے کا بہترین وسیلہ ہیں۔ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ملکوں میں اس قسم کے قومی اور بین الاقوامی میلے باقاعدگی سے منعقد کئے جاتے ہیں۔ پاکستان میں بھی بچوں کی کتابوں کے بین الاقوامی میلے کسی وجہ سے منعقد نہ کئے جا سکیں تو کم سے کم قومی سطح پر ان کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ یہ میلے بچوں کو نہ صرف اپنی کتابوں سے روشناس کرانے میں مدد دیں گے بلکہ ان کو اپنی دلچسپی کی کتابیں خریدنے کا موقع بھی فراہم کریں گے۔

تحریر: غلام الثقلین نقوی

ریڈیو اور ٹیلی ویژن گھر گھر پہنچ چکے ہیں۔ ان
وجہ سے ہر گھر میں بچوں کا بہت سا وقت ریڈیو
نے یا ٹیلی ویژن دیکھنے میں صرف ہو جاتا ہے۔
س کا تجربہ ہر باپ اور ہر استاد کو ہوتا ہے۔ میری
رح سبھی سوچتے ہوں گے کہ کچھ علوم ایسے بھی ہیں
صرف کتاب کی مدد سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اگر
حال رہا تو مستقبل قریب کی نسل کہیں کتاب سے
غافل من گشتہ ہو کر نہ رہ جائے۔ یہ اندیشہ دور
نہیں۔ میں تو ابھی سے اس کے آثار دیکھ رہا
۔ اسکول سے واپس آکر بچے کتاب سے اپنا
توڑ لیتے ہیں۔ اسکول میں بھی وہ کتاب سے
نہ اتنا ہی تعلق رکھتے ہیں جتنا امتحان میں
ب ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اسکول سے جو
تا ہے اسے بچے طوطا وار رٹا کرتے ہیں، بلکہ
ہیں۔ جب ٹیلی ویژن لگتا ہے تو بچے اس کے
لئے جو پروگرام مخصوص ہوتا ہے شاید بچے اسے تو
اتنا شوق سے نہیں دیکھتے البتہ وہ پروگرام جو بالغوں
کے لئے ہے اس میں زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں
مثلاً نغمہ، موسیقی، رقص اور ڈرامہ وغیرہ کیونکہ ان
پروگراموں میں تعلیم سے زیادہ تفریح کا عنصر غالب
ہوتا ہے۔

سوچنا یہ ہے کہ بچوں میں ذوقِ مطالعہ کس طرح
قائم رکھا جائے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن جدید تہذیب
کے لوازمات میں سے ہیں ان سے کوئی مفر نہیں بلکہ
ان کی ضرورت اپنی جگہ پر مسلّم ہے۔ ان کی دلکشی میں
اضافہ ہو رہا ہے جوں جوں ملک کے اقتصادی حالات
درست ہوں گے یہ نعمت گھر گھر پہنچے گی۔ آج سے
دس پندرہ سال بعد کا عالم کیا ہوگا۔ اس کا اندازہ کچھ
مشکل نہیں۔ ریڈیو تو اب بھی ہر گاؤں کے اندر موجود ہے
اب ٹیلی ویژن بھی گاؤں گاؤں پہنچے گا اور اس کے
اثر و رسوخ میں بھی اضافہ ہوگا اس کے باوجود کتاب

کتاب سے ملنے والی روشنی کو نئے افق تو عطا کر سکتے
ہیں لیکن اس کا نعم البدل نہیں بن سکتے۔ اس لئے
ضرورت ہے کہ کتاب کا ریڈیو اور ٹیلی ویژن
سے صحیح رابطہ قائم کیا جائے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن
پر کتاب کی تشہیر و تفہیم کے لئے بہت سے ذرائع تلاش
کئے جا سکتے ہیں۔ بچوں کے پروگرام کچھ اس طرز پر
استوار ہونے چاہئیں کہ وہ کتاب کے معاون و مددگار
ثابت ہوں۔ ان کتابوں کی سمعی و بصری تفہیم سے
پہلے ضروری ہو کہ بچے کتاب کا مطالعہ کریں۔ انہیں
یہ احساس دلایا جائے کہ جب تک اس کا صحیح شعور
حاصل نہ ہو لفظ کسی تصویر یا کسی آواز کی مدد سے
زندہ نہیں ہو سکتا۔

سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ کتاب
میں کشش ہو۔ نصاب میں شامل کتابیں اپنی ظاہری
اور معنوی حسن و کشش سے اسی وقت محروم ہو جاتی ہیں
جب ان کا مطالعہ جبری و لازمی صورت اختیار کر لیتا
ہے۔ نفسیاتِ انسانی جبر کی کسی صورت کو برداشت
نہیں کر سکتی لیکن تعلیم و تعلّم میں "جبر" کا رشتہ
ازل سے قائم ہے اور ابد تک رہے گا اس کا
ثبوت ہمیں بچوں کے رویّے سے مل سکتا ہے۔
آپ بچے کے لئے جب بھی کوئی نئی کتاب (خواہ
وہ نصابی ہی کیوں نہ ہو) خرید کر لائیں گے تو اسے
یہ کتاب پا کر بہت خوشی ہوگی۔ وہ اسے الٹے پلٹے
گا۔ تصویریں دیکھے گا اور نئے اور تازہ کاغذ کی خوشبو
سے لذت یاب ہوگا لیکن جونہی کتاب اور اس کے
درمیان تدریس و تعلیم کا تعلق پیدا ہوگا کتاب سے
اس کی جذباتی وابستگی ختم ہو جائے گی۔ بہت کم استاد
ایسے جامع الصفات ہیں کہ جن کی تدریس میں وہ جادو
ہے جو کتاب خواں اور کتاب کے درمیان جذباتی

تدریس لازمی ہے لیکن ذوقِ مطالعہ کے لئے جماعت کا کمرہ نہیں بلکہ لائبریری زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے۔ لائبریری کا ماحول اگر زیادہ خوشگوار ہوگا اور یہاں اچھی کتاب پڑھنے کو ملے گی تو بچہ یہاں پہنچ کر جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ دلی امنگ کے ساتھ کتاب سے اپنا رشتہ قائم کرے گا لیکن لائبریری کی کتاب کا اپنا کردار ہونا چاہیئے منفرد کردار زندہ اور متحرک کتاب جس میں دوستی کرنے اور رفیقِ تنہائی بننے کی صلاحیت ہو۔ افسوس کہ ہمارے اسکولوں میں اوّل تو لائبریریاں ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں بھی تو ان کا ماحول نہایت پژمردہ ہے، جس پر صدیوں کی گرد پڑی ہے اور اس ماحول کی کتاب بھی نہایت سرد مہر ہوتی ہے۔ وہ اپنی طرف کھینچتی نہیں بلکہ پیچھے دھکیلتی ہے اگر کسی کتاب کی گیٹ اپ اچھی ہے تو مواد نہایت گھٹیا ہے اگر مواد اچھا ہے تو اس کی پیشکش فرسودہ ہے۔ بہت کم کتابیں ایسی ہیں جن میں ظاہری و باطنی خوبیوں کا امتزاج ہو۔ اسکولوں میں اوّل تو ایسی لائبریریاں ہیں ہی نہیں جہاں بچوں کے مطالعہ کے لئے اچھی کتابیں موجود ہوں اور اگر ہیں بھی تو بچوں کو ایسے مواقع بہت کم دیئے جاتے ہیں کہ وہ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ الماریوں میں بند کتابوں تک کسی کتابی کیڑے ہی کی رسائی ہو سکتی ہے ضروری ہے کہ اسکولوں میں زائد مطالعہ کے لئے کوئی پیریڈ ضرور وقف ہو اور مطالعے کے لئے کتاب کے انتخاب کا حق بچے کو ہو۔ استاد بالواسطہ طور پر صحیح کتاب کے انتخاب میں بچے کی رہنمائی ضرور کر سکتا ہے

بچوں کے لئے رسائل اور کتابوں کی ترتیب و تصنیف ایک بہت مشکل کام ہے بلکہ صبر آزما بھی

بچوں کو کہانی

کے روپ میں

علمی و سائنسی

معلومات فراہم

کی جا سکتی ہیں

گر کتاب لکھنا آسان کام نہیں اسی طرح بچوں کے رسائل کے مرتب کو بھی مصنف کی طرح مواد کی فراہمی اور ترتیب میں بہت مشکل پیش آتی ہے ایک ہی رسالے میں مختلف عمروں کے بچوں کے لئے جو مواد جمع کیا جائے گا اس میں تنوع کا فقدان ہوگا۔ ہمارے ہاں بچوں کے اکثر رسائل جو مواد شائع کر رہے ہیں وہ بچوں کی استعداد کے مطابق نہیں ہوتا۔ یہ رسالے ہیں بھی بہت کم اور ان کی اشاعت ہزار دو ہزار سے زیادہ نہیں ہوتی بہت کم گھر ایسے ہیں جہاں بچوں کے لئے رسالے منگائے جاتے ہیں اور ان پرائمری سکولوں کی تعداد تو نہ ہونے کے برابر ہے جہاں بچوں کا ایک رسالہ بھی باقاعدگی سے پہنچتا ہو۔ اگر باقاعدہ جائزہ لیا جائے تو شاید ہی کوئی پرائمری اسکول ایسا ہوگا جس میں لائبریری ہو اور بچوں کو مطالعے کا مواد مہیا ہوتا ہو۔ ایسی صورت حال میں بچوں میں مطالعے کا شوق کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے پرائمری اسکولوں میں خواہ وہ دیہات میں ہوں یا شہر میں ایسے اساتذہ کا بھی فقدان ہے جو مطالعے کا ذوق و شوق رکھتے ہوں۔ ابتدائی ٹریننگ لینے کے بعد اکثر اسا:

بچوں کے لئے

کتابوں میں

کشش پیدا کی جائے

لاہور میں [illegible]

کتاب سے خود ہی بے نیاز ہو جاتے ہیں اور بچوں کو بھی اس کی رغبت نہیں دلاتے۔

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ہمارے ہاں بچوں کا ادب بہت کم ہے۔ بچوں کے لئے لکھنا بہت دل گردے کا کام ہے۔ آپ اپنے ادیبوں اور شاعروں سے پوچھئے ان میں سے کتنے افراد اس ایثار کے لئے تیار ہیں اور یہ بھی اندازہ لگائیے کہ ان میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو بچوں کا ادب تخلیق کرنے کے اہل ہیں۔ میرا ناقص خیال تو یہ ہے کہ ایسے ادیب اور شاعر تو انگلیوں پر بھی گننے کو نہیں مل سکیں گے اور ایسے ناشر کہاں سے پیدا ہوں گے جو بچوں کا ادب شائع کر کے جذبۂ ایثار کا ثبوت دے سکیں۔ کوئی زمانہ تھا کہ دارالاشاعت سے بچوں کا ادب شائع ہوتا تھا اور نہایت خوبصورت کتابیں چھپتی تھیں۔ مولوی ممتاز علی مرحوم ان کتابوں کو بڑے اہتمام سے لکھواتے اور شائع کرتے تھے۔ میں نے اپنے بچپن میں اس ادارے کے رسالے "پھول" اور قصہ کہانیوں کی کتابوں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ سب سے بڑا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ مطالعے کا شوق پیدا ہوا جو آج تک قائم ہے۔

بچوں میں ذوقِ مطالعہ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کہانی کے فن کو فروغ دیا جائے۔ آج کل وہ بڑی بوڑھیاں باقی نہیں رہیں جو بچوں کو کہانیاں سنا کر سلایا کرتی تھیں۔ بچے اب بھی کہانی کا تقاضا کرتے ہیں اور بڑے اپنی مصروفیتوں سے اتنا وقت نہیں نکال سکتے کہ ان کی اس جبلت کی تشفی کر سکیں۔ اس سائنسی دور میں شاید لوگ کہیں کہ جنوں اور پریوں کی طلسماتی گرفت سے بچوں کو آزاد کرانا لازمی ہے تاکہ ان میں سائنسی ذہن پیدا ہو سکے لیکن کیا کیا

[illegible]

بچوں کے لئے لکھنا ایک کٹھن اور سنجیدہ کام ہے

نہیں پہنچ سکا جہاں وہ قطعاً معروض ہو کر رہ جائے اس کا بچپن تو خاص کر بہت صدی ہے اور تخیل کی اس دنیا سے نہیں نکل سکا جہاں اب بھی اڑن کھٹولے اور رکل کے گھوڑوں پر پرواز کے مواقع موجود ہیں۔ تخیلاتی دنیا کی یہ فرحت اس کی جبلت کا ایک ایسا جزو لاینفک بن چکی ہے جو ہوائی جہاز اور چاند گاڑی پر اڑنے کے باوجود جوں کی توں قائم ہے۔ جب تک اس کی تسکین کے سامان مہیا نہ ہوں گے بچے کا ذہنی ارتقاء رکا رکا سا رہے گا۔ بچوں کے ادیب اور شاعر کو اس کا لحاظ ضرور رکھنا پڑے گا۔

"کہانی" کے توسط سے سنجیدہ علمی اور سائنسی مضامین بھی اتنے لطیف اور دلکش بن جاتے ہیں کہ بچے انہیں فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ مطالعے میں تشویق کے لئے ایسا ادب تخلیق ہونا چاہیئے جو بچوں کے اپنے معیارِ تنقید پر پورا اتر سکے۔ آپ مجبور کر کے کڑوی دوائی بچے کے گلے سے اتار سکتے ہیں لیکن ایسی کتاب اسے پڑھنے پر مجبور نہیں کر سکتے جو اس کے ذوقِ ادب کے معیار پر پوری نہ اترتی ہو۔ اسے تفریحی ادب مہیا کیجئے تاکہ تفریح کے پردے میں وہ علمی و سائنسی معلومات کی کڑوی گولیاں بھی نگل سکے۔

بچوں کے لیے کیا لکھنا چاہیے؟

تحریر: سید امیر علی

یہ بات ہر پڑھا لکھا آدمی خواہ وہ بچہ ہو یا بڑا خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ ہر زبان میں بچوں کے لئے جو ادب پیدا کیا جاتا ہے۔ وہ اس ادب اور طرزِ تحریر سے مختلف ہوتا ہے جو بڑوں کے لئے لکھی گئی کتابوں یا رسالوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس بات کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ مختصراً یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ بچوں کی علمی، ادبی اور لسانی استعداد نسبتاً محدود ہوتی ہے اس لئے ان کے لئے جو طرزِ تحریر اختیار کیا جائے اور جو مواد ان کے لئے لکھی گئی کتابوں میں پیش کیا جائے وہ ان کی ذہنی صلاحیتوں اور قابلیت سے موافقت رکھتا ہو۔

دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کرۂ ارض کے بسنے والے بچوں کے لئے اپنے اپنے زمانے کے لکھنے والوں نے جو قصے کہانیاں اور گیت یا لوریاں لکھی ہیں۔ وہ اس بات کی شاہد ہیں کہ ان سب نے اس بات کا خیال رکھا کہ جو الفاظ، اصطلاحات اور محاورے بچوں کے ادب میں استعمال کئے جائیں۔ وہ بچوں کے لئے عام فہم، سہل اور روزانہ استعمال میں آنے والے ہوں۔ اگر کسی ادیب یا شاعر نے اس بات کا خیال نہ رکھا تو اس کی لکھی ہوئی کہانیاں یا نظمیں وغیرہ ہر دلعزیزی کا درجہ نہ حاصل کر سکیں۔ اگر آپ مختلف زبانوں میں

پائے جانے والے موجودہ ادب پر نظر ڈالیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ جو بچوں کی کتابیں خواہ قصے کہانیوں پر مشتمل ہوں یا نظموں یا لوریوں یا پہیلیوں پر آج بھی دنیا کے مختلف ملکوں میں بچوں میں ہر دلعزیز ہیں وہ اس معیار پر پوری اترتی ہیں ہم یہ نہیں کہتا کہ ماضی کے لکھنے والے ادیبوں نے

بچوں کے ادب میں بالکل نا پسندیدہ ثقیل اجزائے ترکیبی کی آمیزش کی تھی اور اسی لئے ان کی کتابوں کو نہ صرف ان کے اپنے دور میں ہر دلعزیزی حاصل ہوئی بلکہ دوامی شہرت بھی حاصل ہوئی۔ ہو سکتا ہے جب ان لکھنے والوں نے وہ کتابیں پہلی دفعہ لکھی تھیں تو نادانستہ طور پر ان کے اسلوب میں یہ باتیں شامل ہو گئی ہوں اور یہی بات ان کی نگارشات کی ہر دلعزیزی کا باعث بن گئی ہو لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ بچوں کی اکثر قصے کہانیوں کی کتابوں میں لکھی ہوئی باتیں خواہ ان کا تعلق نثر سے ہو یا نظم سے اپنی ابتدا سے ان کی موجودہ شکل میں نہیں پیش کی گئی تھیں اکثر ہر دلعزیز کہانیوں اور لوریوں کی ابتدا زبانی (ORAL) طور پر ہوئی لیکن جب کوئی کہانی، کوئی لوری یا پہیلی بچوں کی ایک سے زیادہ نسل میں ہر دلعزیز اور رائج رہی تو پھر کسی ادیب کو ان زبانی حکایتوں یا پہیلیوں کو قلمبند کرنے کا خیال آیا جیسا کہ ہم سب آج کے بڑے بوڑھے جو گذرے ہوئے کل کے

سادہ اور سلیس زبان اور کہانی کے انداز میں لکھنا چاہیئے

بچے تھے۔ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بچپن کی کتنی ساری کہانیاں اور نظمیں ہم نے کتابوں سے نہیں بلکہ اپنے کسی بزرگ سے سنی تھیں۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے کتابیں عام نہیں تھیں اور نہ ہی تو بچے بڑے بھی پڑھنے لکھنے میں اتنے طاق تھے، اسی لئے بچوں کا ادب کتابی شکل سے زیادہ زبانی حکایات کی شکل میں سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا۔ اب اس میں طرز بیان کا انحصار کہانی سنانے والے کی اپنی علمی اور ادبی صلاحیتوں پر زیادہ ہوتا تھا اور جتنا زیادہ سنانے والا اس فن میں ماہر اور اس زبان پر عبور رکھنے والا ہوتا، اتنا ہی اس کو اس کے زمانے کے بچے پسند کرتے۔ بہت سے پڑھنے والوں کو یاد ہوگا کہ ایک زمانے میں ریڈیو سے "داستان گو" اور طوطا کہانی وغیرہ کے ناموں سے قصے کہانیاں سنانے کے سلسلے نشر ہوا کرتے تھے جو اسی ادبی روایت کی ایک کڑی کی حیثیت رکھتے تھے۔

اگر آپ آج دنیا بھر کے ملکوں میں مختلف زبانوں میں پائی جانے والی بچوں کی کتابوں پر ایک نظر ڈالیں تو یہ بات آپ پر خوب اچھی طرح روشن ہو جائے گی کہ ان سب کتابوں میں جو قدر مشترک ہے وہ یہی ہے کہ ان کتابوں کے اسلوب یا طرزِ نگارش میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ان میں استعمال کی جانے والی تحریر میں مشکل، پیچیدہ اور روزمرہ استعمال نہ ہونے والے الفاظ و محاورات شامل نہ ہونے پائیں! اب آپ حکایاتِ سعدی پر نظر ڈالیں یا گرمز کی پریوں کی کہانیوں (GRIM'S FAIRY TALES) یا لوئیس کیرل کی کتاب "الیس ان ونڈر لینڈ" LEWIS CARROL'S "ALICE IN WONDER LAND") کو پڑھیں۔ یہ بات ان سب میں مشترک نظر آئے گی۔ یہ اور بات ہے کہ بعض کہانیاں مختلف زبانوں میں ایسی بھی ہیں جو بچوں اور بڑوں دونوں میں برابر کی ہر دلعزیزی رکھتی ہیں۔ مثلاً الف لیلیٰ، حاتم طائی، قصہ چہار درویش، یا انگریزی کی گلیور کا سفرنامہ "GULLEVER'S TRAVELS" BY JONATHAN SWIFT لیکن اگر بعض یورپی زبان کی کہانیوں پر نظر ڈالیں جو HANSE CRISTIAN ANDERSON کی کہانیوں کے نام سے مشہور ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف بچوں کے لئے تحریر کی گئی تھیں۔ یہ بات بڑے لوگ اکثر بھول جاتے ہیں کہ بچہ بھی ایک ننھا منا سا لیکن مکمل انسان ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کی بعض ذہنی و جسمانی صلاحیتیں کچھ وقت اور کچھ تربیتِ ذہنی کی محتاج ہوتی ہیں بعض افراد میں یہ عمل نسبتاً جلد مکمل ہوتا ہے اور بعض میں بدیر! جسمانی نشو و نما کا زیادہ تر دارومدار تو سن و سال پر ہوتا ہے لیکن ذہن کی پرداخت کا مسئلہ ذرا مختلف ہوتا ہے اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی عمر کے مختلف بچوں کی ذہنی استعداد مختلف ہوتی ہے جس کو ہم I.Q کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ اس I.Q کے درجہ کا براہِ راست تعلق بچے کے ماحول اور ان کتابوں سے ہوتا ہے جو اکثر و بیشتر اس کے زیر مطالعہ رہتی ہیں جیسے جیسے اقوامِ عالم کے درمیان باہم رسل و رسائل کی فراوانی ہوتی گئی۔ ایک ملک، وقوم کا ادب دوسری اقوام تک سیاحوں، سفیروں اور تاجروں کی وساطت سے پہنچنے لگا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ملک کے بچوں کے لئے ایک کہانی کسی اور نام سے مشہور ہے اور دوسرے ملک میں وہی کہانی اس

ورلڈ کتاب میلہ ۱۹۷۹ء میں بچوں کا ایک حصہ

ملک کی زبان میں ایک اور نام سے معروف ہے آپ مثال کے طور پر جرمن کہانی "RIMPLE STILL SKIN" ہی کو لیں۔ ہم نے اپنے بچپن میں یہ کہانی اپنی نانی سے اردو زبان میں سنی تھی اور اس کے کردار اور ماحول سب ہی ہمارے برصغیر کے حالات و واقعات سے مماثلت رکھتے تھے لیکن جب بڑے ہو کر انگریزی میں یہ کہانی پڑھی تو پتہ چلا کہ کس طرح یہ یورپی کہانی، ایشیائی کہانی میں بڑی خوبصورتی سے تبدیل کر دی گئی تھی۔ ضرور یہ بات اس زمانے کے کسی ادیب، سیاح یا سفیر نے انجام دی ہوگی۔ اس ساری تمہید کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کا ادب دو طرح کا ہوتا ہے (اور یہ بات بڑوں کے ادب پر بھی اتنی ہی صادق آتی ہے) ———

۱۔ ایک جس میں عالمگیریت ہوتی ہے اور اس کا تعلق انسانی جبلت اور نفسیات سے ہوتا ہے، اور ؛۔

۲۔ وہ جو کسی ملک و قوم کے مخصوص ماحول، تاریخ و جغرافیہ سے نسبت خاص رکھتا ہے۔ یہ کہانیاں لوریاں، داستانیں، اور سوانح عمریاں اس ملک کے مخصوص نامور بادشاہوں، شہزادوں نامی گرامی لوگوں اور سورماؤں اور مصلحین سے متعلق ہوتی ہیں۔

اب اس تمہید کے بعد نفسِ مضمون کی طرف آتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ بچوں کے لئے لکھنا بڑوں کے لئے لکھنے سے زیادہ دشوار اور کٹھن کام ہے لیکن اس کے برعکس ہر نیم خواندہ لکھاری یہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ بحیثیت قومی ادیب، شاعر، افسانہ نویس یا ناقد کے اپنے آپ کو منوا نہ سکا ہے تو کم از کم وہ [illegible] لئے لکھنے والے ادیب کی صف میں

بچوں کو ایسا

ادب دیا جائے

جو عملی زندگی

سے ہمکنار رکھے

شامل ہو سکتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ (اگر ہم اپنے اردو ادب ہی کو لیں) یہ کام اتنا آسان نہیں جتنا نظر آتا ہے۔ اردو کی ڈیڑھ دو سو سالہ تاریخ میں کتنے بچوں کے لئے لکھنے والے ادیب پیدا ہوئے اسمٰعیل میرٹھی، اقبال اور صوفی تبسم کے پائے کے کتنے لکھاری ہم نے پیدا کئے۔ باقی دیگر قصہ کہانیوں کے ادیب جن کی کہانیاں بچے بھی پڑھتے ہیں بچوں کے ادب نگار نہ تھے۔ ان کے شہ پاروں کو ایک سے زیادہ لکھنے والوں نے بچوں کے لئے موزوں اسلوب میں ترتیب دیا لیکن بہت کم لوگ ان کے ناموں سے واقف ہیں۔

اگر آپ بازار یا لائبریری میں چکر لگا کر بچوں کی کتابوں کی ورق گردانی کریں جو اردو زبان میں لکھی گئی ہیں تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ کتابیں زیادہ تر انگریزی کتابوں کے اردو ترجمے ہیں۔ یا فسانوی جہاتی داستانیں جس میں کوئی بچہ یا اس کا ماموں یا چچا پولیس کا انسپکٹر یا جاسوس ہوتا ہے، ایک اور تقسیم جو بچوں کے اردو ادب میں وباء کی شکل میں آج کل پھیلی ہوئی ہے وہ ہے بچوں کے اغوا اور اغوا کاروں کے مظالم کی داستانیں! اگر آپ تھوڑا سا توقف فرما کر غور کرنے کی زحمت کریں تو آپ مجھ سے اتفاق کئے بنا نہ رہ سکیں گے کہ ہم سب ہی سہل کوش اور آرام پسند لوگ ہیں اور ہم اپنی ذہنی استعداد و اپج میں صرف واجبی سی صلاحیتوں کے مالک ہیں اور اس پر ہم علامۂ دہر ہونے کی بھیانک غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں میں اپنے خالصتاً ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر بلا خوفِ تردید یہ بتا سکتا ہوں کہ بچوں کے لئے لکھنے والے موجودہ ادیبوں میں کتنے صرف انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ نقل کو اصل کا روپ دینے کے لئے کہیں کہیں کتربیونت سے ضرور کام لیتے ہیں۔

میری رائے میں اور ہر سوچنے والے کی رائے میں بچوں کے لئے لکھنے کے بارے میں نیشنل بک کونسل آف پاکستان کو چاہیئے کہ ملک کے چوٹی کے لکھنے والوں کی اعانت سے ایک "گائیڈ بک" تیار کرے جس میں اس بات کی نشاندہی کی جائے کہ پاکستانی بچوں کے اذہان کی صحیح خطوط پر پرداخت کے لئے اور ان میں مزید ذوق مطالعہ، تجسس اور عزت محنت و نفس کے جذبات پیدا کرنے کے لئے بچوں کے لکھاری کیا لکھیں؟ پھر نیشنل بک کونسل آف پاکستان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ ملک کے ادیبوں، شاعروں، ناشروں، لائبریرین حضرات اور "عوامی ذرائع ابلاغ" سے تعلق رکھنے والے افراد اور کتب فروشوں کی انجمن کے عہدیداروں وغیرہ کی ایک ایسی کمیٹی تشکیل دے جو اس بات پر کڑی نظر رکھے کہ بچوں کے لئے لغو، لچر یا بے مقصد کتابیں نہ لکھی جائیں اور اگر لکھی جائیں تو چھاپی نہ جا سکیں اور بفرض محال چھپ بھی جائیں تو وہ نہ تو بک سکیں اور نہ ہی کسی اور ذریعے سے بچوں تک پہنچ سکیں۔ یہ تو ہوئی ایک منظم اجتماعی کوشش جو اس سلسلے میں کی جا سکتی

ہے۔ آئیے اب یہ دیکھتے ہیں کہ بچوں کے لئے لکھنے والے ادیب و شاعر کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

میری اپنی ناچیز رائے میں ایک چیز جو عام طور پر بچوں کی کہانیوں اور ڈراموں وغیرہ میں صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔ وہ ہے انہونی بات کا کہانی کے ہیرو و عورت یا مرد (جو عام طور پر شہزادہ شہزادی یا لکڑہارا یا اس کا بیٹا ہوتے ہیں) کے ساتھ ہو جانا یہ چیز بچوں کے ذہنوں کی زندگی کی حقیقتوں سے فرار سکھانے اور انہیں ایفون دینے کے برابر ہے اس سے بچے میں محنت اور اس کا جائز پھل پانے کی صحیح امید پیدا ہونے کی بجائے غیب سے کسی انہونی بات کے ظہور پذیر ہونے کی غلط اور موہوم امید پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کتابوں کو پڑھ کر بچہ اپنے آپ کو کتاب کے ہیرو یا ہیروئن کے روپ میں دیکھتا ہے اور مشکل اور کٹھن وقت میں (مثلاً مصیبت، پریشانی اور امتحان وغیرہ کے موقعوں پر) بجائے تدبیر کرنے کے تقدیر کا سہارا لینے کو ترجیح دیتا ہے۔ ان قصے کہانیوں پر پل کر بڑا ہونے والا بچہ اپنی بالغ زندگی میں بھی "SOMETHING FOR NOTHING" کی امید موہوم میں گرفتار رہتا ہے وہ کبھی بھی انسانی محنت کی عظمت و وقار پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگر اسے راہ میں کوئی چیز مثلاً کوئی قیمتی گھڑی، قلم، سونا یا روپیہ پڑا مل جائے تو اس کے جائز مالک کو تلاش کر کے اس تک اس چیز کو پہنچانے کی بجائے اس کو ایک غیبی انعام اور من و سلویٰ سے تعبیر کرتا ہے۔ ان حقیقت سے دور افسانوی باتوں پر یقین کر کے ہر غریب بڑھیا کا بیٹا جو ناکارہ اور نکما ہوتا ہے، بادشاہ کی بیٹی (یا آج کل کسی کروڑپتی سیٹھ یا صنعت کار کی بیٹی)

میں سرگرداں نظر آتا ہے۔

بچوں کے لئے وہ کچھ لکھا جائے جس سے بچے کا ذہن اس بات کو اپنی تمام زندگی کے لئے مشعل راہ بنا لے کر جو پیسہ بغیر محنت کے حاصل کیا جائے وہ پیسہ ہی نہیں ہوتا۔ جسمانی و دماغی محنت کے بغیر زندگی میں آگے بڑھنے کے خواب دیکھنے شیخ چلی کی دنیا میں بسنے کے برابر ہے۔ بچے کو جو ادب پڑھنے کے لئے دیا جائے اس سے اس کے ذہن میں شروع ہی سے یہ بات گھر کر جائے کہ گو دولت بہت کچھ حاصل کر سکتی ہے لیکن عقل و فراست اور محنت پر کسی بھی صورت میں سبقت نہیں لے جا سکتی۔ یہاں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آپ کتابوں میں چاہے لاکھ لکھتے رہیں۔ بچے

بچوں میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرنے والا ادب ضروری ہے

تو اپنے آس پاس کے ماحول اور والدین میں جو باتیں دیکھیں گے اسی پر عمل کریں گے۔ باقی کتابی باتوں کو زینت ہی سمجھیں گے۔ لیکن اگر ان REALISTIC، باتوں پر چند بچے بھی ایمان لا کر عمل پیرا ہو جائیں اور بڑے ہو کر عملی زندگی میں انہیں اپنے رہنما اصول بنا لیں تو دیئے سے دیا روشن ہو کر چند نفوس کے دلوں میں اجاگر یہ حقیقتیں ساری قوم میں سرایت کر سکتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ حکیم بوعلی سینا نے کہا تھا کہ "میں آج جو کچھ جانتا ہوں وہ وہی ہے جو میں نے اپنے بچپن

بوعلی سینا کے بچپن سے لے کر حکیم کہلانے کے عرصہ درمیان میں اس دور کے خزانۂ علم میں کسی بات کا اضافہ ہی نہیں ہوا! بلکہ ان کا مطلب اس سے یہ تھا کہ جو عالمگیر حقیقتیں اور سچائیاں ان کے بچپن میں ان کو سکھلائی گئی تھیں وہ ہر دور اور ہر زمانے میں مبنی بر حقیقت تھیں چنانچہ ہمیں بھی بچوں کے لئے لکھی جانے والی کتابوں کے ذریعے ان حقیقتوں کی پاکستانی بچوں کے لئے نشاندہی کرنی چاہیئے کہ ان میں زمان و مکان کے فاصلوں سے ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا۔ اگر ہم اپنی قوم کے بچوں کے ننھے منے اور بریاد و تصنع سے عاری دماغوں میں یہ بات بٹھانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک صد ہا صدیوں کی کاوشوں سے جو علم کا ذخیرہ انسان نے جمع کیا ہے اور جو ایجادات و اختراعات اس نے اس دنیا میں کی ہیں وہ ساری کی ساری ان جیسے انسانوں ہی کی دماغی محنت اور سوچ بچار کا نتیجہ ہیں اور کسی فرشتے نے آ کر ان کو یہ باتیں نہیں سمجھائیں تو یقیناً ان کے اندر انسان کی عظمت کا احساس اور اس کے راست نتیجہ میں عزتِ نفس کا جذبہ ضرور پیدا ہوگا۔ یہی احساس اور یہی جذبہ وہ محرکِ عظیم ہے جو صحرا نشینوں اور خانہ بدوشوں کو اقوامِ افضائے عالم کی امامت و رہبری عطا کرتا ہے۔ ٭٭

بچوں کا عالمی سال

تحریر : ریاض صدیقی

کیا بچوں کے لئے کتابیں بڑوں کو تجویز کرنا چاہیئے؟ سوال کچھ عجیب سا ہے لیکن مسئلہ کی اہمیت کا احاطہ کیجئے تو پاکستان جیسے غیر ترقی پذیر آزاد ملک کے لئے یہ سوال ہنگامی نوعیت کا ہے ایک ایسا سوال جس کا جواب حاصل کرنے کی اب تک کوئی سنجیدہ کوشش ہی نہیں ہوئی ہے۔ پاکستان اگرچہ ایک آزاد اور ترقی پذیر علاقہ ہے تاہم اس کی پوری تاریخ سماجی اور معاشی بحران کی زد میں رہی ہے اس غیر متوقع صورت حال کی بنا پر متعین سماجی اور تہذیبی قدروں کی تشکیل کا عمل معطل ہو کر رہ گیا اور تعلیمی اور تربیتی ادارے قومی اور بین الاقوامی تقاضوں کے مطابق کوئی پائیدار منصوبہ بندی نہ کر سکے۔ ایک آزاد خود مختار اور ترقی پذیر قوم کا انحصار نشو ونما پانے والی نسل ہی پر ہوتا ہے یہ نسل جو آٹھ سال سے چودہ سال کی عمروں میں پرورش پاتی ہے قومی اور تہذیبی مستقبل کی تعمیر و تشکیل کا حرف اول تصور کی جاتی ہے۔ پرورش اور تربیت کا فریضہ والدین، اساتذہ اور فکری تنظیمیں انجام دیتی ہیں ورنہ تازہ واردان بساط ہوائے دل کسی خودرو جنگلی پودے کی طرح نشو ونما کے مراحل طے کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

تعلیم و تربیت کے مختلف اور متنوع وسائل کی مدد سے بچوں کی ذہنی، فکری اور جسمانی تہذیب ... [illegible]

کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اساتذہ اور والدین ہی تو ایسا ماخذ ہیں جو قبل از بلوغت کے ذہنی رجحانات اور تخلیقی امکانات کو تعمیری سمت سے روشناس کراتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر بچوں کی نفسیاتی تحقیقات کے جو نتائج مستند تسلیم کئے جا رہے ہیں ان کی رو سے بھی والدین اور اساتذہ کو مرکزی مقام حاصل ہے چنانچہ لازماً بچوں کے لئے کتابیں خواہ ان کا تعلق نصابی ضروریات کی تکمیل سے ہو یا عام مطالعہ کے شعور کو منظم کرنے سے بڑوں ہی کو تجویز کرنا ہوتی ہیں۔

بچوں کی ذہنی و جسمانی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کے بنیادی وسائل درسی نصاب اور مختلف موضوعات پر لکھی گئی کتابیں ہیں جو دونوں وسائل لازم و ملزوم ہیں چنانچہ بڑوں کو خصوصاً ان ماہرین پر جو بچوں کے لئے درسی نصاب کا تعین کرتے ہیں اس معاملے میں سنجیدگی اور ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کیا ہے چنانچہ تعلیمی درسگاہوں میں پرورش پانے والے ذہن تخلیقی اور تعمیری صلاحیتوں سے محروم ہوتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد متعلقین نے نصاب بہ مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے تغیر پذیر ماحول، سماجی ضروریات، علاقہ پر اثر انداز ہونے والے بین الاقوامی رجحانات اور مستقبل کے امکانات کو پوری طرح گرفت میں نہیں لیا۔ روایت کی پیروی ہو یا پیروی مغرب، دونوں شجر ممنوعہ نہیں ہیں بشرطیکہ پیروی محض ہو کر نہ رہ گئی ہو ... [illegible]

کی پہچان بین کے لئے تنقیدی اور تحقیقی ملکات کا استعمال ضروری ہے۔ روایات کا ماضی بعض خوبیوں کے باوجود ایسے رجحانات و عوامل کا مجموعہ ہوتا ہے جو حال و مستقبل کے تناظر میں اپنی فعلیت کھو چکا ہوتا ہے۔ متعلقین کو ذہنی طور پر اس حد تک باشعور ہونا چاہیئے کہ وہ وقتاً فوقتاً نصابیات پر نظر ثانی کر سکیں تاکہ نئی روایات کی تشکیل کے عمل کو مطالعہ میں راہ مل سکے۔

پاکستان ایک نیا آزاد ملک ہے لیکن آج جب ہم اعداد و شمار پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے بچے سائنسی اور معلوماتی موضوعات کے مطالعہ کا ذوق نہیں رکھتے ہیں یا سائنسی اور معلوماتی کتابیں اتنی غیر دلچسپ ہیں کہ وہ نصابی ضرورت سے آگے نہیں بڑھتی ہیں۔ ہمارے یہاں ابھی تک دوسری زبانوں کے بچوں کے ادب کی طرح یہ شعور عام نہیں ہو سکا ہے کہ سائنسی اور معلوماتی موضوعات کو اس طرح افسانوی انداز میں پیش کیا جائے کہ افسانے کے ساتھ صحیح معلومات اور حقیقی علم سے بھی آشنائی ہو سکے اس صورت حال کو اچھی علامت تصور نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس کوتاہی کی ذمہ داری بھی کسی نہ کسی حد تک بڑوں پر ہی عائد ہوتی ہے۔ والدین اپنے بچوں کے ذوق مطالعہ میں کس قدر دلچسپی لیتے ہیں اس کا اندازہ اعداد و شمار کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ ایک تازہ اطلاع ... [illegible]

والدین کی تعداد صرف اعشاریہ پانچ فیصد ہے جبکہ یہ والدین اپنے بچوں کو جاسوسی اور غیر العقول قسم کے ادب کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں۔ اسلامی، اخلاقی، معلوماتی، سائنسی اور تعلیمی نوعیت کے مطالعہ کی شرح بچوں میں حیرت انگیز حد تک کم ہے۔

بین الاقوامی معیار کے اعتبار سے کسی ترقی پذیر جدید ملک میں بچوں کے مطالعہ کے موضوعات میں سائنس، ادب، شاعری، سفرنامے، دینیات و اخلاقیات اور معیاری کہانیوں یا ناولوں کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ اس قسم کے مطالعہ کے ذوق کی آبیاری کا فرض اولاً والدین ثانیاً اساتذہ اور آخراً کتب خانوں کے منتظمین پر عائد ہوتا ہے گویا یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ کتابیں تجویز کرنے کا کام بچوں یا ان کے دوستوں کا نہیں بلکہ والدین اساتذہ اور کتب خانوں کے منتظمین کا ہے لیکن ہمارے یہاں کم و بیش ۸۰ فیصد بچے اپنے لئے کتابوں کا انتخاب

والدین، اساتذہ

اور کتب خانے

بچوں میں

ذوق مطالعہ

کے ذمہ دار ہیں

خود ہی کر لیتے ہیں۔ والدین، اساتذہ اور کتب خانوں کی عدم توجہ کا نتیجہ ہے کہ منافع خور تاجرانہ ذہنیت، صورت حال سے بھرپور فائدہ حاصل کر رہی ہے۔ اور ناشرین بھاری مقدار میں غیر معیاری اور بے مقصد مواد شائع کر رہے ہیں اس وقت ہمارے یہاں معیاری کتابوں کی اشاعت صرف ۱۸ فی صد ہے، جبکہ غیر معیاری ادب کی اشاعت ۸۲ فیصد تک پہنچ چکی ہے۔

بچوں کی نفسیات سے ہم آہنگ ہو کر ان کے ذہنی رجحانات اور عزائم کی شیرازہ بندی میں نصاب سے ہٹ کر بڑوں کا کردار کچھ کم اہم نہیں ہے۔ درسگاہ سے قبل اور بعد کی منازل میں تعلیم و تربیت کا سب سے فعال اور فیصلہ کن گہوارہ خود گھر کا ماحول اور والدین کا نقطہ نظر ہوتا ہے۔ گھر اور والدین کی شرکت کے بغیر کوئی نصاب یا کوئی درسگاہ بچوں کی شخصیت اور ان کے کردار کی تعمیر و تشکیل کا ذریعہ نہیں بن سکتا ہے اعداد و شمار پر نظر ڈالئے تو پھر ایک سوال ابھرتا ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت اور نئے اقدار و محرکات کے تحت ان کی شخصیت کی نمود کا والدین کس حد تک شعور رکھتے ہیں اور کہاں تک وہ کلاسیکی قسم کے ترجیحی رویے سے خود کو علیحدہ رکھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے نفسیات، انفسیات کے شعبے میں نئی تسلیم شدہ

بچوں کی اکثریت

اپنے لئے خود کتابیں

پسند کرتی ہے

دریافتوں اور معروضی تجربوں کے نتائج سے کس حد تک مطابقت پیدا کی ہے۔ آج کی نئی نسل کے بچے جدید عہد کی حسیت کے سبب بالکل مختلف ذہنی رویوں کا مظہر ہیں یہ ہم ذہنی رویوں کا ادراک اور ان کی قوت کو تخلیقی اور تعمیری سمت مہیا کرنا بڑوں کا کام ہے اسی مرحلے سے مطالعہ کے انتخاب کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور اسی انتخاب پر بچوں کے مستقبل کا

شمار ہے۔ بچے کم عمری اور قبل از بلوغت کے عرصے میں والدین سے مختلف سوالات کا جواب چاہتے ہیں یہ سوالات ان کی جبلت کا حصہ ہیں اور ان کے عزائم کی نشاندہی کرتے ہیں۔ بچے طبعاً تجسس اور نقل کا جذبہ رکھتے ہیں اور یہ جذبہ ہی ان کا مستقبل ہے۔ ہمارے ہاں اس نئے زمانے میں بھی عموماً بچوں کے سوالات کا جواب دینے سے بازگریز کرتے ہیں یا ان پر غیر ضروری سختی کرتے ہیں گویا یہ رنگ اپنے بچوں کے لئے بے راہروی، ناآسودگی اور احساس گناہ کے امکانات میں اضافہ کرتے ہیں۔ بڑوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ موزوں اور مناسب جوابات سے بچوں کو نہ صرف مطمئن کریں بلکہ ان کو مناسب مطالعہ پر بھی مائل کریں۔ بچوں کے ارتقا کا یہ عرصہ نہایت نازک عرصہ کہا جا سکتا ہے۔

کراچی ملک کا سب سے بڑا شہر ہے یہاں خواندگی کی فیصد شرح سب سے زیادہ ہے لیکن بچوں کی تعلیم و تربیت میں انتشار اور بے راہروی یہاں بھی قابل توجہ ہے۔ مختلف طبقات کے سو خواندہ بچوں کا ایک جائزہ بڑوں کے رویے کی نشاندہی کرتا ہے۔ پسماندہ طبقے کے خواندہ بچوں میں ۶۰ فیصد بچے کسی کتاب کا مطالعہ ہی نہیں کرتے ہیں جبکہ صرف پانچ فیصد بچے دو آنہ لائبریریوں سے فحش اور غیر معیاری کہانیاں حاصل کر کے پڑھتے ہیں۔ اعلیٰ طبقے کے خواندہ بچے صرف چار فیصد غیر معیاری ادب کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ یہ بچے اپنا زیادہ وقت انگریزی کے مطالعہ پر صرف کرتے ہیں۔ ان بچوں نے اردو اور اسلامیات کے مطالعہ سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ متوسط طبقہ کے خواندہ بچوں کی شرح مطالعہ بہت زیادہ لیکن وہ معیاری ادب کا کم ہی مطالعہ کرتے ہیں۔ اس جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ [illegible]

سائنس، معلوماتی اور اسلامی ادب کی جانب مطالعہ کا رجحان بہت کم ہے۔ متوسط طبقہ کے بچوں کا کہنا ہے کہ والدین اور اساتذہ مطالعہ کے بارے میں ان کی رہنمائی نہیں کرتے ہیں۔ پاکستان اور قومی رہنماؤں جیسے ضروری موضوعات پر بچوں کا مطالعہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ۱۹۷۷ء تک کے جائزے کی رُو سے پاکستان کے موضوع پر صرف تیس اور قومی شخصیات کے موضوع پر صرف پچاس کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ غیر معیاری کتابوں کی کل مقدار کم و بیش پندرہ ہزار ہے جبکہ معیاری کتب کی تعداد دو ہزار آٹھ سو چالیس ہے۔ ان دو ہزار آٹھ سو چالیس معیاری کتابوں میں سائنس کے موضوع پر کتب کی تعداد ایک سو پچپن، معلوماتی کتابوں کی تعداد ایک سو ستر اور معیاری کہانیوں پر پندرہ سو کتابیں شامل ہیں۔ اس صورتِ حال میں فوری تبدیلی پیدا کرنے کی مجموعی کوششیں اس وقت تک بارآور نہیں ہو سکتیں جب تک والدین کا بھرپور تعاون حاصل نہ ہو اور وہ بچوں کے لئے مطالعہ کے موضوعات کا انتخاب کرنے کی ذمہ داری قبول نہ کر لیں۔ ★ ★ ★

سائنس اور سوشل سائنس کے موضوع پر
بچوں کی کتابوں کے مسودات کا
انعامی مقابلہ

****

بچوں کے عالمی سال کے سلسلے میں نیشنل بک کونسل آف پاکستان بچوں کے لئے سائنس اور سوشل سائنس کے موضوعات پر مسودات کا انعامی مقابلہ کروا رہی ہے۔ بچوں کی کتابوں کے یہ مسودات دس سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کے لئے ہوں گے اور ہر مسودہ دس ہزار سے پندرہ ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیے۔

سائنس اور سوشل سائنس کے موضوعات پر انعامات کے دو سیٹ ہوں گے۔ انعامات کا ایک سیٹ سائنس کے مسودات پر اور دوسرا سوشل سائنس کے مسودات پر دیا جائے گا۔ یعنی ہر سیٹ میں چھ چھ انعامات ہوں گے۔ دو انعامات اردو زبان کے مسودات کے لئے اور ایک ایک انعام سندھی، پشتو، پنجابی اور بلوچی زبانوں کے مسودات پر دیا جائے گا۔ ہر انعام کے لئے دو ہزار روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ تمام انعامی مسودات نیشنل بک کونسل آف پاکستان کے دفتر تھیوسوفیکل ہال ایم اے جناح روڈ کراچی میں ۳۰ جون ۱۹۷۹ء تک پہنچ جانے چاہئیں۔

یہ مسودات کاغذ کی ایک طرف ٹائپ شدہ یا ہاتھ سے خوشخط لکھے ہونے چاہئیں۔ مسودات میں جہاں کہیں تصاویر، خاکوں اور اشکال کی ضرورت ہو وہ بھی لائن ڈرائنگ میں فراہم کی جانی چاہئیں۔ ہر مسودے کے ساتھ یہ تصدیق ضروری ہے کہ یہ مسودہ مصنف کی اپنی ملکیت ہے۔ کونسل ان انعام یافتہ مسودات کو ناشرین سے چھپوانے میں بھی مصنفین کی پوری پوری مدد کرے گی۔

بچوں کا ادب

ماضی، حال اور مستقبل

ڈاکٹر تبسم کاشمیری

پاکستان میں بچوں کے ادب کا ماضی، حال اور مستقبل ہمیں بنجیدگی سے بعض مسائل کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ پاکستان کے گذشتہ تیس برس میں بچوں کے لئے جو کتابیں شائع ہوتی ہیں وہ اس پہلو کا ایک تاریک منظر پیش کرتی ہیں۔ ہم جب اس ساری صورت حال کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے علم میں آتی ہے کہ گذشتہ تیس برسوں میں بچوں کی کتابوں کے نام سے کچھ نہ کچھ شائع ضرور ہوتا رہا مگر کیا ہم اسے بچوں کا ادب کہہ سکتے ہیں۔ کیا یہ نام نہاد بچوں کا ادب ان تقاضوں اور ضروریات کا احاطہ کرتا ہے جو اس کے مسلمہ معیارات میں سے ہے۔ کیا اس ادب کو دنیا کے کسی بھی مہذب ملک کے بچوں کے ادب کے مقابلے میں پیش کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے ان سب سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ ماضی میں بچوں کے ادب کے نام سے جو کچھ شائع ہوتا رہا اس کا کثیر حصہ قطعاً غیر معیاری ہے۔ میں اگر یہ کہوں کہ ناشرین نے اس سلسلے میں مجرمانہ غفلت سے کام لیا ہے تو یہ کسی صورت میں بھی غلط نہ ہوگا۔

قیام پاکستان کے بعد جو کتابیں شائع ہوتی رہی ہیں ان کے مواد اور ان کی پروڈکشن کا جائزہ

ابھی یورپ کی انیسویں صدی کے دور سے بھی نہیں نکل سکا ہے۔ معیار کے اعتبار سے یہ ابھی تک انیسویں صدی کے یورپ کا بھی مقابلہ نہیں کر سکا۔ ابھی صورت حال کا تجزیہ کریں اور ان عوامل پر غور کریں کہ جو ان حالات کو پیدا کرتے ہیں تو کچھ باتیں نمایاں طور پر سامنے آئیں گی اور اس تلخ صورت حال کی نشاندہی کریں گی۔

ناشرین نے کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی کہ معیاری کتابیں شائع ہوں اس لئے کہ جو کچھ وہ چھاپتے رہے وہ کسی نہ کسی ذریعے سے سکولوں کی لائبریریوں تک پہنچ جاتا تھا اور وہ اپنی رقم کا بہترین معاوضہ حاصل کر لیتے تھے لہٰذا ان کے لئے یہ بات ابھی تک قطعی طور پر بے معنی ہے کہ وہ کتابوں کا معیار بلند کریں۔ وہ ابھی تک پرانی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ سکول ان کے اس تجربے کی قربان گاہوں کا کام دے رہے ہیں اور ان کا پرانا تجزیہ ابھی تک کہنہ ڈگر سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

اور پھر سکولوں تک بچوں کے ادب کے نام سے جو کچھ پہنچتا ہے اس سے متعلقہ حکام کو بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ یا تو پرکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور یا پھر دیگر معاملات اس طرف ان کو دیکھنے سے معذور رکھتے ہیں۔ اب مصنفین کے مسئلے کی طرف آیئے۔ گذشتہ تیس برس میں

ادا کرتے رہے ہیں وہ شرمناک حد تک قلیل ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لکھنے والے کبھی بھی دل لگا کر اپنا کام نہ کر سکے۔ ناشرین نے بچوں کی کتابوں کو ہمیشہ اصل کام سے الگ ایک فالتو کام سمجھا اور ادیب بھی اسے ایک فالتو یا محض چند روپے کمانے کا ذریعہ سمجھتے رہے۔ اس سارے کھیل نے پاکستان میں بچوں کے ادب کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔

ہر ملک میں بچوں کے لئے لکھنے والے ادیب ہوتے ہیں جنہیں اس فن میں تخصص حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس مہارت کی بنیاد، بچوں کی نفسیات پر رکھتے ہیں اور ہر عمر کے بچے کی نفسیات اور اس کی ضروریات اور ذہنی استعداد پر انہیں مکمل عبور حاصل ہوتا ہے۔ کیا پاکستان میں ایسے ادیب موجود ہیں۔ ہاں مرحوم صوفی تبسم اس تقاضے کو پورا کرتے تھے۔

کتاب بچے کو اپنی طرف صرف اس وقت متوجہ کرتی ہے جب کہ وہ سب سے پہلے خوبصورت ہو اور کتاب کی تصاویر اور اس کا مواد اس کے تخیل کا بخوبی ساتھ دے سکے۔ ہمارے یہاں کتنے لوگ ہیں جو بچوں کے تخیل سے واقف ہیں اور بچوں کے ذہنوں میں بننے والی فینٹسی کے عوامل کو سمجھتے ہیں۔ محمد حسین آزاد کے بعد تو ہمارے ہاں کوئی ادیب پیدا نہیں ہوا جو بچوں کی فینٹسی اور تخیل کی سطح پر خود آیا ہو اور پھر اس سطح سے لے کر ان کو آگے بڑھاتا ہو۔ ہمارے لکھنے والے تو ابھی تک بچوں کی تخیل کی سیڑھی نہیں کر سکے ہیں۔ وہ اپنی سطح پر رہ کر لکھتے ہیں اور بچے اپنی سطح پر رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے حاصلات سے تہی دامن رہتے ہیں۔

ہونے لگی ہیں۔ فیروز سنز۔ مکتبہ عالیہ۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ سنگ میل پبلی کیشنز اور بعض دوسرے اداروں نے کتابیں شائع کی ہیں۔ ان تمام کتابوں پر بھی ماضی کے تاریک عوامل کا گہرا سایہ ہے مگر بعض حالتوں میں معیار پہلے سے بہتر ہوا ہے۔ اگر مواد نہیں تو کم از کم پروڈکشن کے اعتبار سے ضرور کچھ نہ کچھ ترقی ہوئی ہے۔

حال میں بچوں کی کتابوں کی اشاعت میں جو تجربہ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے کیا ہے وہ یقیناً قابلِ قدر اور قابلِ تقلید ہے۔ مواد اور پروڈکشن میں یہ کتابیں بین الاقوامی معیار کی جانب قدم بڑھا رہی ہیں۔ اس تجربہ کو اگر پرائیویٹ ناشرین تجارتی بنیادوں پر آگے بڑھائیں تو مستقبل میں اچھے نتائج پیدا ہونے کی توقع ہے۔

حال میں جن ادیبوں نے بچوں کا ادب پیدا کیا ہے ان میں میرزا ادیب، اے حمید اور عزیز اثری کے نام اس میدان میں اہمیت رکھتے ہیں۔ میری رائے میں تو یہ حضرات اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں اب توقعات نئے لکھنے والوں سے البتہ کی جا سکتی ہیں جو بدلتے ہوئے حالات کو سمجھیں اور نئے انداز سے بچوں کا ادب تخلیق کریں۔

امریکہ، یورپ یا اشتراکی ممالک سے آئی ہوئی بچوں کی کتابیں ایک خوبصورت تصور پیش کرتی ہیں۔ ان میں لفظوں کا استعمال کم از کم ہوتا ہے مگر ہر لفظ اپنے اندر بچے کے لئے بے پناہ کشش رکھتا ہے۔ ہر لفظ ایک کھلونا ہوتا ہے جس سے بچہ خوش ہوتا ہے۔ بچہ ان لفظوں سے بننے والے خوبصورت تصورات، مناظر اور واقعات سے محظوظ ہوتا ہے مگر ہمارے ادیب لفظوں کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں کہ انہیں صفحات کی تعداد کو بڑھانے کا جنون ہوتا ہے اور وہ کم معاوضہ دینے والے ناشر سے اس طرح زیادہ معاوضہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں ادیب مواد اور موضوع کو بلاوجہ پھیلاتا جاتا ہے اور پھر جب یہ مواد بچے کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اس ڈھیلے ڈھالے کمزور مواد سے بھلا کیسے محظوظ ہو سکتا ہے۔

کتابوں کی اشاعت بہرحال ایک کاروبار ہے مگر یہ کاروبار گندم، کوئلے اور پٹرول کے بیوپار سے مختلف ہے۔ ہمارے ہاں بہت کم ناشر ابھی تک اپنے آپ کو مذکورہ کاروبار سے بلند کر سکے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ کتنے نازک، حساس اور لطیف ادب کا قتلِ عام کر رہے ہیں۔

ایک بات کا میں خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا بھر میں عمر کے مختلف درجوں کے بچوں کے لئے الگ الگ درجوں کی کتابیں ہوتی ہیں جو ان کی عمر کی مطابقت کے اعتبار سے لفظوں کے ذخیرے اور ان کی تخلیہ کی استعداد پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان کتابوں میں تصاویر کا معیار بھی اسی اعتبار سے ہوتا ہے۔ بچہ جب عمر کے ایک درجے سے دوسرے درجے میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لئے کتابوں کا نیا ذخیرہ موجود ہوتا ہے جو اس کی ذہنی استعداد کو مزید بڑھاتا ہے مگر پاکستان کے ماضی اور حال میں اس تجربے کو سنجیدگی سے قبول نہیں کیا گیا۔ یہاں تو بس ناشرین کتابیں شائع کر دیتے ہیں مگر کس عمر کے بچوں کے لئے یہ ان کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا۔

پاکستان میں بچوں کی کتابوں کا مستقبل اپنی مسائل کے حل سے مشروط ہے۔ اول تو یہ کہ بچوں کے ادب کو "فالتو کام" نہ سمجھا جائے۔ اس کی طرف سنجیدگی سے توجہ صرف کی جائے۔ لکھنے والے کو مناسب معاوضہ ملے تاکہ ہمارے ہاں بچوں کے لئے کام کرنے والے خصوصی ادیبوں کا حلقہ بن سکے۔ ہمارے مصنفین اور ناشرین کو جدید دنیا کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ انہیں یہ محسوس کر لینا چاہیئے کہ اب دنیا میں بچوں کے ادب کا معیار بالکل بدل چکا ہے۔ بچے ایک نئی دنیا میں داخل ہو رہے ہیں، اور وہ ایک نئے ادب کا تقاضا کر رہے ہیں بصورتِ دیگر ماضی اور حال کی گردش میں بچوں کا ادب مایوسی کے اسی دوراہے پر ملے گا، پچاس سال بعد بھی اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو گی۔ ★

تحریر : ڈاکٹر سلیم اختر

ایک طرف کرکٹ کا بیٹ اور بال ہے، دوسری طرف کھانے کی چیزیں پڑی ہیں اور تیسری طرف لوڈو اور کیرم بورڈ رکھا ہے اصولاً تو وقت گزارنے کے لئے بچے کو ان میں سے کسی ایک کا انتخاب ہی کرنا چاہیئے اور اس کی فطرت کے تقاضوں کے مطابق یہ انتخاب غلط بھی نہ ہوگا یہی نہیں بلکہ بچوں کی اکثریت کی صورت میں تو یہی انتخاب رونما ہوگا لیکن ایک محدود اقلیت ایسے بچوں پر بھی مشتمل ہے جو ان سب سے منہ موڑ کر ایک کتاب کی معیت میں کسی کونے میں دبک کر وقت گزارنا پسند کریں گے یہی نہیں بلکہ اس طرح وقت گزار کر وہ خوش بھی رہیں گے۔

مطالعہ کے شائق بچوں اور دیگر بچوں میں بنیادی فرق ان کی شخصیت اور اس سے جنم لینے والے نفسی تقاضوں سے پیدا ہوتا ہے کھیل کود اور کھانے پینے کے شائق بچوں کی اکثریت (مگر تمام بچے نہیں) ان بچوں پر مشتمل ہے جنہیں ہم نفسیات کی اصطلاح میں خارج بین (EXTROVERT) قرار دے سکتے ہیں یعنی وہ بچے جو خارج بین ہیں بے پناہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ گھر مہمان آئے تو گھل مل کر بات کر سکتے ہیں۔ بازار سے اچھا اور سستا سودا لا سکتے ہیں۔ سکول میں ان شریر لڑکوں کو دوست بنا سکتے ہیں جن سے باقی لڑکے بدکتے ہوں بھی نہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر خود بھی شریر بن سکتے ہیں بلکہ مزید ضرورت پڑنے پر لڑائی، مارکٹائی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ ان بچوں میں اتنی وافر توانائی ہوتی ہے کہ وہ انہیں ٹک کر بیٹھنے نہیں دیتی۔ یہ حرکت کریں، وہ حرکت کریں، اسے چھیڑیں، اسے چھیڑیں، یہ توڑیں پھوڑیں کر اس سے لڑائی بھڑائی کر کسی کے مدد لگا دیں اور کسی سے دو کھا لیں۔ الغرض فالتو توانائی جو ان کے اندر ابل رہی ہوتی ہے وہ انہیں ادھر ادھر نچائے پھرتی ہے لہذا ان کا کھیل کود یا شرارتیں یا بدتمیزی یا لڑائی جھگڑا سب اس توانائی کے اخراج کی بچگانہ کوششیں ہیں لہذا ان میں "شر" نہ دیکھتے ہوئے انہیں ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔

اس کے برعکس وہ بچے ہیں جو ان سے قطعاً مختلف بلکہ برعکس ہیں۔ جھکی جھکی آنکھوں والے، خاموش بچے، بات بات پر گال سرخ کر لینے والے شرمیلے بچے، یہ بچے اپنے مانوس ماحول سے ہٹ کر کسی اجنبی ماحول میں پریشان ہو جاتے ہیں لہذا نئے لوگوں سے ملنا باعث پریشانی ہوتا ہے۔ یہ باہر نکل کر گلی محلے میں ہم عمر بچوں کے ساتھ مل کر کھیلنے کے اہل نہیں ہوتے سکول میں جائیں گے تو اپنی کلاس میں الگ تھلگ گم سم بیٹھے رہیں گے۔ یہ کھیل کود سے پرہیز کرتے ہیں خارج انہیں ایک خوفناک بلا نظر آتا ہے عام لوگ اور ان کی عام سی باتیں انہیں خوفزدہ کر دیتی ہیں۔ ان بچوں کی اکثریت ان پر مشتمل ہوتی ہے، یعنی نفسیات کی اصطلاح میں "دروں بین" (INTROVERT) کہا جا سکتا ہے ایسے بچے عموماً اعصابیت کا شکار رہتے ہیں۔ یہ اعصابیت انہیں اپنی ذات کے خول میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیتی ہے اسی لئے یہ بچے کھیل کود ایسے جسمانی کاموں کی بجائے پڑھنے لکھنے کے ذہنی کاموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اپنے ماحول سے خوفزدہ ان بچوں کی سب سے بڑی پناہ کتاب ثابت ہوتی ہے۔ اس نوع کے بچوں کے لئے کتاب محض کہانیوں کی کتاب ثابت ہونے کے برعکس ایک نفسیاتی ضرورت بن کر ان کی کملائی ہوئی شخصیت کے لئے نفسی فوائد کا موجب بنتی ہے۔

مطالعہ کتب کے شائق بچوں کی اکثریت کے لئے کتاب دو طرح سے نفسیاتی فوائد پیدا کرتی ہے ایک تو فرار کا راستہ دکھا کر اور دوسرے تطبیق (IDENTIFICATION) کے ذریعہ سے۔

اکثر لوگوں کے ذہن میں اس غلط خیال نے جڑ پکڑ رکھی ہے کہ بچہ دنیا کی سب سے زیادہ خوش و خرم اور مطمئن مخلوق ہے جسے روزی کمانے کے لئے کسی قسم کی جدوجہد نہیں کرنی پڑتی جو فکر فردا اور غم دوش سے آزاد ہے جسے سب پیار کرتے ہیں اور جو اپنی ہر خواہش پوری کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

جہاں تک بچے کا غم روزگار سے آزاد ہونے کا تعلق ہے تو یہ بالکل درست ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ خوشی کی نفسیات میں روزگار کا غم۔ اگرچہ کچھ کردار ادا کرتا نظر آتا ہے مگر وہ کردار بنیادی نہیں ہوتا۔ بچوں کے سلسلہ میں تو خیر اس کی سرے سے کوئی اہمیت نہیں ہے بیشا اوقات تو بالغوں کے لئے بھی یہ چنداں اہم ثابت نہیں ہوتا۔ بالغوں کی طرح بچوں کی خوشی کا بھی بڑی حد تک جذبات و احساسات پر انحصار ہوتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ اپنی محدود دنیا کے مطابق اس کے جذباتی تقاضے اور ان کی تسکین نسبتاً ایک چھوٹے دائرے میں محدود رہتی ہے۔ بچے کی جذباتی نشوونما میں اس کے والدین اور دیگر افرادِ کنبہ کا اس کے بارے میں روا رکھے گئے طرز عمل سے بہت گہرا تعلق ہوتا ہے اسے کتنی توجہ ملتی ہے کیا وہ سب کا مرکز نگاہ ہے یا چند مخصوص افراد کا جیسے دادا دادی یا نانا نانی، بڑے بہن بھائی اسے کتنی اہمیت دیتے ہیں، اور ان کے مقابلہ میں گھر میں اس کا کیا مقام متعین کیا گیا ہے اسے شرارتوں پر پیار سے سمجھایا جاتا ہے ڈانٹا جاتا ہے یا پیٹا جاتا ہے۔ یہ اور اسی نوع کی دیگر چھوٹی باتیں جن کے بارے میں بالغ افراد کبھی شعوری طور سے سوچتے بھی نہیں، بچے کے لئے بہت بڑے جذباتی مسائل ایسی اہمیت اختیار کر لیتے ہیں خارج بین بچہ کیونکہ مضبوط اعصاب پر استوار توانائی سے پُر ایک بھرپور شخصیت رکھتا ہے اس لئے اس پر بالغوں کے ناپسندیدہ طرز عمل کا اتنا شدید ردعمل نہیں ہوتا جبکہ وہ ان سے نبردآزمائی کے لئے اپنی شخصیت کو مزید توانا بنا کر بعض اوقات منفی اور جارحانہ … باطن بین یا

درون بین بچے

کتابوں کا زیادہ

مطالعہ کرتے ہیں

اعصابی کمزوری کے شکار اور کملائے ہوئے بچوں پر ناموافق بالغانہ طرز عمل کے اثرات بے حد شدید ہوتے ہیں، وہ کیونکہ ان کے جواب میں سخت قسم کے ردعمل کے اظہار پر بھی قادر نہیں ہوتا اس لئے وہ دن بدن خوفزدہ ہو کر اپنے اندر ہی اندر سمٹتا جاتا ہے اور یوں اپنے خول میں پناہ گزیں بن کر رہ جاتا ہے۔ ایسے بچوں کے لئے خارج کی ایک اور اس سے وابستہ جہانِ حقیقت کے تقاضے خاصے خوفناک ثابت ہوتے ہیں اس لئے یہ رفتہ رفتہ اپنے لئے ایک الگ جہان تعمیر کر لیتے ہیں۔ یہ دنیا ہے خوش رنگ خیالات کی خوابِ بیداری اس دنیا میں دلفریب رنگ بھرتے ہیں تو فینٹسی وسعتِ آفاق کا باعث بنتی ہے ایسے ہی کتاب اس کے لئے جو روپ اختیار کر لیتی ہے وہ اس کی مخصوص نفسی ضروریات کا پیدا کردہ ہوتا ہے اب یہ محض کہانیوں سے پُر صفحات کی بات نہیں ہوتی بلکہ خوابِ بیداری کی تسکین اور فینٹسی کی آسودگی کی بات ہوتی ہے کتاب اسے دور بہت دور ان دیکھے جہانوں میں لے جاتی ہے جہاں وہ ہونہار مہم جو شہزادے ہوتے ہیں اور خوفناک مناظر سے بھرپور اجنبی فضائیں ہوتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ اسے آزاد رہنے والے بالغ وہاں پر نہیں ہوتے یوں یہ کتاب بالغوں سے فرار کا ذریعہ بھی دکھائی دیتی ہے اور فینٹسی کی پانچویں کھونٹ کا دروازہ کھولنے کے لئے کھل جا سم سم کا بھی کام کرتی ہے۔

بالغ افراد جس طرح قدم قدم پر بچے کو ان کے بچہ ہونے کا احساس دلاتے ہیں وہ اتنا عام ہے کہ اس پر بطورِ خاص داد دینے کی ضرورت نہیں لیکن بچے پر اس کے منفی اثرات کے بارے میں بالغ افراد بہ کبھی سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ بچے پر اس کے منفی اثرات میں کتنا تنوع پایا جاتا ہے اس کی وضاحت اس مضمون کی حدود میں نہیں لیکن اتنا کہ بچے کو ضرورت سے زیادہ بچہ بنا کر اس میں کمزوری اور ناتوانی کے جن احساسات کو ابھارا جاتا ہے بعض اوقات کتاب اس کا مداوا ثابت ہوتی ہے۔ وہ جہاں کہانیوں کے صفحات میں گم ایک قاری سے بڑھ کر کردار بن جاتا ہے۔ افریقہ کے جنگلوں میں آدم خوروں کا مقابلہ کرنے والا بہادر ہیرو، شہزادی کو خوفناک ریچھ کے چنگل سے چھڑانے والا خوبرو شہزادہ ایک پرخطر راستہ تلاش کر کے خزانہ حاصل کرنے والا مہم جو الغرض وہ سب کچھ بن جاتا ہے وہ اب بچہ نہیں رہا بلکہ بہت بڑا آدمی بن چکا ہے۔ وہ ہیرو ہے کم از کم کتاب کے صفحات کی حد تک۔

بچوں کے غیر افسانوی و معلوماتی کتب

تحریر: عطش درانی

بچوں کے لئے چھپنے والی کتب کو عموماً غیر معیاری بلکہ غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے خصوصاً ان کے غیر افسانوی ادب، معلوماتی اور سائنسی کتب پر تو توجہ اور بھی کم دی جاتی ہے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ درسی کتب بچے کی تعلیم و تربیت کے لئے کافی ہوتی ہیں جبکہ دورِ جدید کے ماہرینِ تعلیم بچوں کے وسیع مطالعے کی سفارش کرتے ہیں اور دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں کتاب کا تصور بتدریج آہستہ آہستہ ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ مجموعی اور کثیر مطالعہ بچے کو علم کا واضح اور جامع تصور قائم کرنے میں بے حد مدد ثابت ہوتا ہے۔ جدید ماہرینِ تعلیم اس امر پر اس قدر متفق ہیں کہ شاید ہی کسی اور مسئلے پر اتنے متفق ہوتے ہوں۔

اب مسئلہ صرف یہ ہے کہ بچوں کے کثیر مطالعہ کے لئے کس قسم کا مواد مہیا کیا جائے؟ اور اسے کس انداز میں پیش کیا جائے؟ یعنی کیا لکھا جائے؟ کیسے لکھا جائے؟ اور کس طرح سے پیش کیا جائے؟

WRITING BOOKS FOR BOYS AND GIRLS کی مدیرہ سبلین فریس کتاب کے تعارف صفحہ ۱۳ پر لکھتی ہیں۔ "بنیادی بات یہ ہے کہ بچے ناسمجھ ہوتے ہیں یعنی وہ خود فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کون سی کتاب ان کے لئے مفید ہے اور کون سی نقصان دہ؟ اس لئے ان کے لئے لکھتے ہوئے اس بات کا خیال رہے کہ جو کچھ ہم انہیں مہیا کریں گے وہ اسی کا مطالعہ کریں گے۔"

ہمارے ہاں عام طور پر بچوں کے لئے جنوں بھوتوں پریوں وغیرہ کے کرداروں پر مشتمل بے سر و پا کہانیاں پیش کی جاتی ہیں جن کا کوئی تعلیمی مقصد نہیں ہوتا۔ حال ہی میں ٹارزن وغیرہ کے بعد سکس ملین ڈالر مین کے نام سے بھی بے شمار کتابیں بازار میں آئی ہیں، جن کا بنیادی کہانی سے کوئی تعلق نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس قسم کے مواد کی حوصلہ شکنی کی جائے اور تعلیمی معلوماتی اور علمی نوعیت کا مواد پیش کیا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچوں کے لئے کیا پیش کیا جائے؟ اس کا جواب ایک امریکی ماہر ذوتھ ٹوننز نے اپنی کتاب YOUR CHILDREN WANT TO READ میں دیا ہے۔ وہ بچوں کی کتابوں کو تین بنیادی گروہوں میں تقسیم کرتا ہے اس کے نزدیک پہلے گروہ میں ایسی کتابیں آتی ہیں جو بچے کو اردگرد کی طبعی دنیا کی ساخت سمجھا سکیں ضروری ہے کہ بچہ دنیا میں آنکھ کھولنے کے بعد اس کی طبعی حیثیت کو جانے مثلاً زندگی اس کا آغاز، ارتقا، جانور، درخت پودے، آسمان اور زمین وغیرہ کے بارے میں عام بنیادی معلومات آٹھ سال تک کے بچے کو ان بنیادی باتوں کا علم ہونا چاہیے نو سے گیارہ

لاہور میں کتابوں کی نمائش کا ایک منظر

سال تک اسے انسانی جسم اور دیگر زندہ مخلوقات کے بارے میں عام معلومات حاصل ہونی چاہئیں بارہ سے چودہ سال تک کے بچوں کے لئے علم الابدان، جنس وغیرہ کی معلومات پر مشتمل مواد شامل ہونا چاہیئے۔

دوسرے گروہ میں اس کے نزدیک ایسی کتابیں شامل کرنا ضروری ہیں جو بچے کو معاشرتی تعلیم دے سکیں۔ نو برس تک کے بچوں کو خاندان، ہمسائے اور محلے گاؤں ملک وغیرہ کے متعلق عام معلومات دی جائیں۔ نو سے پندرہ برس تک کے بچوں کے لئے وہ سوانح، شخصیات، تاریخی افسانے، تہذیبی کہانیاں، لوگوں اور ثقافات وغیرہ کی معلومات ناول، نظمیں، موسیقی وغیرہ جیسے موضوعات پر مشتمل مواد کی سفارش کرتا ہے۔

تیسرے نمبر پر اس کے نزدیک جذباتی روحانی اور جمالیاتی تسکین سے تعلق رکھنے والا مواد ہے اس میں وہ ایسی کتابوں کو شامل کرتا ہے جو بچے کی نفسیاتی، ارتقائی ضروریات کو پورا کریں۔ آرٹ، شاعری، ناول کے ساتھ ساتھ وہ مذہبی کتب کو بھی اسی زمرے میں شامل کرتا ہے۔

مختلف معلومات پر مشتمل مواد کو پیش کرنے یعنی بچوں کے ادب کی پیشکش کا انداز ایک اہم اور بنیادی مسئلہ ہے بعض ماہرین کے نزدیک بچہ کہانی میں زیادہ دلچسپی لیتا اور اس سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اور بعض ماہرین بنیادی حقائق اور ٹھوس معلومات کو سیدھے سادے انداز میں پیش کرنے کے قائل ہیں ان میں سے کوئی بھی اسلوب اختیار کیا جائے ہماری رائے میں بنیادی اہمیت دلچسپی کو دی جائے یعنی پیشکش کا انداز اس نوع کا ہو کہ بچہ خواہ مخواہ اس
[illegible]

بچوں کے کتب

مثبت بنیادی

اہمیت بچے کی

دلچسپی کو بچائے

ہو سکتے ہیں:۔

ل) بنیادی معلومات، تاریخ، مہمات وغیرہ کو کہانی کی صورت میں پیش کیا جائے۔

ب) آرٹ ورک پر زیادہ توجہ دی جائے اور زیادہ سے زیادہ خوب صورت طباعت کا اہتمام کیا جائے۔

ج) تعلیمی میدان میں درسی کتب کا خاتمہ کرکے INTENSIVE مطالعہ کا اہتمام کروایا جائے۔

مشہور ماہر تعلیم رابرٹ وائلڈ فیلڈ بچوں کی کتاب کے اسلوب اور پیشکش کے بارے میں جامع اور گہری رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اپنی کتاب CHILDERAN'S LITERATURE STRATEGIES OF TEACHING میں مختلف موضوعات پر مشتمل مواد کو پیش کرنے کا انداز بتاتے ہوئے کئی تجاویز پیش کرتا ہے۔

۱۔ مہمات اور معرکہ آرائیاں

مہمات اور معرکہ آرائی پر مشتمل کہانیاں دنیا میں ہر کہیں پسند کی جاتی ہیں چنانچہ تاریخی مہم جوئی اور معرکہ آرائی کے واقعات کو کہانی کی صورت میں پیش کیا جانا چاہیئے پرائمری سطح کے بچوں کے لئے روزمرہ واقعات ہی کو مہم جوئی کی کہانیوں کی صورت میں ڈھالا جا سکتا ہے ان میں بیک وقت مختلف لوگوں کے متعلق معلومات ان کے مسائل اور رہن سہن کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

۲۔ جانوروں سے متعلق مواد

جانوروں کی کہانیاں بچے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں خصوصاً پالتو اور معروف جانوروں سے متعلق کہانیوں میں ان کی جسمانی حالت، رہن سہن اور دیگر معلومات بخوبی بہم پہنچائی جا سکتی ہیں۔ چھوٹے بچوں کے لئے جانوروں کی مکالماتی کہانیاں اور نوعمر لڑکوں کے لئے جانوروں کی معلوماتی کتابیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

۳۔ سوانح عمریاں

سوانح نگاری کے وقت اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ بچہ کتاب کی مرکزی شخصیت یعنی ہیرو کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور خود کو اس شخصیت کا مماثل ٹھہراتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایسی شخصیات پر لکھا جائے جو کسی نہ کسی پہلو سے قومی یا مذہبی ہیرو ہوں اور مثالی اہمیت کے حامل ہوں۔ سوانح نگاری کے وقت تاریخ، تہذیب، ثقافت، آرٹ، ادب وغیرہ کو بھی ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔

۴۔ معلوماتی کتب

غیر افسانوی ادب میں معلوماتی کتب سے زیادہ اہم ہیں: بچوں کے تجسس، جوش اور جذبے نیز علم کے روزمرہ اضافے کے پیش نظر ان کی تعداد اشاعت افسانوی ادب سے کہیں زیادہ ہونی چاہیئے۔

۵۔ مشاغل اور معمے

مصنف ص۱۹۸ پر لکھتا ہے کہ مشاغل اور معمے

بچوں کے ادب میں سب سے زیادہ اہم ہیں ان کی
طرف کی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ دنیا بھر کے بچے
محسوس کرتے کو نسبتاً زیادہ پسند کرتے ہیں اور دوسرے
یہ کہ ان مشاغل اور معلومات سے بچے کے علم تجسس
مہارت "استحسان اور ذوق میں اضافہ ہوتا ہے۔

یورپ اور امریکہ میں بچوں کے عام فکشن کی
نسبت تعلیمی اور معلوماتی اہمیت کی حامل کتابوں
کی اشاعت زیادہ ہے۔ ایک اندازے کے
مطابق صرف امریکہ میں ہر سال پچاس ہزار سے
زیادہ نئے (کتابیں) ٹائٹل شائع ہوتے ہیں مجموعی
طور پر وہاں بچوں کی کتابوں کی اشاعت بھی بڑوں
کی کتابوں کی نسبت ناقابل شمار حد تک زیادہ ہے۔

مشہور مصنف پالی بیئر لارڈ اپنی کتاب
CHILDREN AND MAN
میں صفحہ پر لکھتا ہے کتنے لوگ ہیں جو یہ بتا سکیں
کہ آج امریکہ میں بچوں کے لئے کتنی کتابیں شائع
ہوتی ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں ان کی تعداد ایک کروڑ
بیس لاکھ تھی۔ ۱۹۲۵ء میں دو کروڑ باون لاکھ
۱۹۲۷ء میں تین کروڑ ایک لاکھ اور اب؟"

مصنف صفحہ ۲۴۲ پر رقمطراز ہے کہ امریکہ میں
۱۹۲۰ء کے بعد سے بچوں کی کتابوں کی اشاعت
تیز تر ہو چکی ہے اور ایک محتاط اندازے کے
مطابق ۱۹۴۰ء کے بعد سے بچوں کا ادب دیگر
کتابوں کی نسبت زیادہ کاروباری اہمیت اختیار
کر گیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ ایک عظیم کاروبار
بن چکا ہے کیونکہ بچوں کی کتابوں کی نکاسی کے
ذرائع عام کتابوں کی نسبت زیادہ ہیں یہ کتابیں
عام دکانوں مثلاً سٹیشنری کی دکان، جنرل سٹور، ادویہ
کے سٹور اور پھل فروش وغیرہ کے ہاں بھی فروخت
ہو سکتی ہیں۔

بچوں کی معلومات میں مرحلہ وار اضافہ ہوتا رہنا چاہیئے

۱۹۶۰ء کے بعد سے جاپان نے تیزی کے ساتھ
بچوں کی کتابوں کے اس میدان میں ترقی کی اور بچوں
کی تعلیمی کتب کے سلسلے میں دنیا میں بازی لے گیا
ہے۔ مختلف معلوماتی کتب، قاعدے، تصویری
کتابیں اور بچوں کے انسائیکلوپیڈیا کی اشاعت
لاتعداد ہے۔ ٹائٹل کی تعداد کے لحاظ سے بھی
اس وقت جاپان دنیا بھر کے ممالک میں سرفہرست
آتا ہے۔

یورپ اور ایشیا کے ترقی یافتہ ممالک کے
اعداد و شمار، انداز پیشکش اور رجحانات کے پیش
نظر جب پاکستان کی کتابی صنعت پر نظر دوڑائی
جاتی ہے تو نتائج مایوس کن ثابت ہوتے ہیں۔

پاکستان میں بچوں کے ادب کی اشاعت محدود داور
کاروبار حوصلہ شکن ہے۔ ۱۹۷۳ء میں شائع
ہونے والی نیشنل بک کونسل کی کتابیات "بچوں
کی کتابیں" کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۷۲ء تک پاکستان
میں اہم اور معروف ٹائٹلوں (کتب) کی تعداد ۲۱۱۰ تھی
ان میں سے کہانیوں، نظموں اور ناولوں وغیرہ کی
تعداد ۱۲۳۰ اور معلوماتی و سائنسی کتب کی تعداد
۹۸۰ تھی گویا معلوماتی مواد کل مطبوعات کا ۴۶.۵
فیصد یعنی نصف سے بھی کم تھا جبکہ یورپ کے
ایک عام ملک میں معلوماتی کتب کل مطبوعات
کا ۸۰ فیصد ہوتی ہیں۔

"تاریخی معلوماتی و سائنسی کتب یعنی غیر افسانوی
مواد کے ان اعداد و شمار کی مزید تقسیم کچھ اس طرح
کی جا سکتی ہے۔

اسلامیات ۔ ۷۰ ٹائٹل } معلوماتی مواد کا ۵.۰ (۱۴)%
سیرت رسول ۔ ۴۶ ٹائٹل }

کتابوں کے ایک مذاکرے میں ایک غیر ملکی ماہر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہے

سوانح شخصیات - ۲۸۰ ٹائٹل
پاکستانیات - ۱۴ ٹائٹل

معلومات عامہ - ۵۱ ٹائٹل
جغرافیہ - ۸۲ ٹائٹل
جانور - ۱۸ ٹائٹل
سائنسی کتب - ۱۰۷ ٹائٹل
تعلیمی کتب قاعدے وغیرہ ۳۷ ٹائٹل
کھیل مشاغل - ۲۱ ٹائٹل
فنی کتب - ۲۸ ٹائٹل

سائنسی معلوماتی کتب - کل معلوماتی مواد کا ۳۵ فیصد

کل معلوماتی ٹائٹل - ۹۸۰

سوانح اور شخصیات کے اعداد و شمار کے تجزیئے کو سامنے رکھا جائے تو نتائج بے حد مایوس کن نظر آتے ہیں۔ بزرگان دین پر ۴۴ ٹائٹل، مسلم حکمرانوں پر ایک سو ٹائٹل، قومی رہنماؤں پر ۴۰ ٹائٹل، شعرا اور ادیبوں پر ۵۸ ٹائٹل، انبیائے کرام پر ۱۳ ٹائٹل، خلفائے راشدین پر ۶۲ ٹائٹل۔ انبیائے کرام میں حضرت آدم، عیسیٰ، ابراہیم، موسیٰ پر زیادہ تر کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ بزرگان دین پر زیادہ تر مواد خلفائے راشدین، ابوذر غفاری، سید احمد شہید، امام اعظم، امام حسن، امام حسین، جمال الدین افغانی، خدیجۃ الکبریٰ، داتا گنج بخش، شاہ ولی اللہ، عائشہ صدیقہ، فاطمۃ الزہرا، مولانا روم وغیرہ پر لکھا جاتا ہے۔ مسلم حکمرانوں میں اتاترک، اکبر اعظم، اورنگ زیب، بابر، ٹیپو، جہانگیر، خالد بن ولید، شاہجہان، صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، محمود غزنوی، نصیر الدین ہمایوں اور ہارون الرشید اہم ہیں۔ قومی رہنماؤں میں سرسید، قائد اعظم، علامہ اقبال، محمد علی جوہر وغیرہ پر زیادہ

اکبر الہ آبادی، حالی، سعدی اور غالب وغیرہ اہم ہیں۔

سوانح عمریوں اور شخصیات پر ان کتابوں میں سے اکثر غیر معیاری اور عجلت انداز کی حامل ہیں۔ دراصل عام ناشرین سکولوں کی لائبریریوں کی سپلائی کے لئے ادھر ادھر سے مسودات لکھوا کر پیش کر دیتے ہیں۔ کاغذ، اخباری اور طباعت بیکار ہوتی ہے تاہم چند اہم کوششیں بھی ہوتی ہیں۔ فیروز سنز کی پاکٹ بکس سیریز معیاری ہیں۔ مکتبہ فرینکلن کے تراجم میں سے چند ایک معیاری اہمیت کے حامل ہیں۔

پاکستانی معلومات پر دو تین سے زیادہ کتابیں نہیں ملتیں۔ مقام افسوس ہے کہ پاکستانی بچوں کے لئے پاکستان بھر میں معیاری خوبصورت اور رنگین کتب تو کجا عام کا سطح کا مواد بھی مہیا نہیں۔

عام معلومات کے موضوعات میں انسان کی کہانی، چاند، کائنات، چڑیا گھر، دلچسپ عجیب معلومات وغیرہ اہم ہیں۔ دنیا کے ملکوں میں انڈونیشیا، ایران، برما، ترکی، جاپان، چین، روس، سیلون، مصر وغیرہ پر ایک سے زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے زیادہ تر کتابیں مکتبہ فرینکلن کے تراجم پر مشتمل ہیں۔ کچھ کتابیں فیروز سنز، شیخ غلام علی اینڈ سنز کی کوششیں ہیں اور کچھ کتابیں نیشنل بک فاؤنڈیشن کی طرف سے پیش کی گئی ہیں جو اپنے گیٹ اپ کے لحاظ سے عمدہ اور خوبصورت ہیں۔

سائنسی موضوعات میں تقریباً تمام اہم موضوعات پر مکتبہ فرینکلن نے تراجم شائع کئے ہیں جو زیادہ تر

پر مشتمل ہیں۔ ابتدائی اور سادہ تجربات پر بہت کم کتابیں ہیں۔ کمپیوٹر وغیرہ کے موضوعات فیروز سنز نے شائع کئے ہیں یا پھر نیشنل بک فاؤنڈیشن نے اس طرف قابل ذکر قدم اٹھایا ہے۔ مکتبہ فرینکلن کے تراجم کی خوبصورت اشاعت کے ضمن میں پبلشرز یونائیٹڈ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

بچوں کے لئے تعلیمی مواد، مضمون، قاعدوں اور خوش خطی کی کتابوں کے سلسلے میں ملک دین محمد، اعجاز تیول اور فیروز سنز کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ کھیلوں اور مشاغل میں جادو کے کمالات، ڈاک کے ٹکٹ، فرصت کے کھیل، جوڈو کراٹے وغیرہ آج کے اہم موضوعات ہیں۔ فنی کتب میں بجلی، ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، مرغی خانہ پر زیادہ کتابیں ملتی ہیں۔

بچوں کے تعلیمی لٹریچر کے ضمن میں مکتبہ شاہکار کے بے بی انسائیکلوپیڈیا، مرکزی اردو بورڈ نے ابتدائی انسائیکلوپیڈیا کے نام سے ایک جلد شائع کی ہے ان کی خوبصورت اور رنگ دار طباعت ہوئی ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے "حرف و معانی" کے نام سے ایک خوبصورت انسائیکلوپیڈیا شائع کیا ہے۔ ان انسائیکلوپیڈیا کے علاوہ بچوں کا تعلیمی مواد زیادہ نہیں۔

بچوں کے تاریخی، معلوماتی، سائنسی مواد کے متعلق ادیبوں میں اسلامی اور تاریخی موضوعات پر بہاول خان ناگرہ، مولانا محمد صالح، جمیل واسطی، بدر الدین بدر، خالد بٹالوی، محمد اسماعیل پانی پتی، مولانا کفایت اللہ، مولوی محمد سلیمان، کلیم نشتر، مولانا محمد زکریا، مولانا قاری احمد، قاضی عبدالنبی کوکب، مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی، سراج حسن حسرت، سید سلیمان ندوی، مقبول انور داؤدی، قاضی سلیمان

خیرآبادی، عشرت رحمانی، عبدالرحمٰن شوق، عبدالسلام خورشید، درد کاکوروی، طالب ہاشمی، اعجاز الحق قدوسی، مرزا ادیب، سید نظر زیدی، ابوالخیر کشفی، محمود علی خان، ناظر حسن زیدی اور نصیر الدین قابل ذکر ہیں۔

معلوماتی و سائنسی مصنفین اور مترجمین میں سید ہاشمی فریدآبادی، آغا محمد اشرف، سید قاسم محمود، زاہد حسین انجم، مرزا ناصر صلاح الدین، سید علی ناصر زیدی، شیدا کاشمیری، مولوی عبدالحق، مولانا غلام رسول مہر، عبدالسلام خورشید، عبدالمجید سالک، الطاف پرواز، نصیر الدین امس، فیروزہ یاسمین، سیف الدین حسام، سید عابد حسین، محمد سعید، سید محمود شاہ، عبدالرحمٰن شوق، ابن فرید، لطیف فاروقی، سراج الدین ظفر، رضا احمد جعفری، محمد گلستان، قیوم نظامی، محمد منیر، قاسم خورشید، نذیر قریشی اور عنایت اللہ وغیرہ اہم ہیں۔

بچوں کی معلوماتی و سائنسی کتب کے ناشرین میں مکتبہ فرینکلن اس لئے قابل ذکر ہے کہ اس سے پہلے زیادہ تر مذہبی اور تاریخی موضوعات پر کتابیں شائع ہوتی تھیں اس ادارے کی تحریک پر اہم ادیبوں نے سائنسی اور معلوماتی موضوعات پر کتابوں کے تراجم کئے۔ لاہور میں آئینہ ادب، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لمیٹڈ، مقبول اکیڈمی وغیرہ اہم ہیں۔ ان میں پبلشرز یونائیٹڈ نے رنگین اور خوبصورت کتابیں شائع کیں۔ دیگر ناشرین میں تاج کمپنی، ادارہ مقبول ناشران قرآن، ملک دین محمد، گلوب پبلشرز، مکتبہ عالیہ، اردو اکیڈمی سندھ، شیخ شوکت علی، کراچی بک ڈپو، ٹیکنیکل پبلشرز، بساط ادب، قومی کتب خانہ، فیروز سنز، سنگ میل، مکتبہ میری لائبریری، اسلامک پبلیکیشنز، مکتبہ اشاعت ادب، نوبہار بک ڈپو، پنجاب بک ڈپو، ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی، مکتبہ کارواں، تخلیق مرکز، کلاسیک، ادارہ رفیق روزگار وغیرہ اہم ہیں۔

— ★ —

کورین پبلشرز ایسوسی ایشن

کورین پبلشرز ایسوسی ایشن ایک نیشنل ٹریڈ آرگنائزیشن ہے یہ ۱۹۴۷ء میں قائم کی گئی تھی۔ اس کا قیام کتابوں اور رسائل وجرائد کے ناشرین کی شرکت اور تعاون کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ ۱۹۷۸ء تک اس ایسوسی ایشن کے ممبران کی تعداد ایک ہزار چوہتر تھی اس ایسوسی ایشن کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ کتابی دنیا مستحکم رہے اور نشر و اشاعت آزادی سے ہمکنار ہو۔

کورین پبلشرز ایسوسی ایشن کے ایک صدر دو نائب صدر دس ایگزیکٹو ڈائریکٹروں، اکہتر ممبروں اور تین آڈیٹروں پر مشتمل ہے اس ایسوسی ایشن کی چھ خصوصی سب کمیٹیاں بھی ہیں اور چھ ڈویژنوں میں سیکرٹریٹ بھی ہیں۔ ہر سیکرٹریٹ میں تینتیس ملازمین کام کرتے ہیں۔

کورین پبلشرز ایسوسی ایشن نے ۱۹۵۷ء میں انٹرنیشنل پبلشرز ایسوسی ایشن میں بھی شمولیت کرلی تھی۔ اب اس ایسوسی ایشن نے نشر و اشاعت کے کاروبار کے لئے علیحدہ فنڈز اور ضابطے بھی ترتیب دے رکھے ہیں۔ ناشرین کے لئے اس کا ضابطہ اخلاق بہت موثر ثابت ہوتا ہے ایسوسی ایشن نے حکومت اور لوگوں میں مفاہمت بڑھانے کے لئے کوریا میں نہایت قابل ذکر کردار ادا کیا ہے حال ہی میں اس ایسوسی ایشن کی سفارش پر کوریا کی حکومت نے کتابوں کے مصنفین کو ہر طرح کے ٹیکسوں سے چھوٹ دے دی ہے اور ناشرین کو بھی انکم ٹیکس معاف کردیا ہے۔

کورین ایسوسی ایشن کے پاس ۱۹۶۹ء میں ناشرین کی جانب سے اکتالیس لاکھ اسی ہزار وان تھے۔ اور اس کے علاوہ حکومت کی جانب سے پچاس لاکھ وان بھی دیئے گئے تھے۔ ۱۹۷۶ء میں کورین پبلشرز ایسوسی ایشن کے پاس فنڈز کا تخمینہ پچیس کروڑ وان یعنی پانچ لاکھ ڈالر ہے۔

کورین پبلشرز ایسوسی ایشن کتابوں کی دنیا میں جو کردار ادا کر رہی ہے حکومت اس سے بخوبی طور پر آگاہ رہتی ہے۔ اور اس کی مزید ترقی اور استحکام کے لئے کوشاں رہتی ہے حکومت اسی ایسوسی ایشن کے ذریعے سے کوریا میں تحقیقی کام اور تخلیقی کاموں کو بھی سرانجام دینے کے لئے کئی طرح کی نئی پالیسیوں کو بھی روشناس کرا رہی ہے۔ ایسی مصروفیات کے لئے کلچرل آرٹسٹک پروموشن انسٹی ٹیوٹ بھی اس ایسوسی ایشن کی مدد کر رہا ہے۔ اس ایسوسی ایشن کو مزید سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کوریا کی حکومت اس کے فنڈز میں بدستور اضافہ کرتی رہتی ہے اور عالمی سطح پر کتابوں کے حوالے سے شرکت اور تربیت کے انتظامات بھی کرتی ہے۔ کتابی دنیا کے فروغ کے لئے اس براہ راست تعاون اور سرپرستی کے ساتھ کوریا کی حکومت بالواسطہ طور پر بھی مدد کرتی رہتی ہے وہ اس صورت میں کہ تخلیقی مصنفین، شاعروں، ناول نگاروں اور دوسرے تخلیق کاروں کی سرپرستی کرکے ان سے ان کی تخلیقات حاصل کرتی ہے (نیوز لیٹر کراچی)

تحریر: محمد علی چراغ

زیر نظر مضمون کا مقصد یہ ہے کہ ان امور اور اقتباسوں کا جائزہ لیا جائے کہ جن کی بنا کر مصنفین بچوں کے لئے اچھی کتابیں لکھ سکیں۔ اچھی کتاب کون سی ہوتی ہے؟ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے۔ کیا محض ظاہری طور پر خوب صورت چھپی ہوئی کتاب اچھی ہوتی ہے؟ یا رنگا رنگ تصاویر سے مزین اور مضبوط جلد والی کتاب اچھی کہی جا سکتی ہے؟ ان امور کا فیصلہ آسان نہیں ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کے لئے اچھی کتاب سے کیا مراد ہے؟ بچوں کی کتابوں کے بارے میں یونیسکو کے تحت یونیسکو ریجنل ورکشاپ فار ایشین رائٹرز اینڈ ایڈیٹرز آف دی بکس فار چلڈرن اینڈ یونا ئٹڈ ۲۴ اپریل سے ۲۹ اپریل ۱۹۷۰ء ٹوکیو میں منعقد ہوئی۔ بچوں اور نوجوانوں کی کتابوں پر ذیل میں ہم کورین ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ انسٹی ٹیوٹ کے ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر شین سی ہو کا ایک مضمون پیش کر رہے ہیں۔

اپنے اس مقالے میں ڈاکٹر شین سی ہو نے چار بنیادی سوالات اٹھائے کہ:

۱۔ ہم بچوں اور نوجوانوں کی کتابوں کی کیا تعریف کر سکتے ہیں۔

۲۔ بچوں اور نوجوانوں کی کتابوں کی کیا خصوصیات ہونی چاہئیں اور انہیں کن اوصاف کی حامل ہونا چاہیئے۔

۳۔ بچوں کی کتابوں کے مصنفین کے لئے کس طرح کی قابلیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے اور اسی طرح بچوں کی کتب کے مدیران، مصور اور مترجمین کن اوصاف اور قابلیتوں کے مالک ہونے چاہئیں۔

۴۔ دنیا میں بچوں کی کتابوں کی تیاری اور نشر و اشاعت کے میدان میں کن کن شعبوں میں تربیتی کورسز کا اہتمام کیا جانا چاہیئے۔

بچوں کی کتاب کی تعریف

بچوں اور نوجوانوں کی کتابوں کی ہم زیادہ سے زیادہ یہی تعریف کر سکتے ہیں کہ وہ بچوں کے لئے وافر اور بہتر معلومات اور تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیں۔ اس کے ساتھ ہی بچوں کی وہ کتابیں بچوں میں دلچسپی اور لگن پیدا کریں۔ کتابوں کا مواد بچوں کو متاثر کرتا ہو اور بچے اس سے باقاعدہ طور پر کوئی نہ کوئی اثر بھی قبول کریں — بچوں کی کتاب کی یہ تعریف یقیناً کئی طرح کی پیچیدگیوں اور مسائل کا موجب بن سکتی ہے۔ کیونکہ اس صورت حال میں تو بچوں کی کتابیں ایک سطح پر سراسر پروپیگنڈا دکھائی دینے لگتی ہیں۔ ان کتابوں میں ایسی صورت میں تو اعلانات، دستاویزات اور تحکمی نقطۂ نظر سے پروپیگنڈا ہی جھلکتا دکھائی دے گا۔ یقیناً ان امور سے منہ نہیں موڑا جا سکتا بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بچوں کی کتابیں ابتدائی سطح پر پروپیگنڈا ہی شمار کی جاتی ہیں اور چونکہ بچوں اور نوجوانوں کو معلومات اور علوم و فنون سے آراستہ کرنا مقصود ہوتا ہے بدیں وجہ پروپیگنڈا کا عنصر آ جانا لازمی بھی ہے۔ ایسی صورت میں مصنفین کی ذمے داری اور بھی کٹھن اور اہم ہو جاتی ہے کہ وہ ان معلومات اور علوم و فنون کو کس اسلوب و انداز سے پروپیگنڈے کے نتائج سے محفوظ رہ کر بچوں تک ان کے زیادہ قریب ہو کر پہنچاتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ مصنفین اپنے طور پر تخلیقی قابلیت اور اعلیٰ استعداد کے مالک ہوں۔

بچوں اور نوجوانوں کی کتابوں پر مزید بات کرنے کے لئے یہ ضروری دکھائی دیتا ہے کہ بچوں کی کتابوں کی حد بندی یا تعین کر لیا جائے گو کہ یہ تعین بذات خود ایک نہایت محتاط اور اہم کام ہے تاہم بات بڑھانے کی خاطر یوں کہا جا سکتا ہے کہ کوئی بھی ایسی تحریر نظم یا نثر کے قالب میں جو بچوں کے لئے لکھی گئی ہو اس میں کسی نہ کسی نوعیت کی تعلیمی اور معلوماتی ضرورت کو پیش نظر رکھا گیا ہو وہ بچوں کے لئے مخصوص کی جا سکتی ہے۔ یہ تخلیق ادبی بھی ہو سکتی ہے اور تاریخی بھی۔ ایسی تحریریں مدلل اور موازنہ بھری بھی ہو سکتی ہیں۔ بعض تحریریں جو حادثاتی طور پر یا اتفاقی طور پر بھی بچوں اور نوجوانوں کی تعلیمی ضروریات پوری کریں یا معلومات افزا ہوں وہ بھی بچوں کے لئے مخصوص کی جا سکتی ہیں۔ بعض مصنفین بچوں کی ان تعلیمی ضروریات کو شعوری طور پر پیش نظر رکھ کر کوئی نہ کوئی تخلیق کرتے ہیں تو ایسی تحریریں بھی بچوں کے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہیں لیکن ایسی صورت میں لازم ہے کہ مصنف اپنی شعوری کوشش سے اپنی تحریر و تخلیق کو اسلوب و انداز سے عاری نہ کر بیٹھے کیونکہ شعوری طور پر

صفحات کو کسی تحریر میں ٹھونسنے کا کام خاصا کٹھن اور ریفتیالوں کا متقاضی ہوتا ہے۔ ایسی تحریروں کا نتیجہ اپنی بچوں میں مصنف کے لئے نفرت کا جذبہ بھی پیدا کر دیتا ہے۔

کچھ بچوں کی کتابوں کے اوصاف کے بارے میں

جب ہم بچوں کی کتابوں کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی ہمارے ذہن میں آتا ہے کہ بچوں کے لئے اچھی کتابیں؟ لیکن اچھی کتاب کے ہم کیا اوصاف متعین کریں گے۔ یہ جو اچھی کی اصطلاح ہے عموماً اس کا اطلاق ہم تعلیمی معلوماتی، موثر اور ذہنی طور پر اثر چھوڑنے والی کتاب کے بارے میں کرتے ہیں۔ بچے کے سماجی اور باہمی زندگی کے بارے میں کوئی روشنی بخشنے والی کتاب یا اس کی جمالیاتی اور جذباتی نشوونما کرنے والی کتاب کو بھی اچھا شمار کرتے ہیں۔ یہاں اچھے سے مراد انگریزی کا لفظ گڈ "Good" ہی ہے۔ اچھی کتابوں میں بچوں اور نوجوان قارئین کیلئے تجسس بھری کتابیں، تحقیق و تفتیش کا پتا دینے والی کتب یا مثالوں کے سے انداز میں تجسس پیدا کرنے والی کتابیں بھی ہو سکتی ہیں۔

دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ بچوں کیلئے اچھی کتاب وہ ہوتی ہے جو بچے میں اس کے قریب کے سے انداز میں اور بچے کے کسی من پسند اسلوب میں جستجو کا مادہ پیدا کرے اور یا بچے کے علم میں اضافہ کرے اور اس کی معلومات کو فزوں تر کرتی ہو یا بچوں کی پہلے سے موجود معلومات اور علوم میں اضافہ کریں اور انہیں مزید وسعت دیں۔ بچوں کے تجربات کو مزید وسیع کریں۔ بچے جو اپنے ماحول میں تبدیلیاں محسوس کرتے ہیں یا جو تقاضے محسوس کرتے ہیں ان کے [illegible]

تسلی بخش جوابات فراہم کرتی ہوئی کتابیں تو ہر طرح کے بچے کے لئے اچھی اور مفید قرار دی جا سکتی ہیں۔ ان کے علاوہ بچوں اور نوجوانوں کی کتب کے لئے درج ذیل اصول پیش نظر رکھ کر انہیں اچھی کتابیں کہا جا سکتا ہے، انہیں بچوں کی کتابوں کے لئے رہنما اصول بھی بنایا جا سکتا ہے:-

۱۔ دنیا جہاں کے رنگا رنگ تجربات، زمان و مکاں اور ان کے کلچر کو پیش نظر رکھ کر بیان کئے جانے چاہئیں۔ بچے جس دنیا میں رہتے ہیں یا جس دنیا کے بارے میں وہ سوچتے ہیں ان کے بارے میں حقیقی یا قیاسی باتوں سے معمور کتابیں لکھی جائیں۔

۲۔ بچوں کی کتابوں میں انسانی زندگی کے معیار کے بارے میں ہر طرح کی معلومات اجتماعی اور انفرادی سطح پر ماہرانہ سلیقے سے مہیا کی جا سکتی ہیں۔

۳۔ نئی معلومات کی سنسنی خیز صورت حال کو بھی بچوں کے لئے موضوع بنایا جا سکتا ہے اور ہر وقت یکساں اور غیر متبدل معلومات کو موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ نئے علوم و فنون، رجحانات اور ان کی اقدار پر بھی بات کی جا سکتی ہے۔

۴۔ سائنسی اور تخلیقی سطح پر ہر طرح کے تجربات بھی بچوں

تجسس، تاثر اور تعلیم و تربیت

بنیادی اصول

کی کتب میں برتے جا سکتے ہیں۔ ان تجربات کے تمام مراحل اور ان کی تفصیلات بھی ان موضوعات کا حصہ بن سکتی ہیں۔

۵۔ نامعلوم یا عدم کے لئے جتنے بھی موضوعات بن سکتے ہیں وہ سب بچوں اور نوجوانوں کے ادب کا ایک نہایت اہم دلچسپ اور جستجو بھرا حصہ بن سکتے ہیں۔ ان موضوعات میں ماورائی عنوانات کا در آ جانا ایک لابدی اور لازمی امر ہو گا لیکن ان کے لئے مصنف کو اپنے اسلوب پر خصوصی توجہ دینی ہو گی۔

۶۔ بچوں میں طبع انسانی کے بارے میں فہم و ادراک پیدا کرنے اور انسانیت کے بارے میں بیداری پیدا کرنے والے موضوعات، سماجی اور مادی ماحول کی جزئیات، خارجی دنیا اور دوسرے

لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات اور روابط بھی بچوں کی کتابوں میں سموئے جا سکتے ہیں۔

۷۔ بچوں اور نوجوانوں کی اچھی کتابوں کی ایک صفت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان میں حسن و توازن کی تحسین موجود ہو۔ اچھائی کو سراہا گیا ہو اور انسانی ترقیوں اور کامرانیوں کو بحیثیت مجموعی انسانیت کیلئے ایک لازوال ورثے کے طور پر قبول کیا گیا ہو۔ انسان کی ان کامیابیوں کے ساتھ ان کی ستائش بھی کی گئی ہو تاکہ بچوں میں اپنے تئیں ان کا ساشوق پیدا ہو اور ان کا تجسس بڑھے۔

۸۔ اچھی کتابوں کے لئے ایک نہایت بہتر اور معاون اصول یہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔ بچوں میں اچھائی کا جذبہ پیدا کرنے اور ابھارنے کی کوشش بھی کی گئی ہو اور ایسے کارناموں اور کاموں کے لئے تیار کیا گیا ہو کہ جن سے اجتماعی فلاح کی صورت بھی نکلتی ہو۔ ان مقاصد کے لئے لازمی طور پر پروپیگنڈے کی صورت مفید نہیں ہوتی بلکہ تاریخی واقعاتی صورت زیادہ کامیاب رہتی ہے۔

۹۔ صحیح قوتِ فیصلہ اور تفوق بخشنے والی کہانیاں کہ جن میں انسانی زندگی کے کردار موجود ہوں وہ بھی بچوں کے لئے لکھی جا سکتی ہیں اور نیچے ان کے ہر دو طرح کے منفی یا مثبت پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے حق اور باطل کا امتیاز کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں اور انسانی بنیادوں پر ہی بڑے اور بھلے میں تمیز کر لیتے ہیں۔

۱۰۔ بچوں کے فہم و ادراک سے تعلق رکھنے والے تمام موضوعات یا نئے سوالات کو جنم دینے والے بچوں کے ہر طرح کے موضوعات، انسانی ذہن، واقعات و حالات اور مظاہرِ عالم سب بچوں

وہ ۔۔۔ کے لئے کتنے ۔۔۔ اور تسلی کا کستہ

۱۱۔ اسی طرح تخلیقی، نظری یا احساساتی امور کے بارے میں معلومات کے حصول کے لئے بھی بچوں کی اچھی کتابیں اچھا کردار ادا کر سکتی ہیں۔

بچوں کا اچھا مصنف

ظاہر ہے جب ہم اپنے حالات اور ضروریات کے مطابق کس طرح سے بچوں کی اچھی کتاب کی تعریف کر لیتے ہیں تو وہ فوری طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ جو مصنف بچوں کی اچھی کتاب لکھتا ہے وہی بچوں کا اچھا مصنف ہوتا ہے لیکن یہ جواب بعض صورتوں میں اطمینان بخش ثابت نہیں ہوتا تاہم ایک اچھے مصنف کے لئے تربیتی نقطۂ نظر سے بھی اور نظری اعتبار سے بھی باکردار ذہین اور وسیع پس منظر کا مالک ہونا ضروری ہے لیکن پھر بھی نئے مصنفین کی اگر تربیت مقصود ہو تو ان کے لئے درج ذیل امور بھی ملحوظ رکھے جاتیں۔

۱۔ بچوں کے مصنفین میں تجربات کے ردّ و قبول کیلئے وسعت ہو اور وہ ذہنی طور پر تنگ ذہن اور تنگ نظر نہ ہوں۔

۲۔ بچوں کے لئے اور نوجوانوں کے لئے ہمدردی کا جذبہ اور خلوص رکھتے ہوں اور وہ اس طبقہ کو بخوبی سمجھتے بھی ہوں۔

۳۔ آسودہ ذہن و فکر اور فن کے مالک ہوں۔

۴۔ صاحبِ وجدان، اعلیٰ ذہانتوں کے مالک اور تخلیقی استعداد رکھتے ہوں۔

۵۔ گرنا گوں تعلیم یا فلسفے سے واقف ہوں وافر علوم کے حامل اور جدیدیت آشنا ہوں۔

۶۔ ذہنی اور فکری طور پر بچوں کے مصنف کا وفادار اور ایماندار ہونا ایک اچھا مصنف ثابت ہونے کے لئے لازمی شرط ہے اس کے علاوہ وہ آسودہ خاطر اور ۔۔۔ سیکھا ہوا ہونا چاہیئے۔

ہے۔۔۔۔

اچھی کتابیں اور اچھے مصنفین

۷۔ تخلیقی قوت کا مالک اور فن کارانہ خوبی سے خود بخود مستعدی اور سرگرمی بحال رکھنے والا ہو۔

۸۔ بچوں کے مصنف میں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بچوں کی سطح پر آ کر اپنے جذبات و احساسات کا اظہار و ابلاغ کر سکتا ہو اور وہ اپنے تجربات کو بچوں کی زبان میں ان سے زیادہ قریب رہ کر بیان کرنے کا سلیقہ رکھتا ہو۔

۹۔ بچوں کے مصنف کے لئے خود مختار، جاں نثار اور مخلص جدوجہد کرنے والا نڈر، امن پسند اور حساس ہونا بھی ضروری ہے۔

بچوں کے تربیتی کورسز کے لئے چند تجاویز

بچوں کے اچھے مصنفین کے لئے اس سے پیشتر ہم جو اوصاف اور ذہنی استعدادوں کی نشاندہی کر چکے ہیں ان میں سے بعض کی تربیت کی ۔۔۔

بعض استعدادیں اور اوصاف خداداد ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمارے بچوں کے مصنفین کی تربیت کے لئے پھر کئی طرح کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں کہ ہم انہیں کون خطوط پر تربیت دیں؟ ان کی تربیت کون لوگ کریں؟ ان تربیت دینے والوں کی تربیت کون کریں؟ عملی مرحلہ دار کام دکھائی دینے لگتا ہے۔ ان کے علاوہ کئی دوسرے امور کہ ان کی تربیت کس طرح کی جائے اور کن اصولوں سے انہیں تربیت کا خوگر بنا دیا جائے؟ یہ تمام باتیں اپنی جگہ پر لیکن پھر بھی تجویز کیا جا سکتا ہے کہ بچوں کے مصنفین کی تربیت کے لئے بچوں کی نفسیات پر ہر طرح کے موضوعات مثلاً بچے کی نشوونما، ذہنی، لسانی، جذباتی، سماجی اور ذخیرہ الفاظ، بچے کے حصول علم کے ذرائع اور سماجی ضروریات، بچے کے تخیلات، بچے کی تخلیقی صلاحیتیں اور بچے کے تصورات، بچے کی نفسیات سمجھنے کے سائنسی اور سماجی پیمانے وغیرہ جیسے نفسیاتی پہلوؤں کے علاوہ بچوں کے لئے دنیا کی تہذیب اور تاریخ عالم، سماجی تاریخ اور اس کا نشوو ارتقا اور انسانی لسانیات پر بھی بات کی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد نیچرل سائنس کے تحت زمین، سمندر اور سمندروں کے بارے میں ہر طرح کی معلومات، خلا اور خلا کے بارے میں تمام تر معلومہ معلومات، تحقیقات، علم الاجسام، کیمیا اور طبیعیات وغیرہ شامل ہیں۔

اب عہد جدید میں مواصلات کے تمام ذرائع ان کی تاریخ اور نظریات اور ٹیکنالوجی بھی دلچسپ موضوعات بن سکتے ہیں۔ بچوں کے لئے تخلیقی تحریریں اور ان کی عملی صورت: بچوں کے لئے طباعت و اشاعت اور ان کی تکنیک، دنیا کی بڑی بڑی کتابیں، بچوں کی کتابوں کا ارتقاء، زبان، غیر ملکی زبانیں اور میڈیائی عمل یہ سب موضوعات ایسے ہیں کہ ان پر باقاعدہ طور سے بچوں کے مصنفین کو تربیت دی جا سکتی ہے۔

دنیا کے ہر ملک میں بچوں کے مصنفین کو چاہیئے کہ وہ بچوں کی جدید تر ضروریات کو پیش نظر رکھیں اور یہ خیال رکھیں کہ بچہ بھی ایک کامل مرد ہوتا ہے لیکن اس میں ابھی شعور کی بعض باریکیاں نہیں پیدا ہوئی ہوتیں لیکن اس کے شعور کی کھڑکیوں کو بند نہیں سمجھنا چاہیئے۔

عالمی یوم خواندگی

دنیا بھر میں ہر سال ۸ ستمبر کو عالمی یوم خواندگی منایا جاتا ہے یہ دن ۱۹۷۰ء سے دنیا بھر میں ہر سال باقاعدگی سے منایا جا رہا ہے اس سال اس یوم کے موقع پر برما میں کتابوں کی ایک نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا برما میں اس کتابی نمائش کا افتتاح وزیر تعلیم نے کیا تھا اس کتابی نمائش کے لئے یونیسکو کا ناخواندگی ختم کرنے کے لئے جو نعرہ ہے وہی مخصوص کیا گیا تھا۔ یعنی "ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔" اقوام متحدہ نے دنیا بھر میں عالمی یوم خواندگی بھی اسی نقطہ نظر کے تحت متعارف کرایا ہے اس روز برما میں نمائش کے موقع پر سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے افسران نے شرکت کی۔ برما میں اس خاص موقع پر برما کے بارہ مشہور شاعروں کی منتخب نظموں پر مشتمل ایک کتابچہ بھی شائع کیا گیا اس کتابچے کی خوبی یہ تھی کہ ان نظموں کا انگریزی ترجمہ بھی شامل تھا۔

برمی زبان کی املا اور ہجے

برمیز لینگوایج کمیشن نے برمی زبان کی املا اور ہجوں پر مشتمل ایک حوالہ جاتی اور رہنما کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ برمی زبان کی املا اور ہجے بعض حالات میں مشکلات اور مسائل کا موجب بنتے تھے اس لئے ایک معیاری اور مثالی ہجے اور املا پیش کر کے ناشرین، مصنفین اور طالب علموں کی اس ضمن میں مشکلات کو حل کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ برمیز لینگوایج کمیشن برما کی حکومت نے برمی زبان کی انہی ہجوں اور املا کی مشکلات حل کرنے کی خاطر قائم کیا تھا اس ادارے نے کئی سال کی محنت کے بعد ان مشکلات پر قابو پایا ہے اور ایک کتاب معیاری ہجوں کو متعارف کرانے کے لئے شائع کی ہے یہ کتاب برما کے ہر بک سیلر سے اب دستیاب ہے۔ یہی کمیشن برمی زبان کی ایک معیاری لغت کا ترتیب . . . . . ۔

اسی طرح برمی گرامر بھی اس کا ایک اہم منصوبہ ہے۔ برمیز لینگوایج کمیشن نے ملک بھر کے دانش وروں، محققوں اور ادبی انجمنوں کے کارکنوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنی تجاویز اور آرا پیش کریں تاکہ لسانیات کا یہ کام زیادہ واضح اور جامع ہو سکے۔

مصنفین کیلئے مراعات

بمبئی اسمبلی میں گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک بل کی منظوری دی ہے جس کے تحت مصنفین کو اپنی معیاری اور تخلیقی کتابیں شائع کرنے کے لئے مالی مراعات بھی دی جایا کریں گی۔ اس سکیم کے تحت اگر ایک مصنف کی پہلی کتاب کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور اس کی دوسری کتاب بھی شائع کی جایا کرے گی اور اس کی گیارہ سو جلدوں کے اخراجات حکومت اور مصنف برداشت کیا کریں گے۔

ایران میں بچوں کی کتابوں کی نشر و اشاعت

ترجمہ : ایم افضل

پچھلے چند برسوں میں ایران میں تعلیمی میدان میں نمایاں ترقی ہوئی ہے اور اب شاید ہی دور دراز کے دیہی علاقوں میں رہنے والے کچھ بچوں کی تعداد اسکول نہ جاتی ہو۔ اس لحاظ سے یہ زیادہ حیران کن بات نہیں کہ پچھلے پندرہ برسوں میں بچوں کی کتابوں کی اشاعت بہت تیز رفتاری سے بڑھی ہے اور ناشروں کا دعویٰ ہے کہ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتابیں بچوں کی ہی ہیں۔ ذیل کا گوشوارہ اس بات کی تائید کرتا ہے :۔

صرف ۷۵-۱۹۷۴ء ہی میں نئی چھپنے والی کتابوں کی تعداد دو سو ہے اگرچہ یہ تعداد اب ۶۰۵ تک ہو گئی ہے مگر یہ اشاعت میں سہولتوں کی کمی، کاغذ کی کمیابی اور اس سے متعلقہ دوسرے مسائل ہیں۔ بچوں کی کتابوں کا ایک ایڈیشن ایک ہزار سے لے کر ۵۰۰۰ تک کی تعداد میں چھپتا ہے۔ پندرہ سال قبل ایک ناشر کو بچوں کی کتاب کا ایک ایڈیشن بیچنے کے لئے تقریباً تین سے پانچ سال تک انتظار کرنا پڑتا تھا مگر اب کئی کتابیں اتنے عرصہ میں تین چار بار چھپ جاتی ہیں جیسا کہ دنیا کے کئی ممالک میں بچوں کا ادب لوک کہانیوں کی نشر و اشاعت کے بعد ترقی کی جانب مائل ہوا ہے۔ ۱۹۴۰ء کے اوائل میں سوبحی ایک مشہور کہانی گو نے ریڈیو کے ذریعے ملک بھر کے بچوں اور بڑوں کو کہانیوں کی طرف راغب کیا اور ان سے پسندیدہ کہانیاں اکٹھی کر کے کچھ ہی سال بعد انہیں کتابی صورت میں دی اور وہ کتابیں آج بھی پرائمری کے بچوں میں یکساں مقبول ہیں۔

دوسری جنگ عظیم سے پہلے بچوں کی کتابوں کے صرف چند ایک ہی مصنف تھے مگر بچوں کے بہت سے پیشہ ور ادیب بھی ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی کہانیوں کے کردار یا تو بولنے والے جانور ہوتے ہیں یا پھر ناقابل یقین کردار کے حامل ہیرو۔ مگر بدقسمتی سے ایرانی بچوں کے لئے ایسی کتابیں بہت ہی کم ہیں جو ان کے اپنے واقعات اور مسائل کے بارے میں ہوں اور وہ بھی زیادہ تر درآمد کی ہوئی ہیں۔ ترجمے کی روایت ۱۹۳۰ء سے شروع ہوتی ہے۔ فارسی میں ترجمہ ہونے والے ادیب گریم اور اینڈرسن ہیں، ان کے بعد پیرالٹ جیولز ورنے، سوفٹ، ڈیفو اور بچوں کے دیگر کلاسیکل ادیب ہیں۔ ان کتابوں کی مدد سے بچوں نے اپنے تخیل سے سمندر پار ممالک کے بارے میں سوچنا سمجھنا شروع کیا۔ دنیا کے دوسرے لوگ ان کے لئے اب صرف تاریخ اور جغرافیے ہی کا حصہ نہیں تھے بلکہ چلتے پھرتے انسان تھے۔

۱۹۵۰ء کے وسط میں اگرچہ شیلفوں میں بچوں کی کافی کتابیں دیکھی جاتی تھیں مگر حقیقی معنوں میں بچوں کی کتابوں کا کوئی بڑا پبلشر اب بھی ایران میں نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ صرف چند اداروں نے اشاعت کے اس کام میں دلچسپی لی ہے اور وہ بھی صرف روس اور فرانس کی افسانوی کتابوں کے تراجم تک محدود ہے۔ عام مطالعے

لاہور کتاب میلہ ۱۹۷۳ء میں کتابوں کے سٹ

۔۔ کتابوں کے تراجم کا سلسلہ بہت بعد میں شروع ہوا ہے خاص طور سے انگریزی سے ترجمے کا کام۔

۱۹۹۰ء میں پہلی بار PADIDEH بچوں کی کتابوں کی اشاعت کا ادارہ معرضِ وجود میں آیا اور پہلی بار اس شعبے میں کچھ مثبت تبدیلیاں بھی دیکھنے میں آئیں اور اس سلسلے میں نمایاں تبدیلی لانے والے عوامل میں لٹریری کارپوریشنز اور پڑھانے کے طریق کار میں تبدیلی تھی جس سے ایرانی بچوں میں مطالعے کا شوق بڑھا۔

بچوں کی بک کونسل نے بھی اسی دور میں کام کا آغاز کیا اس کی منعقد کی ہوئی نمائشیں، میلے اور کتابوں کی مفت تقسیم سے بچوں کی کتابوں کی مارکیٹ کو بہت وسعت ملی۔ شروع سے ہی بک کونسل نے بچوں کی بہترین کتابوں پر سالانہ انعام مقرر کیا تھا اور اس سے مسابقت کی فضا کو تقویت پہنچی۔ پہلوی فاؤنڈیشن کا مقرر کردہ بچوں کی کتابوں کے لئے سالانہ انعام اس کے علاوہ ہے بڑوں اور بچوں کا رسالہ PAYKE, MAGAZINE ۱۹۹۰ء کے وسط میں شروع ہوا۔ منسٹری آف ایجوکیشن کی معاونت سے ہفتہ وار رسالوں کی اشاعت اب دس لاکھ تک پہنچ گئی ہے اور ارزاں قیمت پر کتابیں اسکولوں وغیرہ میں بھی دستیاب ہیں اسی دوران میں ملکہ ایران فرح پہلوی کی سرکردگی میں انسٹی ٹیوٹ فار انٹلیکچول ڈیولپمنٹ آف چلڈرن کی بنیاد رکھی گئی اور وہ ادارہ اب ایک بہت بڑے ادارے کی شکل اختیار کر چکا ہے جو ہی نئی نسل کی دانش و فہم کے بارے میں ہر پہلو سے نہایت مفید خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

اس کی مصروفیات میں ملک بھر میں بچوں کی لائبریریوں کے قیام سے اشاعت کے کام کو تقویت ملی ہے۔ ان لائبریریوں میں نہ صرف شہروں کی جدید طرز کی لائبریریاں ہیں بلکہ سفری لائبریریاں بھی شامل ہیں۔ وہ لائبریریاں دور دراز کے دیہی علاقوں میں بھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد یہ ادارہ بچوں کی کتابوں کی اشاعت کا سب سے بڑا ادارہ بن گیا اس کی کاوشوں سے ملک کے بہترین لکھنے والے، آرٹسٹ، مترجم اور ایڈیٹر ایک جگہ اکٹھے ہو گئے ہیں اور اس کی چھپی ہوئی کتابیں شروع سے ہی انعامات کی مستحق گردانی گئی ہیں۔ "انٹرنیشنل بورڈ آن بکس فار ینگ پیپل" نے اس ادارے کے ایک آرٹسٹ فرشد مسگھالی کو بہترین آرٹسٹ کا انعام دیا ہے۔

۱۹۷۰ء میں دو اور اشاعتی ادارے "ہم گام" اور "سروش" قائم ہو گئے۔ پہلا ادارہ بچوں کی کتابوں کی اشاعت میں نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے۔ موخر الذکر ادارے نے بھی ریڈیو اور ٹی وی کے تعاون سے بچوں کی کتابیں چھاپنا شروع کر دی ہیں۔ اس ادارے کی کتابیں بھی مواد اور ہئیت کے اعتبار سے بہتر معیار کی حامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے ادارے ہیں جو کافی تعداد میں بچوں کی کتابیں چھاپنے کے کام میں سرمایہ لگا رہے ہیں۔ خاص طور پر بڑی عمر کے بچوں کی دلچسپی کی کتابیں بلیک اینڈ وائٹ تصاویر سے مزین چھاپنے کا رجحان زیادہ ہے۔ ایران میں بچوں کی کتابوں کی اشاعت میں دانشوروں کی دلچسپی نے اس کام کو بین الاقوامی رنگ دے دیا ہے۔ چلڈرن سیکشن ہے۔ بچوں کے ادب کا ایک ماہر بینیز کریچین اینڈرسن انٹرنیشنل جیوری کا پچھلے دو سال سے ممبر ہے۔ بچوں میں دانش کی نمو کا ادارہ اور ینگ اڈلٹ بڑے قریب سے الشین کو پبلی کیشن پروگرام کے تحت کتابوں کے فارسی ایڈیشن بھی چھپے ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں ایشیا کی لوک کہانیاں (جلد اول اور دوم) کا ایڈیشن پچاس ہزار کی تعداد میں چھپا اور یہ دونوں اعلیٰ معیار کی چھپی ہوئی کتابیں دو مختلف قیمتوں میں بیچی جاتی ہیں۔ یہی ادارہ اس سلسلے کی دوسری کتابیں بھی چھاپنے کی تیاری کر رہا ہے کیونکہ پہلے دو ایڈیشن عوام کی خاص توجہ حاصل کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اس شعبے میں حکومت کا تعاون بھی شامل ہے۔ ایران کے سکولوں میں لائبریریوں کی تعداد ابھی زیادہ نہیں ہے اور کتابوں کے حصول کے لئے کوئی مالی گرانٹ بھی نہیں دی جاتی۔ قیمتیں زیادہ ہونے کی وجہ سے بہت کم تعداد میں بچے کتابیں خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ لہٰذا پڑھائی سے فرصت ملنے پر صرف یہ لائبریریاں ہی ہیں جو بچوں کو کتب بینی کا موقع فراہم کرتی ہیں۔

حال ہی میں کچھ نئے اشاعتی اداروں نے چلڈرن بک کونسل کے تعاون سے اینڈرسن و رزک کی تخلیقات کے تراجم کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ مجموعی طور پر اس بات میں شک نہیں کہ بین الاقوامی سطح پر اور مقامی طور پر تجربات، خیالات اور مواد کے تبادلے اور عالمی کانفرنسوں اور نمائشوں سے ایران میں بچوں کی کتابوں کی اشاعت کے کام پر خوشگوار اثر پڑ رہا ہے۔

○○○○○

کتابیں بچوں کے لئے

تحریر: ضیاء الدین احمد لطیفی — ترجمہ: عاصم صمرائی

سال رفتہ مئی ۱۹۷۸ء میں نیشنل بک کونسل آف پاکستان کی طرف سے تھیوسوفیکل ہال کراچی میں بچوں کے لئے ایک کتاب میلے کا اہتمام کیا گیا۔ اس میلے کے پروگرام میں مختلف دوسری سرگرمیوں کے علاوہ کتابوں کی نمائش بھی شامل تھی۔ پاکستان میں چھپنے والی بیشتر اردو سندھی کتابیں نمائش میں موجود تھیں۔ ان کتابوں کے علاوہ بیرون ملک سے انگریزی میں درآمد شدہ بچوں کی کتابوں کو بھی نمائش میں شامل کیا گیا تھا۔

بلاشبہ یہ میلہ اپنی افادیت اور نوعیت کے لحاظ سے ثقافتی اہمیت کا بھی حامل تھا۔ اس قسم کے کتابی میلے سے دوہرا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ میلے ایک طرف تو ہماری توجہ نصابی کتابوں سے ہٹا کر عمومی کتابوں کی طرف مبذول کرواتے ہیں اور ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ بچوں میں مطالعے کی دلچسپی اور علم سے لگاؤ پیدا کرنے میں یہ کتابیں کس قدر اہم کردار ادا کرتی ہیں تو دوسری طرف یہ میلے تعلیم یافتہ طبقے کو یہ بھی محسوس کرواتے ہیں کہ بچوں کے لئے کتابوں کی ابھی کس قدر قلت ہے۔

تاہم یہ خوش آئند بات ہے کہ پاکستان میں بچوں کی کتابوں کی اشاعت پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں ہمیں نیشنل بک کونسل آف پاکستان کی کاوشوں کا بہرطور ممنون ہونا چاہیئے کہ اس نے کتابوں کی ترویج و اشاعت کو پروگرام میں اولین اہمیت دے رکھی ہے۔ خصوصاً بچوں کے ادب کی ترویج و اشاعت کو اولیت دینا ایک نہایت مستحسن اقدام ہے۔ اس کی جتنی تعریف بھی کی جائے کم ہے۔

مغربی ممالک خصوصاً انگلستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بچوں کی کتابیں بڑے اعلیٰ پیمانے پر چھاپی جاتی ہیں۔ ایشیا میں جاپان کو دوسرے ممالک پر سبقت حاصل ہے۔ پاکستان کو بھی ورثے میں بچوں کی بہت سی کتابیں ملی تھیں۔ کئی برسوں تک وہی ایڈیشن یہاں چھپتے رہے ہیں۔

غالباً ادب کی اس جہت اور اس کی نمایاں خصوصیت کا تذکرہ عام قاری کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

سب سے پہلے تو دیکھا جائے کہ بچوں کے ادب یا بچوں کی کتابوں سے ہماری کیا مراد ہے؟ بچوں سے مراد وہ تمام بچے ہیں جو محض تصویریں دیکھ کر لطف اندوز ہوتے یا حقیقی معنوں میں کہانی پڑھ سکتے ہیں یعنی ۳ یا ۴ سے پندرہ برس تک کے بچے۔ بچوں کے ادب کے زمرے میں وہ تمام کتابیں آتی ہیں جن میں بچوں کے لئے دلچسپی کا سامان موجود ہو، خواہ وہ کتابیں بڑوں ہی کے لئے کیوں نہ لکھی گئی ہوں مثال کے طور پر ڈینیل ڈیفو کی رابن سن کروسو اور آر ایل سٹیونسن کی

ننھے منے بچے اور ان کی کتابیں۔

بچوں کے لئے لکھنے کی خاطر بچوں کی سی کیفیت طاری ہونا ضروری ہے

"گلیورز ٹریولز" اس تاریخ سیفٹون سن کی "شریر آئرلینڈ"
اس زمرے میں وہ کتابیں بھی آتی ہیں جو بنیادی طور
پر بچوں کے لئے ہوں لیکن بڑے بھی ان میں دلچسپی
کا اظہار کریں۔ کہانیاں، افسانے، تاریخی واقعات،
بڑے لوگوں کے سوانح اور ان کی تحریروں کا تذکرہ
وغیرہ۔ اس قسم کی تحریروں کا مقصد بچوں کی ذہنی
نشو و نما کے علاوہ انہیں مہذب اور با اخلاق بنانا
ہوتا ہے۔ ان کتابوں کی بنیادی خصوصیت یہ ہونی
چاہیئے کہ ان میں دلچسپی کا فقدان نہ ہو تاکہ قاری
انہیں پڑھتے وقت بوریت محسوس نہ کرے۔ بچوں
کے ادب میں پریوں کی کہانیاں، تخیلاتی دنیا اور
اس کے کرداروں سے متعلق کہانیاں، پہیلیاں،
لوک گیت، لوریاں، سادہ شاعری، وعظ و
نصیحت یا مزاحیہ کتب کو اس زمرے میں شامل نہیں
کیا جانا چاہیئے یہ کتابیں محض کاروباری نقطۂ نظر سے
شائع کی جاتی ہیں —

دوسری کتابوں کی طرح بچوں کے لئے بھی سب
سے پہلی کتاب ہاتھ سے لکھی گئی تھی پریس کی ایجاد
کے ساتھ بچوں کی کتابیں بھی طبع ہونے لگیں اس میں
کوئی شک نہیں کہ بلاک پرنٹنگ چین، کوریا اور
جاپان میں بہت پہلے شروع ہو چکی تھی تاہم متحرک
قسم کی پرنٹنگ کی ایجاد کا سہرا جرمنی کے جوہان گوٹن برگ
کے سر ہے اس نے ۱۴۵۰ء میں طباعت کے لئے
ایسے حروف ایجاد کئے تھے جنہیں متعدد بار طباعت
کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ انگلستان میں ۱۴۷۶ء
میں ولیم کاکسٹن نے ایک پریس لگایا اور انگریزی ادب
کی طباعت شروع کر دی، ۱۴۸۴ء میں اس نے
AESOP'S FABLES طبع کی جس پر لکڑی
کی طباعت کے ذریعہ تصویریں بھی بنائی گئی تھیں۔
کہا جاتا [illegible] تھے۔

۱۶۸۵ء میں بچوں کے لئے مزید کتابیں طبع
ہوئیں۔ ان کتابوں میں سے سب سے زیادہ مشہور
کتاب THE VISIBLE WORLD IN PIC-
TURES تھی۔ اس کتاب کا مصنف کومینیئس
(COMENIUS) تھا۔ یہ کتاب ۱۶۵۹ء میں انگریزی
میں ترجمہ ہوئی۔ بچوں کے لئے یہ پہلی باتصویر کتاب
تھی۔ اس کتاب کی تصنیف اور طباعت کے پیچھے
فلسفہ یہ تھا کہ اگر بچوں کے لئے باتصویر کتابیں مرتب
کی جائیں تو وہ ان کے لئے زیادہ جاذب نظر ہوتی ہیں
ویسے بھی بچوں اور بڑوں کی عادت مطالعہ میں ایک
فرق تو ہوتا ہے۔

۱۶۹۷ء میں ایک اور غیر معمولی قسم کی کتاب
فرانس میں چھپی۔ یہ کتاب بھی بچوں کے لئے تھی اس
کتاب کا نام تھا STORIES OR TALES
OF LONG AGO WITH MORALS
اس کتاب میں مختلف کہانیاں تھیں جن کے
عنوان یہ تھے:۔
The. Sleeping Beauty Little
Red. Riding Hood. Puss in
Boots and Cinderella
اس کتاب کے مصنف کے بارے میں اغلب
گمان یہ ہے کہ اس کا نام چارلس پیرالٹ CHAR
LES PARRAULT تھا جو کہ فرانسیسی اکیڈمی
کا ایک معزز رکن تھا۔ اس کتاب کا ۱۷۲۹ء میں
انگریزی میں ترجمہ ہوا۔ اس کتاب سے کچھ عرصہ پیشتر
دو اور کتابیں منظر عام پر آئیں اور بہت جلد مقبول
ہو گئیں۔ ان میں سے ایک تو رابن سن کروسو تھی
اور ۱۷۱۹ء میں چھپی تھی دوسری کتاب گلیورز ٹریولز
تھی اور ۱۷۲۶ء میں چھپی تھی۔ ۱۷۴۴ء میں جان
نیوبری (JOHN NEWBERY) نے بھی بچوں
کے لئے کتابیں چھاپنا شروع کر دیں اس نے ۱۷۶۰ء
میں MOTHER GOOSE'S MELODY
کے نام سے نظموں کا ایک مجموعہ چھاپا۔ کچھ لوگوں کا
خیال ہے کہ اس مجموعے کا نام SONGS FOR

بچوں کی ایک لائبریری کا منظر

تھا اس وقت سے THE CRADLE
انگریزی زبان میں MOTHER GOOSE
کا لفظ ENGLISH NURSERY
RHYMES کے مترادف مستعمل ہے۔ ۱۷۶۰ء
میں نیوبری نے THE HISTORY OF
LITTLE GOODY TWO SHOES
چھاپی۔ یہ کتاب نیوبری کے دوست اولیور گولڈ
سمتھ (OLIVER GOLDSMITH)
کی تصنیف تھی۔ اس کتاب کی اہم خوبی یہ تھی کہ
اس میں مصور تھامس بیوک THOMAS
BEWICK) نے تزئین کاری کی تھی۔

اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں بچے کی
شخصیت کی طرف مکمل توجہ دی جانے لگی۔ اس کی
وجہ اس وقت کے بدلتے ہوئے حالات تھے۔ ایک
طرف روسو کی تعلیمات کا اثر تھا تو دوسری طرف
عورتوں کی آزادی اور متوسط طبقہ کا ارتقاء تھا۔
اس کے علاوہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے اثرات بھی
تھے اب بچہ نوجوان کی ننھی منی تصویر نہیں تھا چنانچہ
بچے کو ایک الگ اکائی سمجھتے ہوئے اس کے
ادب پر توجہ دی جانے لگی۔ اس کے لئے ایسا
ادب تخلیق کرنے پر زور دیا جانے لگا جو نہ صرف
اس کے اپنے ماحول سے مطابقت رکھتا ہو بلکہ
اس کی اپنی تخیلاتی دنیا سے بھی وابستہ ہو۔ اس تخیلاتی
دنیا کے بے جان اشیاء، درخت، پودے، کھلونے،
گڑیا، تتلیاں، جنگلی اور گھریلو جانور نمایاں کردار
تھے۔ انسانی سطح پر بونے یا دیو ہیکل قسم کے لوگ
لائے گئے تاکہ زیادہ جاذب نظر ہوں یہ لہر انیسویں
صدی تک چلتی رہی۔ اس دوران بچوں کے لئے
بہت سی خوبصورت کتابیں تخلیق ہوئیں۔ ان
میں سے چند ایک کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔۔۔

جرمنی میں گریم برادرز نے لوک کہانیوں کا ایک
مجموعہ ترتیب دیا اس مجموعے کا ۱۸۲۶ء میں انگریزی
میں ترجمہ ہوا۔ اس کتاب کی تزئین و آرائش اس
وقت کے مشہور مصور جارج کروک شانک
(GEORGE GRUIKSHANK) نے کی تھی۔

ڈنمارک کے HANS CHRISTIAN
ANDERSON نے ۱۸۴۶ء میں بچوں کے
لئے کہانیوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا اس مجموعے کا نام
تھا A FAIRY TALES AND
STORIES۔ یہ شخص بے جان اشیاء میں
اس طرح زندگی کی روح پھونک دیتا تھا کہ وہ
بھی ہمیں اپنی زندہ کائنات کا ایک حصہ معلوم ہونے
لگتیں۔ اسی برس ایڈورڈ لیئر EDWARD
LEAR کی کتاب BOOK OF
NONSENCE نمودار ہوئی۔ اس کتاب کی
آرائش لیئر نے خود ہی کی تھی۔

لوئیس کیرول LEWIS CARROL
کی کتاب ALICE'S ADVENTURES
IN WONDER LAND ۱۸۶۵ء میں
چھپی۔ اس کی تزئین کاری کے فرائض مشہور وقت
کارٹونسٹ جان ٹینیل JOHN TENN
IEL) نے سرانجام دیئے تھے۔ لیوس کیرول دراصل
لوٹوگ ڈاگسن LUTWIUGE DODG
SON) کا قلمی نام تھا۔

۱۸۸۹ء میں سکاٹ لینڈ کے مشہور ادیب
انڈریو لینگ (ANDREW LANG)
نے مختلف ذرائع سے روایتی کہانیاں جمع کر کے
بالترتیب چھاپنا شروع کر دیا۔

ناول کے برعکس بچوں کے لئے مختلف موضوعات
پر ہلکی پھلکی نظمیں بھی لکھی گئیں مثال کے طور پر ولیم
بلیک کی SONGS OF INNOCENCE
۱۷۸۹ء میں چھپی۔ کرسٹینا روسیتی CHRISTI
NA ROSSETI کی SING SONG
۱۸۷۲ء میں آر ایل سٹیونسن R L STEVEN
SON کی A CHILD GARDEN OF
VERSES ۱۸۸۵ء میں منصۂ شہود پر آئیں۔
انیسویں اور بیسویں صدی میں نظموں نے بڑے مناسب
انداز سے ترقی کی۔

بیسویں صدی کے دوران جیمز بیری JAMES
BARRIE کی کتاب PATER. PAN
۱۹۰۴ء میں چھپی اے۔ اے ملنی A - A
MILNE کی کتاب WINNIE THE
POOH ۱۹۲۶ء میں جے آر آر ٹولکائن
J.R.R. TOLKIEN کی کتاب
THE LORD OF THE RINGS
۱۹۵۴-۵۵ء اور سی ایس لوئیس کی کتاب
THE CHRONICLES OF NARNIA
۱۹۵۰-۵۶ء کے درمیان چھپی۔

انیسویں صدی کے آخر میں ریاستہائے
متحدہ امریکہ میں بچوں کے لئے وہاں کے ماحول کے
مطابق ادب کی تخلیق شروع ہوئی۔ لوایزا مے
الکوٹ کی کتاب LITTLE WOMEN
۱۸۶۸ء میں چھپی۔ STORIES OF
GIRL HOOD بھی اسی دوران لکھی گئی
الیس ہیگن رائس ALICE HEGAN RI
CE) اس کتاب کا مصنف تھا۔

مارک ٹوئن کی دو کتابیں THE ADV
ENTURE OF TOM SAWYER
اور THE ADVENTURE OF HU

HUCKLEBERRY FINN ۱۸۸۴ء اور ۱۸۸۹ء میں منظرِ عام پر آئیں۔ مشہور شاعرہ خاتون ٹیسڈیل نے SARA TEASDALE نے بچوں کے لئے نظموں کا ایک مجموعہ STARS TONIGHT کے نام سے مرتب کیا۔ یہ مجموعہ ۱۹۳۰ء میں چھپا۔ میک گریگر کی MISS PICKERELL GOES TO MARS ۱۹۵۱ء میں چھپی۔ WITH SPACE CAT کے نام سے رتھوین ٹوڈ (RUTHVEN TODD) نے ۱۹۵۲ء میں ایک سلسلہ شروع کیا جس میں ایک بلی کے ساتھ مختلف سیاروں میں جایا جاتا تھا۔

MADELEINE L'ENGLE کی کتاب A WRINKLE IN TIME سائنس فکشن کی دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب سمجھی جاتی ہے۔ بہرحال ان کہانیوں، نظموں اور رنگ گیتوں کے ساتھ ساتھ بچوں کی کتابوں کی اشاعت اور تزئین کاری پر بہت نئے تجربے کئے گئے۔ امریکی ہاورڈ پائل HOWARD PYLE اپنے دور کا مشہور تزئین کار تھا۔ اسے برطانیہ کے کسی بھی مشہور تزئین کار کے مدِمقابل رکھا جا سکتا تھا اس نے نہ صرف THE MERRY ADVENTURES OF ROBIN HOOD لکھی بلکہ اس کی تزئین کاری بھی خود ہی کی۔ یہ کتاب ۱۸۸۳ء میں چھپی۔ پائل کی تزئین کاری نے بہت سے امریکی آرٹسٹوں کو متاثر کیا۔ چنانچہ انہوں نے پائل کی دیکھا دیکھی۔ نئے نئے تجربے کرنے شروع کر دیئے۔ یہ پائل ہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ ریاستہائے متحدہ میں بچوں کی کتابوں کے متن اور ان کی تزئین کاری پر ساری توجہ دی جانے لگی۔ آرٹسٹوں کی ایک کثیر تعداد نے بچوں کی کتابوں کی تزئین کاری کے شعبے کو اپنے لئے

بچوں کے لئے

آموزی اور تخیلاتی

کتابیں ہونی چاہئیں

مخصوص کر دیا۔ ان میں سے کچھ تو مصنف بھی تھے اور تزئین کار بھی۔ اس سلسلے میں ANNGR, JOHN, جان فالکونی FALCONI، مورس سٹیپٹو MAURICE STEPTOE، موریس سینڈک SENDAK. اور ولیم سٹیگ WILLIAM STEG کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

انگلستان اور ریاستہائے متحدہ میں اچھا اور کثیر تعداد میں ادب تخلیق ہونے لگا لیکن محض کتابیں چھاپ دینا ہی تو کافی نہیں جب تک قاری کی کتابوں تک رسائی ممکن نہ ہو کتابوں کا کیا فائدہ؟ چنانچہ کتابوں تک رسائی آسان بنانے کے لئے دونوں ملکوں میں لائبریریوں کا قیام عمل میں آیا۔ البتہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں لائبریریوں کی سہولت انگلستان سے زیادہ بہتر تھی۔

انگلستان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بچوں کے ادب کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد اب ہم جاپان کی ادبی دنیا کی طرف آتے ہیں۔ جدید ایشیائی ممالک کے مقابلے میں جاپان اس وقت بچوں کے ادب کے سلسلے میں صفِ اول پر ہے۔ یہ کوئی ۱۸۶۰ء کی بات ہے جب باتصویر کتابیں اور کہانیاں چھپنی شروع ہوئیں۔ ان کتابوں نے بچوں کی توجہ فوری طور پر اپنی طرف مبذول کرالی۔ ۱۸۷۰ء میں مختلف زبانوں سے بچوں کے ادب کے جاپانی زبان میں ترجمے ہوئے۔ ان میں درج ذیل کتابیں سرفہرست تھیں

AESOP'S FABLES

کتابوں کے سٹال پر بچوں کی پسند اور ناپسند

ROBINSON CRUSOE
ARABIAN NIGHTS
اسی دوران بچوں کے لئے جاپانی زبان کی ہلکی پھلکی نظموں کو جمع کر کے شائع کیا گیا۔ ۱۸۹۱-۹۴ء کے دوران سازانامی ایوایا SAZANAMI IWAYA نے بچوں کے ادب کی ۳۲ جلدیں مرتب کیں۔ ۱۸۹۸ء میں اس نے جاپانی پریوں کی کہانیوں پر مشتمل ۲۴ جلدیں شائع کیں۔ اسی اثنا میں ایک بہت بڑے اشاعتی ادارے HAKOBUNKAN نے بچوں کے لئے کتب اور رسائل کا اجرا کیا۔ بعد ازاں ایک جاپانی کمیٹی کی انجمن قائم ہوئی چنانچہ بچوں کے لئے سب سے پہلے ٹن کس ایڈیشن شائع ہونے لگے۔ اس کے ساتھ ہی بچوں کے لئے ایک ماہنامہ AKAI TORI ۱۹۱۸ء میں منظر عام پر آیا اور ۱۹۳۶ء تک باقاعدگی سے چھپتا رہا۔ اس رسالے کو مختلف اہل قلم کا تعاون حاصل تھا۔ سیاحی اگاوا اور ME MEI OGAWA کا نام سر فہرست ہے۔ ۱۹۲۷ء-۱۹۳۷ء کے دوران بچوں کے ادب میں فوجی اور سیاسی نظریات نے فروغ پایا۔ اس رجحان کو جنگ عظیم دوم کے بعد YAMAMOTO اور MOMOKO ISHII نے انسانی رویے کے ذریعے ختم کیا۔ موخر الذکر نے بچوں کے لئے اعلیٰ قسم کی کتابیں جن کا مرکزی خیال فوج اور سیاست کے برعکس انسانیت پر مبنی تھا۔ تخلیق کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا چنانچہ جنگ کے بعد یہ خیال بچوں کے ادب میں عام ہوتا چلا گیا۔ جملہ مصنفین نے اس ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کیا کہ ایسا ادب ضرور تخلیق ہونا چاہیئے جس میں انسانیت اور انسانی اوصاف کا رچاؤ ہو۔ جو جمہوری طرز زندگی کی عکاسی ہو۔ چنانچہ اس قسم کی کتابیں قارئین میں بے حد مقبول ہوئیں۔ تاہم بچوں کی کتب اس وقت تک بہت اعلیٰ معیار تک نہیں پہنچی تھیں۔

اردو زبان میں بچوں کے ادب کا صحیح معنوں میں آغاز نذیر اکبر آبادی سے ہوتا ہے نذیر اکبر آبادی نے بچوں کے لئے بڑی خوبصورت نظمیں لکھیں۔ لیکن بدقسمتی سے بچے ان نظموں سے اس دور میں بہت کم متعارف ہو سکے چنانچہ تعارف کا یہ سلسلہ بہت بعد میں انجام پذیر ہوا۔ نوجوان نسل پر جو شخص سب سے زیادہ اثر انداز ہوا وہ مولوی نذیر احمد تھا۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولوی اسمٰعیل میرٹھی نے بھی اپنے انداز سے نوجوان نسل کو متاثر کیا۔ تاریخ میں انہیں بھی بچوں کے ادب کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مولوی نذیر احمد نے مراۃ العروس لکھی، چند پند منتخب الحکایت AESOP'S FABLES اور دوسرے ذرائع سے اخذ کیں۔ اس کے علاوہ ۱۸۹۰ء تک اور بہت سی کتابیں تحریر کیں۔ اسی دوران مولانا آزاد نے ایسی کتابیں لکھیں جو نوجوان نسل کی نفسیات اور ذہنی استعداد کے عین مطابق تھیں۔ بچوں کی کتابوں کی تدریج کاری کے سلسلے میں آزاد رقم طراز ہیں کہ "میری عمر عزیز کا ایک قیمتی حصہ بچوں کے لئے بنیادی قسم کی کتابیں لکھنے کی نذر ہو گیا، یہ کتابیں نام کے لحاظ سے تو ابتدائی یا بنیادی تھیں لیکن محنت کے لحاظ سے دقیق کتابوں کے ہم پلہ تھیں، جن لوگوں کو اس قسم کی کتابیں لکھنے کا تجربہ ہے وہ میری اس کوشش کو سراہیں گے۔ بچوں کے لئے بچہ بنے بغیر کچھ لکھنا ممکن ہی نہیں، بچوں کے لئے ادب لکھتے ہوئے اس کی اصلاح کرتے اسے مرتب کرتے ہوئے میں اپنی کہنہ سالی کے دوران ایک بار پھر بچہ بن گیا ہوں سوتے جاگتے مجھ پر بچوں ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ میں اس قسم کے خیالات میں گھرا رہتا ہوں۔ کئی ماہ بلکہ کئی برس اس کیفیت میں گزرے ہیں تب جا کر میں بچوں کے لئے یہ کھلونے مرتب کرنے کا اہل ہوا ہوں۔ ممکن ہے میں اپنے ہم وطنوں کی کوئی خدمت نہ کر سکا ہوں لیکن یہ کیا کم ہے کہ میں نے ان کے بچوں کی خدمت کی ہے"۔۔۔

آزاد نے قصص الہند بھی لکھی انیسویں صدی کے اوائل میں علامہ اقبال نے بچوں کے لئے بہت سی نظمیں لکھیں۔ اس دوران خوشی محمد ناظر اور حفیظ جالندھری نے بھی بچوں کے لئے شاعری کی۔ سورج نارائن مہر، تلوک چند محروم، احسان مارہروی، تاجور نجیب آبادی، حمید اللہ افسر، صوفی تبسم اور اختر شیرانی کے اسماء بھی قابل ذکر ہیں۔ گزشتہ صدی کے دوران منشی ممتاز علی نے ایک ادارہ کی بنیاد رکھی جس کا نام "دارالاشاعت پنجاب" تھا۔ اس ادارے نے بچوں کے لئے بہت سی کتابیں چھاپیں۔ اسی ادارے کی طرف سے ۱۹۰۹ء میں بچوں کے لئے ایک رسالہ "پھول" جاری کیا۔ اس رسالے کے علاوہ اور بھی کئی ایک پرچے اس دوران چھپتے رہے مثال کے طور پر بجنور سے "غنچہ" اور دہلی سے "ہونہار" وغیرہ۔ ۱۹۲۰ء میں مکتبہ جامعہ ملیہ کی طرف سے بھی نوجوانوں کے لئے کچھ مواد شائع ہونا شروع ہوا۔ "پیام تعلیم" اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ اس مکتبہ کے دیکھا دیکھی متعدد اداروں نے بھی اپنی توجہ اس طرف مبذول کی اور بچوں کے لئے ادب شائع کرنے لگے۔ منشی گلاب سنگھ، عطر چند کپور اور فیروز سنز کا تعلق

لاہور اور حالی پبلشنگ کا تعلق دہلی سے تھا۔

جہاں جہاں بچوں کے ادب کا آغاز ہوا دو قسم کے فکری رجحان کے درمیان تصادم یا کشمکش پائی گئی۔ ایک رجحان تو یہ تھا کہ بچوں کو صحت مند قسم کا ادب دیا جائے جس سے ان کا اخلاق سنوارنے میں مدد ملے۔ دوسری طرف یہ رجحان بھی موجود تھا کہ انہیں ایسا ادب دیا جائے جس سے وہ محظوظ ہوں۔ اپنی آسانی کے لئے ہم اول الذکر قسم کے ادب کو "آموزی" اور مؤخرالذکر ادب کو "تخیلاتی" ادب کا نام دیتے ہیں۔ متعدد علاقوں میں آموزی ادب کو گھٹن یا بحران کے دور میں اپنایا گیا جبکہ تخیلاتی ادب نسبتاً آزاد و خود مختار معاشرے کی پیداوار ہے۔ دوسرے لفظوں میں جب بچے کی شخصیت کو انفرادی طور پر قبول کیا گیا۔ یہی اصول ہمیں انگلستان، ریاستہائے متحدہ اور جاپان کے بچوں کے ادب میں ملتا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں جو بچوں کا ادب پیدا ہوا ہماری توقع کے عین مطابق، اس پر پاکستان کے لئے جدوجہد اور ایک الگ قوم کی حیثیت سے مسلمان قوم کے وجود کے خیال کا غلبہ ملتا ہے۔ اس دوران جو کتابیں لکھی گئیں ان میں زیادہ تر نئی مملکت کے بارے میں اطلاعات فراہم کی گئیں یا پھر اس مملکت کے بانی کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی گئی۔ اس سلسلے کی چند قابل ذکر کتابیں یہ ہیں: زاہد حسین انجم "پاکستان"، سید ہاشمی فرید آبادی "پاکستان کی پہلی کتاب"، کلیم احمد "پاکستانی تہذیب کی کہانی"، زینت غلام عباس "دیس ہمارا پاکستان"، سید قاسم محمود "قائداعظم کا پیغام"، چراغ حسن حسرت "قائداعظم" وغیرہ۔ ان کتابوں کے علاوہ مسلمانوں کے عظیم رہنماؤں اور مجاہدوں کے بارے میں بھی کتابیں لکھی گئیں۔ حال ہی میں مہماتی کہانیاں بھی سامنے آئی ہیں۔ جاسوسی اور تخیلاتی کتابوں کے علاوہ سائنس فکشن بھی لکھا جانے لگا ہے۔

بچوں کے لئے چند ایک ماہوار رسالے بھی شائع ہو رہے ہیں مثال کے طور پر فیروز سنز کا "تعلیم و تربیت"، ہمدرد فاؤنڈیشن کا "پھلواری" (غالباً "نونہال") قابل ذکر ہیں۔

(ان دو رسائل کے علاوہ آج پاکستان میں بچوں کے دوسرے کئی ایک رسالے مثلاً جگنو، بچوں کی دنیا، بچوں کا ڈائجسٹ، کھلونا، بچوں کی باجی، نور، گلدستہ، غنچہ، ان کے علاوہ پاکستان بننے کے بعد کئی ایک رسالے جاری تھے جو بعد میں نکلنا بند ہو گئے ان میں بہن بھائی (کراچی) علم و ادب (سیالکوٹ) پھلواری (لاہور) ہدایت (لاہور)، نونہال (لاہور) ہونہار (لاہور) امنگ (لاہور) اطفال (لاہور) کے نام قابل ذکر ہیں) ماضی کے مقابلے میں آج کل بچوں کی نظم پر بھی بہت زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ صوفی تبسم، شعلہ شبلی، ابن انشاء، خاطر غزنوی اور شاہدہ کاشمیری نے بچوں کے لئے قابل ذکر نظمیں تخلیق کیں۔ جن لوگوں نے قدرے بڑی عمر کے بچوں کے لئے لکھا ان میں غلام محی الدین نظر، شاہدہ کاشمیری، قیوم نظامی، عابد نظامی، عشرت رحمانی اور محشر بدایونی کے نام قابل ذکر ہیں۔

اقتصادی اور تعلیمی رکاوٹوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں بھی بچوں کے لئے قابل ذکر مواد شائع ہو رہا ہے۔ نیشنل

کراچی کتاب میلے کی روداد

بک کونسل آف پاکستان بچوں کی کتابوں کی ایک فہرست شائع کی تھی۔ اس فہرست میں بچوں کی دستیاب کتابوں کی کل تعداد ۱۲۸۲ تھی ۱۹۷۳ء میں اس فہرست میں اضافہ ہوا اور کتابوں کی تعداد ۴۰۰۰ ہو گئی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت بازار میں بچوں کے لئے ۴۰۰۰ کے لگ بھگ کتابیں دستیاب ہیں۔ بچوں کی کتابوں کی اشاعت کے بڑے ادارے فیروز سنز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، تاج کمپنی، اردو اکیڈمی سندھ ہیں۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی طرف سے بچوں کے لئے سو کے لگ بھگ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ اس ادارے نے بلاشبہ پرنٹنگ اور گیٹ اپ کا بین الاقوامی معیار قائم رکھا ہے۔ "زنگار رنگ بک کلب" نے پاکٹ سائز بک سیریز شروع کر کے مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ دوسرے ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اچھی اور مناسب کتابوں کو بچوں تک کس طرح پہنچایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی کتابوں کے معیار کو بہتر بنانے کی کوششیں بھی جاری رہیں چنانچہ بچوں تک کتابیں پہنچانے کے لئے ایسی لائبریریوں کی اشد ضرورت ہے جو شہر کے علاوہ دیہی علاقوں میں بھی یہ خدمات سرانجام دے سکیں۔ (شکریہ دی سنٹیٹیمن۔ دی اسٹینڈرڈ ریویو۔ جولائی ۷۸ء)

بچوں کے عظیم شاعر مولوی اسمٰعیل میرٹھی

تحریر : محمود الرحمٰن

۱۸۹۲ء سے ۱۹۲۲ء تک کے عرصے میں مولوی اسمٰعیل مرحوم نے بچوں کے لئے پانچ کتابوں کا جو سیٹ تیار کیا تھا اس کی شہرت اور مقبولیت کے آگے کسی اور نصابی کتاب کا چراغ فروزاں نہ ہو سکا۔

اسمٰعیل میرٹھی کی کتابیں ہر زمانے میں داخل نصاب رہیں۔ انہیں آج سے ستر سال پہلے بھی بچے رغبت و شوق سے پڑھتے تھے اور آج بھی دلچسپی سے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی کتابیں نہ صرف ہمارے بچے پڑھ رہے ہیں بلکہ ہم نے بھی پڑھی ہیں —— ہمارے استادوں نے بھی اور ہمارے استادوں کے استادوں نے بھی —— اس طرح اسمٰعیل میرٹھی کی حیثیت جگ استاد کی ہو گئی ہے۔

ہمارے جگ استاد کا مقام بچوں کے ادب میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ انہوں نے نو عمر افراد کے لئے جو ادب تیار کیا تھا اس کا پلّہ ہمیشہ بھاری رہا۔ اسمٰعیل مرحوم کو بچوں میں جو بے انتہا مقبولیت حاصل ہوئی اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کی جملہ تخلیقات میں بچپن کی تازگی ہے۔ اسمٰعیل کی نظموں کو عظمت و فضیلت عطا کی ہے۔ بچپن ہر ایک کو عزیز ہوتا ہے، اس کی یادیں عمر کی ہر منزل میں ہم سفر رہتی ہیں۔ یہ زندگی کا گراں بہا سرمایہ ہیں۔ ہر انسان انہیں اپنے ذہن و دل میں محفوظ رکھتا ہے۔ بچپن کی یہی حسین یادیں اسمٰعیل کی نظموں میں جلوہ گر ہیں۔ بچے ان میں اپنی زندگی کا عکس پاتے ہیں۔ ان کا ماحول، ان کے خیالات، ان کے جذبات و احساسات، ان کی تمنائیں سب کچھ ان نظموں میں موجود ہیں۔ بچے ان کو دیکھ کر ٹھٹھکتے نہیں۔ انہیں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا، وہ تو ان سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ ان نظموں میں انہیں اپنی ہی دنیا نظر آتی ہے اور وہ اس دنیا میں بغیر کسی جھجک کے پہنچ جاتے ہیں۔

بچوں کے مزاج سے مطابقت پیدا کرنے کا احساس اسمٰعیل میرٹھی کے یہاں کارفرما ہے، وہی ان کی کامیابی کی دلیل ہے اور یہ احساس دراصل عملی تجربے کا نتیجہ ہے۔

پروفیسر عبدالقادر سروری کے الفاظ میں۔

"ابتدا ہی سے اسمٰعیل کا تعلق درس و تدریس سے رہا تھا اس لئے انہیں بچوں کی سمجھ موقعہ ملا۔ اس موقعہ سے اسمٰعیل نے جو فائدہ اٹھایا وہ بے حد قابلِ ستائش ہے۔"

اس درس و تدریس نے اسمٰعیل میرٹھی کو بچوں میں گھل مل جانے کا موقعہ دیا۔ ان کے متنوع جذبات و احساسات سے وہ بخوبی آگاہ ہو گئے اور یہ سب باتیں بچوں کی نظمیں لکھنے میں بیحد مدد و معاون ثابت ہوئیں۔

مولوی صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر سن و سال کے بچے کے لئے نظم لکھ گئے ہیں۔ ان کے کلیات سے وہ بچہ بھی مستفیض ہو سکتا ہے جو تھوڑا بہت پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے اور ایسے لڑکے بھی استفادہ کر سکتے ہیں جو اونچے درجوں میں پہنچ گئے ہوں۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر ایک نو عمر قاری کو اپنے اپنے طور پر نظم میں دلچسپی معلوم ہو گی۔ یہ تنوع اور جدت اس امر کی شاہد ہے کہ اسمٰعیل میرٹھی نے بچوں کے ادب کی خصوصیات کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ نظمیں لکھتے وقت ادب الاطفال کے تقاضے ان کے پیشِ نظر رہے ہیں۔ بچوں کی جبلت بھی ذہن نشین رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان نظموں میں ابدی حسن پایا جاتا ہے۔ یہ آج بھی اتنی ہی ہر دلعزیز اور دلچسپ ہیں جتنی ستر سال قبل تھیں۔

کرسچین اینڈرسن کی طرح اسمٰعیل میرٹھی نے ان موضوعات کو اپنی نظموں میں جگہ دی ہے جو گھریلو ماحول میں موجود ہوتے ہیں۔ ایسے موضوعات جو بچوں کے جانے پہچانے اور آشنا ہوتے ہیں۔ روٹی بھی ان میں سے ایک ہے۔ بچہ اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت دو چیزوں سے کرتا ہے ایک ماں، دوسرے روٹی۔ ماں اسے پالتی پوستی ہے، دودھ پلاتی ہے، سینے سے لگا کر پیار کرتی ہے اور اپنی آغوش میں اسے سلاتی ہے، اور روٹی بچے کی بھوک کو رفع کرتی ہے، اس کی تسکین کا باعث بنتی ہے۔ بچہ جانتا ہے کہ

منطقی طور پر وہ روٹی کے ساتھ پن چکی سے بھی محبت کرتا ہے اور یہی پن چکی "کلیات اسمٰعیل" کے اول صفحے پہ درج ہے۔ اس سے مجموعہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس نظم کے مندرجہ ذیل شعر کو بچہ کسی حال میں بھی بھول نہیں سکتا ؎

اُگ رہے جائیں گے سیٹ میٹ
تیرا آٹا بھرے گا کتنے پیٹ

اس لئے کہ بچے کا پیٹ بھی اسی آٹے سے بھرتا ہے۔ وہ جب اسکول سے پڑھ کر تھکا ہارا لوٹتا ہے تو اس وقت روٹی ہی مرغوب ہوتی ہے۔ اور اسمٰعیل میرٹھی نے پن چکی کا ذکر کر کے بچوں کو اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ وہ کلیات کو نہایت ہی ذوق شوق سے پڑھنے لگتے ہیں۔

پن چکی کی کہانی پڑھنے کے بعد انہیں بلی نظر آتی ہے "جو گرم ہے" اور جس کا گالے کی مانند رواں نرم ہے "بلی گھریلو جانور ہے۔ کرے کرے گھومتی رہتی ہے۔ بچہ اسے شروع ہی سے دیکھتا چلا آرہا ہے۔ وہ اسے اپنا ہی سمجھتا ہے۔ اس لئے گود میں اٹھا لیتا ہے۔ وہ جب میاؤں میاؤں کرتی ہے تو بچے کو سننے میں بھلا لگتا ہے اور وہ بھی اس طرح کی آواز نکالتا ہے، اس کے ساتھ کھیلتا بھی ہے اور جب کبھی تنگ کرتا ہے تو بلی بھاگ جاتی ہے۔ وہ اکیلا رہ جاتا ہے۔ اسے تنہائی سوہان روح معلوم ہوتی ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ اسے پھر کبھی نہ ستائے گا ؎

کھینچ کے دم اب نہ ستاؤں گا میں
گھر میں سے باہر نہ بھگاؤں گا میں
اب نہ ڈرے گی وہ مری مار سے
کھیلیں گے ہم دونوں پیار سے

بلی کے ساتھ پیار سے کھیلنے والا بچہ جب گھر کے دروازے سے نکلتا ہے تو اسے "گائے" دکھائی دیتی

> وہ سلاست، آہنگ اور موسیقی کو بھی اپنے کلام میں سموتے تھے

ہے۔ گائے بھی گھر کی ایک فرد ہے۔ وہ روزانہ دودھ دیتی ہے۔ دودھ سے بچے کی ماں طرح طرح کی چیزیں بناتی ہے۔ کھیر، فیرنی، ربڑی۔ بچہ ان چیزوں کو بڑی رغبت سے کھاتا ہے اور جب وہ بیمار پڑتا ہے تو اسے کوئی چیز بھی کھانے کو نہیں ملتی نہ روٹی، نہ کھیر، صرف دودھ ملتا ہے۔ بیماری کے عالم میں دودھ ہی بچے کا سہارا ہوتا ہے اور گھر سے باہر کھڑی ہوئی گائے ہی تو دودھ دیتی ہے۔ پھر بچہ اسے کیوں نہ چاہے اور اسے یہ شعر کیوں نہ یاد رہے ؎

رب کا شکر ادا کر بھائی
جس نے ہماری گائے بنائی

"کلیات اسمٰعیل" کے ابتدائی صفحات پر جو "پن چکی" "بلی" اور "گائے" کا ذکر ہے کیا وہ بیکار ہے اور یونہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ساری منظومات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں بچوں کی فطرت پوشیدہ ہے۔ ان کی نفسیات کارفرما ہے۔ ان موضوعات سے بچے محبت کرتے ہیں۔ یہ سب ان کے جانے پہچانے ہیں۔ اور اسمٰعیل میرٹھی کی یہی خوبی تو ہے کہ وہ ان موضوعات کو اپناتے ہیں جو بچوں کے آشنا ہیں۔ بچے جن سے مل کر خوش ہوتے ہیں۔ جن کی فہرست میں انہیں

لطف و سرور ملتا ہے۔ اسمٰعیل میرٹھی صرف ان تین چیزوں کا ہی ذکر نہیں کرتے، وہ ان دوسری چیزوں کا حال بھی بتاتے ہیں جن سے بچے بخوبی واقف ہیں۔ ان میں "کوا" بھی ہے جو روزانہ گھر کی دیوار پر بیٹھ کر کائیں کائیں کرتا ہے اور موقع دیکھتے ہی بچے کے ہاتھ سے روٹی اچک لیتا ہے۔ دوسرے جانوروں کا ذکر بھی ہے جو گھر کے آس پاس ہی رہتے ہیں جیسے کتا، گھوڑا، مکھی۔

جب بچے عمر کی ابتدائی منازل سے گزر کر سن شعور کو پہنچتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ احساسات، خواہشات اور ضروریات کا دائرہ بڑھتا ہے اور وہ گھر کی چہار دیواری سے نکل کر باہر آجاتے ہیں۔ باہر کی کھلی فضا میں انہیں نت نئی چیزوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ باہر کی وسیع و عریض دنیا میں انہیں بدنما اور بے ڈول

سا جانور "اونٹ" دکھائی دیتا ہے۔ وہ اسے حیرت سے دیکھتے ہیں۔ لمبی سی گردن، پتلی پتلی ٹانگیں، بڑا بڑا کوہان! بچے اس جانور سے آشنا نہیں۔ اس کی خصلتوں سے بھی واقف نہیں۔ اسے بدنما دیکھ کر اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اسمٰعیل میرٹھی بچے کے کان میں

کہہ دیتے ہیں کہ یہ جانور بھی گائے اور بلی کی طرح انسان کا دوست ہے۔ اس کے بہت کام آتا ہے۔ یہ بڑا محنتی اور نیک ہے۔ بھاری بھاری سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر دور دراز ملکوں میں لے جاتا ہے۔ اتنی کڑی محنت کرنے کے بعد وہ "سوکھے خار و خس" کھاتا ہے۔ یہ جانور صحیح معنوں میں ایک نعمت ہے ؂

تیری پیدائش رفاہِ عام ہے
آدمی کے حق میں اک انعام ہے

شاعر کی زبانی اونٹ کی یہ خصوصیت سننے کے بعد بچے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ انہیں اس نظم سے ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے۔ ان کی معلومات کا دائرہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ بچوں کی معلومات کا یہ دائرہ دوسری اور نظموں "کچھوا اور خرگوش"، "مور اور کلنگ"، "صبح کی آمد"، "چھوٹی چیونٹی"، "ریل گاڑی"، "جاڑا اور گرمی" اور "ملّا کی ناؤ کشتی" سے بھی وسیع ہوتا جاتا ہے۔

اسمٰعیل میرٹھی نے بچوں کے آشنا موضوعات اپناتے ہیں

اسمٰعیل میرٹھی کی لکھی ہوئی یہ نظمیں پڑھ کر بچوں کی ذہنی نشوونما ہوتی ہے۔ یہی نہیں اسمٰعیل بچوں کے دل میں جانوروں سے محبت کرنے کا بیج بھی بوتے ہیں۔ خدمت کرنے کا احساس بھی دلاتے ہیں۔

مولوی صاحب کی منظومات میں اخلاقی رنگ بھی نمایاں ہے۔ وہ بچوں کو نئی نئی باتوں سے آگاہ کرنے کے علاوہ انہیں اچھی زندگی بسر کرنے اور اس دنیا میں کچھ کر گزرنے کا سبق بھی دیتے ہیں۔ وہ زیادہ تر ایک نیا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ ہے مکالماتی اندازِ بیان! دو افراد کے مابین گفتگو ہوتی ہے اور اس سے فائدہ مند نتائج برآمد کئے جاتے ہیں۔ بچوں کی نفسیات یہیں بتاتی ہے کہ وہ دوسروں کی گفتگو میں خاصی دلچسپی لیتے ہیں۔ اسمٰعیل میرٹھی نے بچوں کی اس نفسیات کو سمجھا ہے اور اس لئے وہ زیادہ تر نظمیں مکالماتی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس طرح کی نظموں میں "جگنو اور بچہ" "ماں اور بچہ" "کچھوا اور خرگوش" "ایک مور اور کلنگ" "دال کی فریاد" "ایک پودا اور گھاس" "جاڑا اور گرمی" اور "دال اور چاتی" قابلِ ذکر ہیں۔ ان سب نظموں میں اسمٰعیل مرحوم نے کوئی نہ کوئی سبق دیا ہے لیکن بچوں کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہو پاتا کہ اس پند و موعظت کے مخاطب خود ہی ہیں۔ مثال کے طور پر نظم "جگنو اور بچہ" کو لیجئے۔ ایک بچہ جگنو کو پکڑ کر ٹوپی میں چھپا لیتا ہے تاکہ دن میں اس کی روشنی دیکھ سکے۔ جگنو اسے سمجھاتا ہے اور کہتا ہے کہ دن میں روشنی ماند پڑ جائے گی۔ بچہ اسے جھوٹ اور فریب سمجھتا ہے۔ اس پر جگنو درخواست کرتا ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ انسان کا کام نہیں کہ وہ کسی جانور کو تکلیف دے جب کہ یہ جانور خدمت پر مامور ہے اور اندھیری رات میں بھٹکے ہوئے پرندوں کو راستہ دکھاتا ہے اور آخر میں جگنو یہ کہتا ہے ؂

ذرا الٹ پلٹ سے کر دیا نڈھال
سنبھل کر چلو آدمی کی سی چال

بچے اس مکالمے کو غور سے سنتے ہیں اور نظم پڑھ کر انہیں احساس ہوتا ہے کہ جگنو پر ظلم ہوا ہے۔ اسے پکڑ کر تکلیف نہیں دینی چاہئے۔ یہ بڑا کام ہے۔ یہ سب باتیں ان کے ذہن میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں نصیحت کرنے کا یہی بہترین گر ہے جسے اسمٰعیل میرٹھی

ان کی نظموں میں بچوں کی فطرت پوشیدہ ہے

واقف تھے اور اس سے انہوں نے خوب کام لیا ہے۔ بچوں کو براہِ راست نصیحت نہ کرتے ہوئے بھی انہیں ایک عمدہ سبق دینا ایک عظیم فن ہے اور یہ فن مولوی صاحب کے یہاں پوری طرح جلوہ گر ہے۔

مولوی اسمٰعیل میرٹھی کی نظموں میں موضوعات اور مضامین کو برتنے کے ڈھنگ سے اور حسین انداز سے پیش کرنے کی خوبی پائی جاتی ہے۔ یہ پیش کش صد درجہ دلکش اور دلآویز ہے۔ سادگی اور سلاست کے حسن کے ساتھ ترنم اور نرمی کی کارفرمائی بھی ہے۔ موسیقی کی ہلکی ہلکی لہریں بھی موجزن ہیں۔ لے اور نغمہ کی آمیزش سے ان کی نظمیں بچوں کے لئے بے حد دلچسپ ہو گئی ہیں۔ ان کے دل و دماغ کو متاثر کرنے کی پوری اہلیت ان نظموں میں موجود ہے۔

سادگی و پرکاری کے حسین امتزاج نے اسمٰعیل میرٹھی کی نظموں میں آفاقی رنگ پیدا کر دیا ہے۔ یہ رنگ ہمیشہ خوشگوار رہا ہے۔ اسی خوش نمائی نے ان نظموں کو لازوال حسن عطا کیا ہے۔ "پن چکی"، "رات"، "صبح کی آمد" ایسی ہی نظمیں ہیں جن کا رنگ و آہنگ دامنِ دل کھینچے بغیر نہیں رہتا۔ "رات" کا اقتباس ملاحظہ کے قابل ہے ؂

مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر
سرِ شام منزل پہ کھول کمر
اندھیرا اجالے پہ غالب ہوا
ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا
ہوئے روشن آبادیوں میں چراغ

ایشین کو پبلی کیشنز

اور منصوبے

مترجمہ : آفاق احمد

ایشیا کے باہمی اشاعتی پروگرام کے سات سالوں پر نظر ڈالیں تو اعداد و شمار کا ایک سمندر موجزن نظر آتے گا۔ اس پروگرام میں اٹھارہ ممالک شریک ہیں اور اس کے تحت انیس علاقائی زبانوں میں آٹھ کتب شائع ہو چکی ہیں اور تین کی ہر طرح سے منصوبہ بندی مکمل ہو چکی ہے اس کے علاوہ اڑتالیس لوک کہانیاں اور اٹھارہ مختلف تہواروں کی تفاصیل بھی زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں اور اس بے شمار محنت اور جہد مسلسل کا نتیجہ مطبوعہ کاموں کے علاوہ سرخوشی کا انمول احساس بھی ہے۔

اس مضمون میں ہم اس پروگرام کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں گے۔

ابتدا

اس قسم کے باہمی تعاون کا خیال سب سے پہلے ۱۹۶۶ء میں پیدا ہوا جب اس بات پر غور کیا گیا کہ کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ ایک ہی قسم کے مواد کی کتب جو ایک جیسے عنوانات کی حامل ہوں۔ ایشیا کے مختلف ممالک میں بیک وقت طبع ہوں۔ یہ تجویز ماہرین کتب اور ایشیا کے تقسیم کاران کے ایک اجلاس میں پیش کی گئی۔

۔ قلیل تعداد پر غور کیا گیا تھا۔ اس تجویز کا محرک صرف یہ حقیقت ہی نہیں تھی کہ سکول سے باہر کی زندگی کے دوران ایشیائی بچے کو اضافی مطالعے کے لئے کتب میسر نہیں آتیں بلکہ یہ بات بھی بے حد اہم تھی کہ پڑھنے کا زیادہ تر مواد مغرب سے درآمد کیا جاتا تھا اور ظاہر ہے جس کی جڑیں اس خطے سے کہیں دور اجنبی لوگوں کی زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔

ماہرین نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ مغربی کتب کی بھرمار کی وجہ سے بچہ اپنے مقامی ادب اور بالخصوص اس کے سر چشمے پرانی پختگی سے قائم نہیں رہ سکتا جس کا تقاضا کوئی قوم اپنی نئی نسل سے کرتی ہے۔ بچہ اپنی ثقافت اور لوک گیتوں سے کٹ کر دوسری راہوں پر چلنے لگا اور اس نے مغربی ہیرو کو اپنے ذہن کا آدرش بنا لیا پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ، روس، فرانس، برطانیہ اور جاپان کے علاوہ دوسرے ممالک کتابی دنیا کی اصلی سطحوں پر قائم ہیں اور وہ کسی نہ کسی طور مذکورہ بالا مرکزی ممالک کے علوم اور کتب کے محتاج ہیں۔ چنانچہ ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ۱۹۷۰ء میں پہلی بار اس جانب پیش رفت ہوئی اور ایشیا میں بچوں کی کتب کے فروغ کے لئے ماہرین جمع ہوئے۔ یہ میٹنگ ایشین کلچرل سنٹر فار یونیسکو (A.C.C.U.) یعنی جاپانی حکومت کے اشتراک سے منعقد ہوئی اور اس میں آٹھ ممالک شریک ہوئے۔ قابل غور مسئلہ یہ تھا کہ ایشیائی بچوں کو ایک جیسا مطالعاتی مواد کیسے فراہم کیا جائے، اور اس مقصد کے لئے کس نوعیت کے اقدامات ضروری ہیں اس اجلاس میں تین باتوں پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ایک تو ایشیا میں پڑھے جانے والے مواد کی نوعیت، دوسرے ان کی طباعت کا طریق کار اور آخر میں ایسی کتب کی تقسیم کے ممکنہ ذرائع۔

اجلاس میں یہ بات بالاتفاق منظور کی گئی کہ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے بارہ برس تک کے بچوں کے لئے تصویری کتب کو فروغ دیا جائے اور یہ کتب مختلف قومی زبانوں میں کثیر الاشاعتی بنیادوں پر طبع ہوں یہ امر بھی تسلیم کیا گیا کہ یہ کتب تعلیمی اور ادبی تحریکوں کی ضروریات پورا کرتی ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک مرکزی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا جس کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ مختلف ممالک کی بک کونسلوں کے ساتھ رابطہ قائم کرے اور اس منصوبے کے لئے مواد فراہم کرے اس طریقے سے "اے سی سی یو" (A.C.C.U.) نے پیداواری مرکز کی حیثیت اختیار کر لی۔

جولائی ۱۹۷۱ء میں ماہرین کا دوسرا اجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ چند مضمون تجرباتی ایڈیشن شائع کئے جائیں یہ اس لئے بھی اہم تھا تاکہ اس مرحلے میں ممکنہ تکنیکی دشواریاں کھل کر سامنے آ جائیں جو آئندہ برسوں میں طباعت کے دوران پیش آ سکتی ہیں۔ پہلے پہل اس مقصد کے لئے چار عنوانات کا انتخاب کیا گیا لیکن ان پر

سے صرف دو شائع ہوئے۔ "تاناروا اور اس کے دوست" اور "خون کے بارے میں" بالترتیب چودہ اور پندرہ ایشیائی زبانوں میں شائع ہوئیں یہ دو ایڈیشن ایشیا میں کتب کی ترقی کے ماہرین کے اجلاس منعقدہ ۱۹۷۰ء میں زیر بحث لائے گئے۔

جب طباعت اور عمومی جزئیات کی اجازت مل گئی تو ایک تنظیمی ادارتی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تاکہ اس منصوبے میں مختلف ممالک ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا سکیں۔

جولائی ۱۹۷۲ء میں ۱۷ ممالک کے نمائندے ٹوکیو میں جمع ہوئے تاکہ تجرباتی بنیادوں پر شائع شدہ کتاب کی تیاری کے دوران پیش آنے والی دشواریوں کا تفصیلی جائزہ لیا جا سکے اور آئندہ ایک مربوط مرحلے کے طور پر کتاب کی پہلی جلد شائع کی جائے۔ تجرباتی مراحل میں پیش آنے والی مشکلات کچھ یوں تھیں کہ تقسیم کتب کا طریقہ، ثقافتی بُعد، لسانی مسائل، غیر تسلی بخش تراجم اور پھر عمومی اشاعت کے مسائل سب ایک جگہ جمع ہو گئے تاہم اس بات پر سب لوگ متفق تھے کہ یہ سارے مسائل ایسے نہیں جن کو حل نہ کیا جا سکتا ہو اور یہ گراں رکاوٹوں کے باوجود یہ منصوبہ بے حد اہم اور ضروری ہے چنانچہ پہلی مرتبہ اولین کتاب کا عنوان چنا گیا "ایشیا کی لوک کہانیاں" اس کتاب کے انگریزی ایڈیشن کی اشاعت کو پروگرام کے مطابق جولائی ۱۹۷۴ء میں مکمل ہونا تھا۔

اصل منصوبے کے مطابق اس عنوان کے تحت تین جلدیں شائع ہونا تھیں لیکن پھر رد و بدل کے بعد چھ جلدیں شائع کی گئیں۔ جنوری ۱۹۷۴ء تک سولہ کہانیوں کا مواد مع تصاویر، منصوبے میں شریک ممالک کی جانب سے موصول ہو گیا تھا۔ مسودات کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور یوں ہر حصے میں آٹھ کہانیاں شامل کی گئیں۔

پروگرام کی ابتدا کے پانچ برس بعد انگریزی زبان میں "ایشیا کی لوک کہانیاں" (FOLK TALES FROM ASIA) کی پہلی دو جلدیں بالکل تیار ہو گئیں۔ ان میں بنگلہ دیش، بھارت، کوریا، لاؤس، سنگاپور، تھائی لینڈ اور ویت نام کی لوک کہانیاں شامل تھیں اس کے علاوہ بھی انڈونیشیا، جاپان، ملائشیا، نیپال، پاکستان، فلپائن اور سری لنکا کی کہانیاں شامل کی گئیں۔ ان کتب کی کاپیاں ماہرانہ رائے کے لئے منصوبے میں شریک ممالک کی کونسلوں اور ادب اطفال کے ماہرین کو روانہ کی گئیں۔ ان کامیاب کوششوں کے بعد لوک کہانیوں کی جلد ۳، جلد ۴ اور پھر اپریل ۱۹۷۷ء میں جلد ۵ اور جلد ۶ شائع کی گئیں اور اسی دوران پروگرام کی دوسری سفارشات پر بھی غور جاری رہا جس کے سلسلے میں "ایشیائی تہوار" (FESTIVAL IN ASIA) کی سیریز شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۹۷۸ء کے اوائل میں باہمی پبلشنگ پروگرام کے تحت لوک کہانیوں کی چھ جلدیں اور ایشیائی تہواروں کے بارے میں دو کتب شائع ہو چکی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک دستی کتاب "آؤ ایشیائی بچوں کی کھیلیں کھیلیں" LET'S PLAY ASIAN CHILDREN'S GAMES بھی زیر تکمیل ہے جس میں پندرہ مختلف ممالک کی پچپن متنوع کھیلیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کے لئے مختصر کہانیوں کے مجموعے اور انسائیکلوپیڈیاز شائع کرنے کے منصوبے بنائے جا چکے ہیں۔

اشاعت کا طریق کار

کسی منصوبے کی ناکامی یا کامیابی کا انحصار سب سے زیادہ اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کو کس طریقے سے انجام دیا جا رہا ہے۔ ایشیائی پبلنگ کے اس پروگرام میں ہمارے سامنے کتب اور ان پر چھپے مؤلفین کے نام تو ضرور آئے لیکن ہم ان لوگوں کو نہیں جان پاتے جو دراصل یہ کتب تیار کرتے ہیں اور یہ مراحل پروف ریڈنگ سے لے کر مکمل کتابت تک محیط ہیں جس کے دوران ان گنت افراد اس کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ آئیے اس طریق کار کا جائزہ لیں۔

سب سے پہلے مسودات کا انتخاب کیا جاتا ہے جو مرکزی کمیٹی کی منظور شدہ سفارشات کی روشنی میں عمل میں آتا ہے۔ اس کے بعد دیا تین مسودات انگریزی میں منتقل کر کے اے سی سی یو کو بھیجے جاتے ہیں۔ مرکزی ادارتی بورڈ ان مسودات کا انتخاب کرتا ہے جنہیں کتاب میں شامل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس کے بعد مصور حضرات کو دعوت عام

ی جاتی ہے۔ مسودات اپنی حتمی شکل میں متعلقہ
مالک کے اداروں کو روانہ کر دیئے جاتے ہیں۔
س کے بعد طباعت کا مرحلہ آتا ہے اور آخر میں
نگریزی ایڈیشن مکمل ہو کر ہمارے ہاتھوں
یں آجاتا ہے۔ آخری مرحلہ کتب کی مختلف علاقائی
بانوں میں اشاعت کا ہوتا ہے۔

ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ اتنے
سیع پروگرام اور اس کے پس منظر میں چھپے مختلف
ثقافتی رویے اور زبانیں ایسی چیزیں ہیں جو کسی
صوبے کو ابتدائی مشکلات میں بآسانی مبتلا
کر سکتی ہیں چنانچہ مسودات کے انتخاب، تراجم
ہم کار کے طریق وغیرہ میں بے شمار مشکلات
سامنا کرنا پڑا۔ بعض مسائل تو ایسے تھے
منصوبے میں شریک ہر ملک کو درپیش آئے۔
ارت کے لئے کتابوں پر لاگت بے حد زیادہ
۔ حالانکہ چار رنگی تصاویر اور پازیٹو اسے
سی یونے فراہم کئے تھے۔ انڈونیشیا کو دو
زوں میں کتب تیار کرنا تھیں کوریا نے اعتراض
عوام نے اس منصوبے میں بہت کم دلچسپی
ہے چنانچہ کتب فروخت نہیں ہو سکیں۔
ل کے پاس معیاری طباعت کے لئے
مشینیں ہی نہیں تھیں۔ پاکستان میں معیاری
نایاب تھا۔ علی ہذا اس سلسلے میں مندرجہ
مور سامنے آئے۔

- بعض ممالک میں انگریزی سے ترجمہ کرنا کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ وہاں انگریزی بہت کم مروج تھی۔
- ایسے ممالک جہاں ایک سے زیادہ بانیں قومی حیثیت کی حامل ہیں وہاں تراجم بھی زیادہ کرنا پڑے۔
- بعض ممالک اپنے ہاں کی مناسب لوک کہانیاں ہی منتخب نہ کر پائے۔
- کئی ممالک ایسے تھے جہاں بچوں کے لئے لکھنے والے آٹے میں نمک کے برابر تھے۔
- کئی دوسرے ملکوں میں طباعت کے جدید طریقے ابھی تک آشنا نہ ہوئے تھے

وغیرہ، وغیرہ۔

ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اس پروگرام کو سنگ میل کی حیثیت ملی ہے اور اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے دس برس قبل کے ایک خواب کو سچ کر دکھایا۔ اس پروگرام کی وجہ سے کئی ترقی پذیر ممالک میں بچوں کی اور حتیٰ کہ بڑوں کی کتب کا مستقبل بھی اور زیادہ تابناک ہو گیا ہے اس کے علاوہ یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ اس قسم کے بین الاقوامی پروگرام تکمیل کے مراحل تک بھی پہنچ سکتے ہیں

ذرا ان نسلوں کو ذہن میں لائیے جو لوک کہانیوں اور ایشیائی تہواروں کے مطالعے کے بعد بلوغت کی حدوں میں پہنچ کر یہ جانتی ہوں گی کہ وہ ایک وسیع ثقافتی پس منظر سے نہ صرف آگاہی رکھتے ہیں بلکہ اس سے منسلک بھی ہیں اور عین ممکن ہے کہ یہ بات بین الاقوامی امداد باہمی کی سوچ کو جلا بخشنے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

ایک اور کامیابی یہ ہے کہ دوسرے ممالک حتیٰ کہ بعض ترقی یافتہ ممالک بھی ان کتابوں کو اپنے ہاں شائع کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں۔

مذکورہ پروگرام کی افادیت کے پیش نظر ذہن میں چند اہم سوالات بھی جنم لیتے ہیں مثلاً یہ کہ ٹوکیو کی میٹنگ کے دوران حقیقی ماہرین کو دعوتِ فکر و عمل کیوں نہیں دی گئی تھی اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ موجودہ ماہرین کی توہین کرنا مقصود ہے بلکہ صرف یہ احساس دلانا ہے کہ

سے صرف دو شائع ہوئے۔ "لا نارو اور اس کے دوست" اور "فن کے بارے میں" بالترتیب چودہ اور پندرہ ایشیائی زبانوں میں شائع ہوئیں یہ دو اپلیکیشن ایشیا میں کتب کی ترقی کے ماہرین کے اجلاس منعقدہ ۱۹۷۲ء میں زیر بحث لائے گئے۔

جب طباعت اور عمومی جزئیات کی اجازت مل گئی تو ایک تنظیمی ادارتی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تاکہ اس منصوبے میں مختلف ممالک ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا سکیں۔

جولائی ۱۹۷۳ء میں ۱۷ ممالک کے نمائندے ٹوکیو میں جمع ہوئے تاکہ تجرباتی بنیادوں پر شائع شدہ کتاب کی تیاری کے دوران پیش آنے والی دشواریوں کا تفصیلی جائزہ لیا جا سکے اور آئندہ ایک مربوط مرحلے کے طور پر کتاب کی پہلی جلد شائع کی جائے۔ تجرباتی مراحل میں پیش آنے والی مشکلات کچھ یوں تھیں کہ تقسیم کتب کا طریقہ، ثقافتی بعد، لسانی مسائل، غیر تسلی بخش تراجم اور پھر عمومی اشاعت کے مسائل سب ایک جگہ جمع ہو گئے تاہم اس بات پر سب لوگ متفق تھے کہ یہ سارے مسائل ایسے نہیں جن کو حل نہ کیا جا سکتا ہو اور یہ گراں رکاوٹوں کے باوجود یہ منصوبہ بے حد اہم اور ضروری ہے چنانچہ پہلی مرتبہ اولین کتاب کا عنوان چنا گیا "ایشیا کی لوک کہانیاں" اس کتاب کے انگریزی ایڈیشن کی اشاعت کو پروگرام کے مطابق جولائی ۱۹۷۴ء میں مکمل ہونا تھا۔

اصل منصوبے کے مطابق اس عنوان کے تحت تین جلدیں شائع ہونا تھیں لیکن پھر رد و بدل کے بعد چھ جلدیں شائع کی گئیں۔ جنوری ۱۹۷۴ء تک سولہ کہانیوں کا مواد مع تصاویر، منصوبے میں شریک ممالک کی جانب سے موصول ہو گیا تھا۔

مسودات کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور یوں ہر حصے میں آٹھ کہانیاں شامل کی گئیں۔

پروگرام کی ابتدا کے پانچ برس بعد انگریزی زبان میں "ایشیا کی لوک کہانیاں" (FOLK TALES FROM ASIA) کی پہلی دو جلدیں بالکل تیار ہو گئیں۔ ان میں بنگلہ دیش، بھارت، کوریا، لاؤس، سنگاپور، تھائی لینڈ اور ویت نام کی لوک کہانیاں شامل تھیں اس کے علاوہ بھی انڈونیشیا، جاپان، ملائشیا، نیپال، پاکستان، فلپائن اور سری لنکا کی کہانیاں شامل کی گئیں۔ ان کتب کی کاپیاں ماہرانہ رائے کے لیے منصوبے میں شریک ممالک کی کونسلوں اور ادب اطفال کے ماہرین کو روانہ کی گئیں۔ ان کامیاب کوششوں کے بعد لوک کہانیوں کی جلد ۳، جلد ۴ اور پھر اپریل ۱۹۷۷ء میں جلد ۵ اور جلد ۶ شائع کی گئیں اور اسی دوران پروگرام کی دوسری سفارشات پر بھی غور جاری رہا جس کے سلسلے میں "ایشیائی تہوار" (FESTIVAL IN ASIA) کی سیریز شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۹۷۸ء کے اوائل میں باہمی پبلشنگ پروگرام کے تحت لوک کہانیوں کی چھ جلدیں اور ایشیائی تہواروں کے بارے میں دو کتب شائع ہو چکی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک دستی کتاب "آؤ ایشیائی بچوں کی کھیلیں کھیلیں" LET'S PLAY ASIAN CHILDREN'S GAMES بھی زیر تکمیل ہے جس میں پندرہ مختلف ممالک کی پچپن متنوع کھیلیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کے لیے مختصر کہانیوں کے مجموعے اور انسائیکلوپیڈیاز شائع کرنے کے منصوبے بنائے جا چکے ہیں۔

اشاعت کا طریق کار

کسی منصوبے کی ناکامی یا کامیابی کا انحصار سب

سے زیادہ اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کو کس طریقے سے انجام دیا جا رہا ہے۔ ایشیائی پبلشنگ کے اس پروگرام میں ہمارے سامنے کتب اور ان پر چھپے مؤلفین کے نام تو ضرور آئے لیکن ہم ان لوگوں کو نہیں جان پاتے جو دراصل یہ کتب تیار کرتے ہیں، اور یہ مراحل پروف ریڈنگ سے لے کر مکمل کتابت تک محیط ہیں جن کے دوران ان گنت افراد اس کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ آئیے اس طریق کار کا جائزہ لیں۔

سب سے پہلے مسودات کا انتخاب کیا جاتا ہے جو مرکزی کمیٹی کی منظور شدہ سفارشات کی روشنی میں عمل میں آتا ہے۔ اس کے بعد دو یا تین مسودات انگریزی میں منتقل کر کے اے سی سی یو کو بھیجے جاتے ہیں۔ مرکزی ادارتی بورڈ ان مسودات کا انتخاب کرتا ہے جنہیں کتاب میں شامل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس کے بعد معتبر حضرات کو دعوت عمل

دی جاتی ہے۔ مسودات اپنی حتمی شکل میں متعلقہ ممالک کے اداروں کو روانہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد طباعت کا مرحلہ آتا ہے اور آخر میں انگریزی ایڈیشن مکمل ہو کر ہمارے ہاتھوں میں آجاتا ہے۔ آخری مرحلہ کتب کی مختلف علاقائی زبانوں میں اشاعت کا ہوتا ہے۔

ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ اتنے وسیع پروگرام اور اس کے پس منظر میں پھیلے مختلف ثقافتی رقبے اور زبانیں ایسی چیزیں ہیں جو کسی منصوبے کو ابتدائی مشکلات میں بآسانی مبتلا کر سکتی ہیں چنانچہ مسودات کے انتخاب، تراجم تقسیم کار کے طریق وغیرہ میں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض مسائل تو ایسے تھے جو منصوبے میں شریک ہر ملک کو درپیش آئے۔ بھارت کے لئے کتابوں پر لاگت بے حد زیادہ تھی۔ حالانکہ چار رنگی تصاویر اور پازیٹو اسے سستی ہوتے فراہم کئے تھے۔ انڈونیشیا کو دو زبانوں میں کتب تیار کرنا تھیں کوریا نے اعتراض کیا کہ عوام نے اس منصوبے میں بہت کم دلچسپی لی ہے چنانچہ کتب فروخت نہیں ہو سکیں۔ نیپال کے پاس معیاری طباعت کے لئے مشینیں ہی نہیں تھیں۔ پاکستان میں معیاری کاغذ نایاب تھا۔ علیٰ ہٰذا اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور سامنے آئے۔

- بعض ممالک میں انگریزی سے ترجمہ کرنا کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ وہاں انگریزی بہت کم مروج تھی۔
- ایسے ممالک جہاں ایک سے زیادہ زبانیں قومی حیثیت کی حامل ہیں وہاں
- بعض ممالک اپنے ہاں کی مناسب لوک کہانیاں ہی منتخب نہ کر پائے۔
- کئی ممالک ایسے تھے جہاں بچوں کے لئے لکھنے والے آٹے میں نمک کے برابر تھے۔
- کئی دوسرے ملکوں میں طباعت کے جدید طریقے ابھی تک آشنا نہ ہوئے تھے

وغیرہ، وغیرہ۔

ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اس پروگرام کو سنگ میل کی حیثیت ملی ہے اور اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے دس برس قبل کے ایک خواب کو سچ کر دکھایا۔ اس پروگرام کی وجہ سے کئی ترقی پذیر ممالک میں بچوں کی اور حتیٰ کہ بڑوں کی کتب کا مستقبل بھی اور زیادہ تابناک ہو گیا ہے اس کے علاوہ یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ اس قسم کے بین الاقوامی پروگرام تکمیل کے مراحل تک بھی پہنچ سکتے ہیں ذرا ان نسلوں کو ذہن میں لائیے جو لوک کہانیوں اور ایشیائی تہواروں کے مطالعے کے بعد بلوغت کی حدود میں پہنچ کر یہ جانتی ہوں گی کہ وہ ایک وسیع ثقافتی پس منظر سے نہ صرف آگاہی رکھتے ہیں بلکہ اس سے منسلک بھی ہیں اور عین ممکن ہے کہ یہ بات بین الاقوامی امداد باہمی کی سوچ کو جلا بخشنے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

ایک اور کامیابی یہ ہے کہ دوسرے ممالک حتیٰ کہ بعض ترقی یافتہ ممالک بھی ان کتابوں کو اپنے ہاں شائع کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں۔

مذکورہ پروگرام کی افادیت کے پیش نظر ذہن میں چند اہم سوالات بھی جنم لیتے ہیں مثلاً یہ کہ ٹوکیو کی میٹنگ کے دوران حقیقی ماہرین کو دعوتِ فکر و عمل کیوں نہیں دی گئی تھی اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ موجودہ ماہرین کی توہین کرنا مقصود ہے بلکہ صرف یہ احساس دلانا ہے کہ

اگر زیادہ چھان پھٹک کی جاتی تو ممکن ہے نتائج مزید بہتر ہو جاتے۔ اس کے علاوہ جو ایڈیشن دوسرے ممالک کو بھیجے جاتے ہیں وہ جاپان میں طبع ہوتے ہیں جیسا کہ سب جانتے ہیں جاپانی طباعت کا معیار بے حد بلند ہے قدرتی طور پر انفرادی ممالک ایک قسم کا احساس کمتری میں مبتلا ہو سکتے ہیں چنانچہ بہتر ہو تا اگر بنیادی انگریزی ایڈیشن بھی ممبر ممالک ہی تیار کریں

ایک اور اہم سوال شماریات سے تعلق رکھتا ہے اور وہ یہ کہ ابھی تک ایسے مستند اعداد و شمار مہیا نہیں کئے گئے جن سے یہ ظاہر ہو کہ بچے کس تعداد میں ان کتب کی طرف راغب ہوتے ہیں جو اس پروگرام کا بنیادی مقصد ہے صرف پروگرام کی تعریف کرنے سے یہ مقصد یقینی طور پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا خوبصورت کتب کی اشاعت ہی مقصد کے حصول کے مترادف ہے؟ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہوگا چنانچہ ہر ملک کو اپنے جغرافیائی اور ترقیاتی صورتحال کو مدنظر رکھ کر کتاب پر نظرثانی کرنی چاہیئے اس کی مثال جاپان میں موجود بھی ہے جہاں اصل کتاب سے کئی جگہ انحراف کیا گیا ہے۔

آخری مسئلہ تراجم کا ہے۔ مسودات پہلے انگریزی میں منتقل کئے جاتے ہیں اور اس عمل کے دوران ممکن ہے بعض مترجم انگریزی سے آشنا ہی نہ ہوں اور وہ مسودات کی مقامی زبان پر بھی عبور نہ رکھتے ہوں چنانچہ ہوتا یہ ہے کہ بے چارا مترجم مفاہیم بیان کرنے سے غرض رکھتا ہے۔

یہ درست ہے کہ ہمیں اس پروگرام کو زیادہ وسیع

[illegible]

اور زبانوں کے بعد کو یک جنبش قلم ختم ہی تو نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اے۔ سی۔ سی۔ یو کا فرض ہے کہ ٹوکیو میں اجلاس کے دوران ہر ممبر ملک کو ہدایت کی جائے کہ وہ ایک مشترکہ زبان کو وسیلۂ اظہار بنائیں اور وہ زبان انگریزی ہی ہو سکتی ہے۔

چلتے چلتے ایک ماہرانہ رائے پر نظر ڈالیے جو اس پروگرام کی افادیت مزید واضح کرتی ہے۔ یونیسکو کے جولین بیرشاک کہتے ہیں کہ اس پروگرام کی اہمیت کتابوں کی دنیا سے آگے نکل کر یہ ثابت کرتی ہے ایشیائی ممالک بھی مل کر منصوبہ بندی کر سکتے ہیں اور مشترکہ منصوبوں میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اسی قسم کا پروگرام حال ہی میں لاطینی امریکہ میں بھی شروع کیا گیا ہے۔ افریقہ میں کیمرون اور دوسرے عرب ممالک بھی اس میں دلچسپی لے رہے ہیں ۱۹۷۶ء میں ایک ہسپانوی ناشر نے لوک کہانیوں کی پہلی دو جلدیں شائع کیں اور ۱۹۷۷ء میں ان کا پرتگالی ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کے علاوہ لوک کہانیوں کا پورا سیٹ فرانسیسی زبان میں شائع ہونے کے لئے تیار ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فروغِ کتب کے اس پروگرام کے کتنے دوررس نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

(بشکریہ نیوز لیٹر)

بک پروڈکشن ان ایشیاء

ایشین کلچرل سنٹر فار یونیسکو کے تحت، ستمبر سے، اکتوبر ۱۹۷۸ء تک جاپان میں ایشیا میں بک پروڈکشن کے موضوع پر تربیتی کورس اور سیمینار منعقد ہوا اس سیمینار میں جاپان کے نیشنل کمیشن فار یونیسکو نے بھی اشتراک و تعاون کیا تھا۔ جاپان میں منعقدہ اس کورس کا مقصد یہ تھا کہ بچوں کی کتابوں کا کاروبار کرنے والے لوگوں کو بہتر پروڈکشن اور کتابوں کی تیاری کی تربیت کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ یہ سیمینار اور کورس اصل میں ۱۹۷۹ء میں بچوں کا عالمی سال منانے کی تیاری کے طور پر منعقد کیا گیا تھا اس تربیتی کورس میں ایشیائی ممالک میں سے ایک ایک نمائندے نے شرکت کی۔ جن ممالک کے نمائندے اس تربیتی کورس اور سیمینار میں شریک ہوئے وہ افغانستان، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، برما، ہندوستان، ایران، کوریا، ملائشیا، نیپال، پاکستان، فلپائن، سنگاپور، سری لنکا اور تھائی لینڈ ہیں۔

اس تربیتی کورس میں عام کورسز اور کتابوں کی نمائش، نشر و اشاعت اور تیاری پر لیکچرز ہو... گئے تھے۔ تربیت کی سہولتیں بھی فراہم کی گئیں... پبلشنگ پر، عام کورس پبلشنگ، رسائل... پبلشنگ اور انتظامیات کتابوں کی تدوین، تہذیب اور تیاری کے علاوہ بچوں کی کتابوں کے بارے میں خصوصی کورس شامل تھے۔
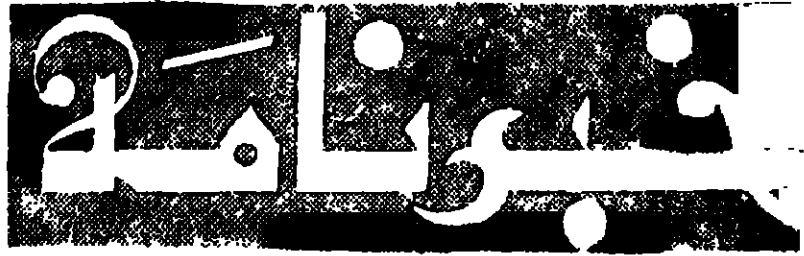
چلڈرن لٹریچر ایسوسی ایشن سری لنکا

ملک میں بچوں کے لٹریچر کی ترویج و فروغ کیلئے سری لنکا میں بچوں کے ادب کی ایک ایسوسی ایشن قائم کی گئی ہے۔ اس ایسوسی ایشن کے لئے ملک کے مشہور ادیب شاعر، ناقد، بک سیلرز اور پبلشرز کریمیں جولائی ۱۹۸۰ء میں ملے۔ سری لنکا اور ایشیائی کتابی دنیا کے ایک ایکسپرٹ مسٹر مارون ڈی سلوا نے چلڈرن لٹریچر ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور کہا کہ بچوں کے لئے زیادہ سے زیادہ کتابیں شائع ہونی چاہئیں اور اب جب کہ سری لنکا میں قومی تعمیر و ترقی پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے ایسی صورت میں بچوں کے ادب کی اہمیت کئی چند ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس ایسوسی ایشن کے مقاصد بیان کئے گئے اور بتایا گیا کہ یہ ایک غیر منفعتی ادارہ ہے اس کے پیش نظر وسیع مطالعہ ہے تاکہ حصول زر تاس کے لئے جو مقاصد طے کئے گئے ہیں ان میں سب سے اول یہ ہے کہ اس ایسوسی ایشن کے ذریعے بچوں کے ناشرین، بک سیلرز، مصنفین اور بچوں کے درمیان ایک طرح کا بہتر اور موثر رابطہ قائم کیا جائے اور بچوں کو ان کی ضروریات اور احتیاج کے مطابق کتابیں فراہم کی جائیں۔

چلڈرن لٹریچر ایسوسی ایشن آف سری لنکا کے دوسرے مقاصد درج ذیل ہیں۔

۱۔ سری لنکا میں بچوں کے لٹریچر کی ترویج و ترقی کرنا اور بچوں کو زیادہ کتب فراہم کرنا۔

۲۔ بچوں کے مصنفین کو ہر طرح کی مدد دینا اور ان کی باقاعدہ حوصلہ افزائی کرنا۔

۳۔ والدین، ناشرین، لائبریرین، اساتذہ، بک سیلرز اور طالب علموں میں بچوں کے لٹریچر کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور حکومت کو بھی اس ضمن میں سفارشات بھیجنا۔

۴۔ بچوں کے لٹریچر کی تیاری کے لئے کانفرنسوں، سیمینارز، مباحث، سمپوزیا، کتابی نمائشوں، گروپ سٹڈی و باہم مشاورت کے پروگراموں، لیکچرز اور تربیتی کورسز کا اہتمام کرنا۔

۵۔ بچوں کے ادب اور اس کی ترویج و ترقی کے لئے ریسرچ اور تحقیقات کا کام کرنا۔

۶۔ ریسرچ سنٹر لائبریری اور ایگزی بیشن سنٹر کے قیام کے انتظامات کرنا۔

۷۔ بچوں کی کتابوں کے تراجم کو فروغ دینا اور تراجم کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۸۔ بچوں کے اداروں، مصنفین، ناشرین اور محققین کو انعامات، وظائف اور اعزازات دینا۔

۹۔ بچوں کے ناشرین، مصنفین، مصوروں، مبصروں اور دوسرے متعلقین کے لئے تحقیقی مواد شائع کرنا تاکہ وہ بچوں کی کتابوں کے معیار کو بہتر سے بہتر بنا سکیں۔

۱۰۔ بچوں کی کتابوں کے مصنفین اور ایسوسی ایشن کے لئے گرانٹس، قرضہ حاصل کرنا اور دوسری غیر ملکی ایجنسیوں سے بھی ایسی سہولتوں کے لئے کوشش کرنا۔

۱۱۔ بچوں کی کتابوں کی ترویج و ترقی کی مقامی ایجنسیوں کا بین الاقوامی اداروں اور ایجنسیوں سے رابطہ قائم کرانا۔

۱۲۔ بچوں کی کتابوں کے بارے میں نظریات، خیالات اور تجربات کو پھیلانا اور عالمی سطح کی اہم ترقیوں کو سری لنکا میں متعارف کرانا۔

۱۳۔ بچوں میں عادات مطالعہ کو بڑھانا اور انہیں لائبریریوں سے استفادہ کے لئے مائل کرنا۔ بچوں کے سٹڈی گروپ بنانا۔ پڑھنگ، اپیلنگ، فلم، ڈراموں اور دوسرے مقابلوں کے ذریعے بچوں میں کتابیں پڑھنے کے ذوق کو فروغ کرنا اور انہیں کتابوں کی جانب متوجہ کرنا۔

۱۴۔ بچوں کے ادب اور کتابوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے والے ادارے کا انتظام کرنا ـــــ

۱۵۔ اور ان کے علاوہ بچوں کے ادب کے فروغ کی خاطر ہر ممکن قدم اٹھانا۔

بچوں کے ادب کی اس ایسوسی ایشن میں اساتذہ، بچوں کی لائبریریوں کے نمائندے، بچوں کے مصنفین اور آرٹسٹ، بچوں کی کتابوں کے ناشر اور بک سیلر، مبصر اور بچوں کی کتابوں کے دیوان ممبرشپ حاصل کر سکتے ہیں۔ ان سب کے علاوہ بچوں کے ادب اور کتابوں سے کسی بھی پہلو سے وابستہ لوگ بھی اس کے ممبر بن سکتے ہیں۔ ممبرشپ فیس دس روپے سالانہ مقرر کی گئی ہے ـــ اس ایسوسی ایشن کے لئے جو عہدیداران منتخب ہوتے ہیں ان میں صدر مسٹر مارون [illegible] نائب صدر، مسز

الفریدہ دی سسوا اور بیگرڈین مز سیلا ایچ بیکر امقرر ہوئے ہیں۔ اس ایسوسی ایشن کے بارے میں مزید معلومات نمبر ۱۰ اگرامتی لین کولمبو۔ ۵ سری لنکا سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ (نیوز لیٹر اکتوبر ۱۹۷۸ء)

یونیسکو ممبرشپ

جون ۱۹۷۸ء تک یونائیٹڈ نیشنز ایجوکیشنل سوشل اینڈ کلچرل آرگنائزیشن (یونیسکو) کے ممبران کی تعداد ۱۴۴ ہو چکی ہے۔ حال ہی میں اس ادارے کی ممبر شپ مغربی افریقہ کے ملک کیپ ورڈی نے قبول کر لی ہے۔ اس سے پیشتر جنوری ۱۹۷۸ء میں سوازی لینڈ بھی یونیسکو کا ممبر بن گیا تھا۔

سولہویں کانگریس

ووزبرگ میں فرینکفرٹ کتاب میلے کے موقعہ پر (۲۳ر سے ۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۸ء تک) آئی بی بی وائی کی سولہویں کانگریس ہوئی۔ اس کانگریس کا مرکزی خیال "نوجوانوں کے لئے جدید حقیقی کہانیوں کے مختلف پہلو" تھا۔ اس کانگریس میں سات لیکچرز ہوئے اور سات ہی ملکوں کے نمائندوں نے اس میں شرکت کی تھی۔ اس موقعہ پر نوجوانوں کے لئے حقیقی کہانیوں کی ایک توضیحی فہرست (ببلوگرافی) بھی شائع کی گئی۔

انٹرنیشنل ریڈنگ ایسوسی ایشن

فیڈرل ری پبلک آف جرمنی میں یکم سے تین اگست ۱۹۷۸ء تک ساتویں ورلڈ کانگریس آف دی انٹرنیشنل ریڈنگ ایسوسی ایشن منعقد ہوئی۔ اس کانگریس میں عادات مطالعہ کے ارتقاء کے مسائل، عادات مطالعہ کے فروغ میں والدین کا کردار اور حصہ، مطالعے کی راہ میں بچوں اور دوسرے قارئین کی مشکلات اور مغائرت، ترقی پذیر ممالک میں تعلیمی سہولتیں، تعلیم و تدریس اور مطالعے کے مختلف ذرائع، ٹیلی ویژن اور مطالعہ، غیر رسمی تعلیم، چھوٹی زبانیں اور ذو لسانی قارئین کے مسائل وغیرہ زیر بحث آئے۔ ان ماہرین نے اپنے خیالات کا بھرپور اظہار کیا اور اپنی تجاویز اور آرا پیش کیں۔

برازیل کا دو سالہ عالمی کتابی جشن

برازیل میں بک چیمبر ہر دو سال کے لئے انٹرنیشنل سطح پر کتابوں کا ایک جائزہ لیتا ہے۔ اب کی بار یہ جائزہ اجلاس گیارہ اگست سے بیس اگست تک ساؤ پاؤلو میں منعقد ہوا تھا۔ اپنی قسم کا یہ پانچواں عالمی اجلاس تھا۔ ہر دو سال کے بعد عالمی سطح کا ایک کتابی جشن منایا جاتا ہے اور اس میں دنیا بھر کی نمائندہ کتابیں بھی سجائی جاتی ہیں۔ اس رنگارنگ کتابی جشن کے لئے دنیا بھر کے قریباً سات سو ناشرین نے اپنی کتابیں سجائی اور پھیلائی تھیں۔ برازیل کے اس دو سالہ عالمی جشن کے دوران کتابوں سے متعلق سیمینار، اجلاس اور لیکچرز بھی ہوتے رہے۔ ۱۹۷۸ء کے اس جشن کو قریباً دو لاکھ افراد نے دیکھا تھا۔

نسل پرستی کے خلاف عالمی سال

اقوام متحدہ نے ۱۲ر مارچ ۱۹۷۸ء سے نسل پرستی کے خلاف عالمی سال کے آغاز کا اعلان کیا ہے۔ یہ سال یونیسکو کے تحت پورے اہتمام سے منایا جا رہا ہے۔ معلومات اور دوسری تحریری سرگرمیوں کے ذریعے سے یونیسکو نے اس سلسلے میں اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ نشر و اشاعت کی دنیا میں نسلی تعصب اور نسل پرستی کے جو جذبے کارفرما ہیں ان کو اجاگر کرنے کے لئے بھی یونیسکو اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ بچوں کی تدریسی کتابوں میں کہ جن میں خصوصی طور پر نسلی تعصبات ابھارے جاتے ہیں اس کے مسائل کو بھی موضوع بنایا جا رہا ہے۔ یونیسکو نے اس ضمن میں مزید انٹرنیشنل بک فیئر فرینکفرٹ میں ایک سیمینار کا اہتمام بھی کیا۔ اس سیمینار میں بچوں کی کتابوں کے ماہرین اور ماہرین تعلیم و تعلم نے حصہ لیا۔ اس سیمینار کو بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کی ایک سرگرمی کے طور پر بھی شمار کیا گیا ہے۔

اس عالمی سال کے موقعے پر یونیسکو نے اس ضمن میں جو کوششیں کی ہیں ان کی وسیع نشر و اشاعت کے انتظامات بھی کئے جا رہے ہیں۔ نسلی تعصب کو ختم کرنے کے لئے انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں لٹریچر چھاپ کر یونیسکو مفت تقسیم کرنے کے انتظامات کر رہی ہے۔ نسلی علیحدگی کے خلاف اعداد و شمار پر مشتمل مضامین یونیسکو کوریئر کے شمارہ خصوصی کی دس لاکھ کاپیاں تین زبانوں میں زائد شائع کی گئی ہیں اور اسی طرح ان میں سے پچاس ہزار کاپیاں مفت تقسیم کی جائیں گی۔ اسی طرح کئی زبانوں میں شائع ہونے والے بیس ہزار پوسٹرز بھی تقسیم کئے جائیں گے۔ یونیسکو کی جانب سے نسل پرستی کے خلاف منتخب مضامین کے انتخابات بھی شائع کر کے انہیں وسیع سطح پر پھیلایا جائے گا۔

بنگالی نیو ایئر ڈے

بنگلہ دیش میں ۱۵ر اپریل ۱۹۷۸ء کو نیشنل بک سنٹر نے بنگالی نیو ایئر ڈے منایا۔ اس دن کی تقریبات تین دن تک جاری رہیں۔ اسی دوران میں نیشنل بک سنٹر آف بنگلہ دیش کی جانب سے بچوں کے لئے متعدد کتابیں لکھنے والے مصنف مرحوم محمد ناصر علی کو گولڈ میڈل انعام بھی پیش کیا۔ بنگلہ دیش میں مرحوم ناصر علی نے بچوں کی کتابوں کی جانب ۱۹۴۷ء ہی سے توجہ مبذول کرنی شروع کر دی تھی اور اس کی تصانیف ایک مشہور اشاعتی ادارہ "نوروز کتاب[illegible]کر رہا۔ اسی تقریب

کے دوران بچوں کے لئے بھی کئی ایک مقابلے کے پروگرام کئے گئے۔ بچوں کو کہانیاں سنانے کا پروگرام بھی کیا گیا اور پھر بچوں میں انعامی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

ہندوستان کا عالمی کتاب میلہ

ہندوستان میں بھی کتابوں کے فروغ اور ناشرین کی حوصلہ افزائی کے لئے ہر سال ایک عالمی کتاب میلے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب میلہ نیشنل بک ٹرسٹ کی ایک قابل ذکر سرگرمی شمار کی جاتی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں یہ کتاب میلہ ۱۱ سے ۲۰ فروری تک نئی دہلی میں منایا گیا۔ اس کتاب میلے میں دنیا بھر کے انتیس ممالک اور ہندوستان بھر کے ۳۴۵ ناشرین نے شرکت کی۔ دہلی کے اس عالمی کتاب میلے میں تقریباً دو لاکھ کتابیں سجائی گئی تھیں۔ ۱۹۷۶ء کے مقابلے میں یہ تعداد دوگنی تھی۔ اس کتاب میلے کو دیکھنے والے تماشائیوں کی تعداد ڈھائی لاکھ سے زیادہ تھی۔ اس کتاب میلے نے دنیا بھر کے زیادہ سے زیادہ بڑے بڑے ناشرین کو دو سو اداروں کی کتابوں سمیت یکجا ہونے کا ایک بہترین موقع فراہم کر دیا تھا۔

ہندوستان کے اس عالمی کتاب میلے کی چند ایک خصوصیات یہ تھیں کہ اس میلے میں قومی نمائش کے تحت چھ ہزار سات سو اڑسٹھ منتخب کتابیں بھی سجائی گئی تھیں۔ یہ منتخب کتب ۷۷-۱۹۷۶ء کی چھپی ہوئی تھیں۔ "ترقی پذیر ممالک میں تعلیمی کتابوں کی نشر و اشاعت" کے موضوع پر نیشنل سیمینار بھی منعقد ہوا۔ اسی طرح اس کتاب میلے میں اردو کتابوں کے لئے ایک بازار بھی سجایا گیا تھا۔ اسی موقع پر کتابوں کی نشر و اشاعت، تنظیم و ترتیب اور کتابوں کی تیاری پر کئی طرح کے دوسرے سیمینارز کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ اسی موقع پر آتھرز گلڈ آف انڈیا اور انڈین لائبریری ایسوسی ایشن نے بھی اپنے اپنے سالانہ اجلاس منعقد کئے۔ ایشین رائٹرز ورکشاپ کا بھی یہیں پر اہتمام کیا گیا تھا۔

ہندوستان میں اس عالمی کتاب میلے میں بچوں کی کتابوں کے الگ شعبے مخصوص کئے گئے تھے۔ اسی کے تحت "ہندی منڈپ" بچوں کی ہندی زبان کی کتابوں کو بڑے سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ اس موقع پر ہندوستان کے محکمہ ڈاک نے بھی خصوصی ٹکٹ جاری کیا۔

نئی درآمدی پالیسی

حکومت ہندوستان نے ۸۰-۱۹۷۹ء کے لئے ممالک غیر سے کتابیں، رسائل اور دوسرا علمی و تعلیمی سامان منگوانے کے لئے نئی درآمدی پالیسی کا اعلان کیا ہے۔ اس کے تحت سائنسی، تکنیکی، فنی اور تعلیمی کتابوں، جرائد، اخبارات اور دوسرے مواد کو "اوپن جنرل لائسنس" میں شامل کر دیا ہے۔ یہ چیزیں کوئی بھی شخص بغیر کسی درآمدی لائسنس کے حاصل کر سکتا ہے۔ اس پالیسی کے تحت ایک ہی کتاب کی دو ہزار جلدوں تک باہر سے منگوائی جا سکتی ہیں۔ یہ پابندی انگلش لینگویج سوسائٹی کی کتابوں اور انڈو سویٹ کتابوں پر عائد نہیں ہوتی۔ ممالک غیر کی ایسی کتابیں اور رسائل کہ جن کے سابقہ ایڈیشن ہندوستان میں موجود ہوں گے ان کے نئے ایڈیشن منگوانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اسی طرح فحاشی پر مبنی کتب اور جرائد پر بھی پابندی ہوگی۔ "اوپن جنرل لائسنس" میں آنے والی کتب اور رسائل کے علاوہ بھی حق داروں کی سالانہ درآمدی رقم تین لاکھ روپے تک ہوگی وہ افسانوی ادب پر کتابیں، غیر تکنیکی رسائل و جرائد، بچوں کی کتب، تعلیمی سامان اور آلات مثلاً مائیکرو فلمز، مائیکرو فشز، تعلیمی ریکارڈز اور تعلیمی کیسٹ وغیرہ منگوانے کی بھی اجازت ہوگی۔ اسی طرح سے امپورٹ لائسنس کے لئے تعلیمی ادارے، لائبریریاں بھی درخواستیں دے سکتی ہیں کہ وہ اوپن جنرل لائسنس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

چھ کروڑ کتب

حکومت انڈونیشیا نے دوسرے پانچ سالہ منصوبے پر کروڑوں روپے خرچ کر کے لائبریریوں اور دوسرے انڈونیشی تعلیمی اداروں کے لئے مختلف کتابوں کی پانچ کروڑ انا سی لاکھ، چالیس ہزار چار سو ننانوے جلدیں شائع کر کے تقسیم کیں۔ اسی دوران میں حکومت نے مختلف موضوعات پر سائنسی، تاریخی، فنی اور تکنیکی مجاہدین کی داستانوں، کہانیوں اور سوانحی شخصیات کے علاوہ علم و ادب پر بھی مختلف رسائل کی پندرہ لاکھ دو ہزار سات سو کاپیاں چھاپ کر تقسیم کیں۔

پبلشرز کی سالانہ کانفرنس

ہندوستانی پبلشرز کی سالانہ کانفرنس سال رفتہ میں اپریل کے مہینے میں نئی دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں ناشرین نے کتابی دنیا سے لاحق متعدد مسائل پر بحث و مباحث کی۔ اس کانفرنس کے مہمان خصوصی ہندوستان کے مصنفین کی انجمن کے صدر جسٹس جی ڈی کھوسلا تھے۔

انڈونیشیا میں ہفتہ کتب

جکارتہ میں مئی کے مہینے میں کتابوں کا ایک ہفتہ منایا گیا۔ اس ہفتے کا افتتاح وائس پریذیڈنٹ آدم ملک نے کیا۔ اس کتاب ہفتے کے اغراض و مقاصد یہ تھے کہ لوگوں میں خصوصاً بچوں اور نوجوانوں میں عادات مطالعہ کے فروغ کے لئے کام کیا جائے۔ اس ہفتہ کتب کے دوران بچوں کی کتابوں کی نمائش اور مذاکرات کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ [illegible]

جو انتظام کیا گیا تھا۔ پیکچر اور پتلیوں کے تماشے کا پروگرام بھی پیش کیا تھا۔ انڈونیشیا میں نمائش کتب کا اہتمام انڈونیشین پبلشرز ایسوسی ایشن، بک سیلرز ایسوسی ایشن اور ادا پر فاؤنڈیشن کے اشتراک و تعاون سے کیا گیا تھا۔

جکارتہ پبلک لائبریری

جکارتہ میں ایک سروے کے مطابق دو مہینے کے عرصے میں جکارتہ پبلک لائبریری میں بیس ہزار قارئین آئے اور انہوں نے کتابیں پڑھیں اور رسائل اور اخبارات کا مطالعہ کیا۔ انڈونیشیا میں یہ پبلک لائبریری حال ہی میں قائم کی گئی ہے۔ لائبریری کی نئی بلڈنگ ڈھائی لاکھ ڈالر (یعنی انڈونیشین دس کروڑ روپے) میں تعمیر کی گئی ہے اس لائبریری کے آلات اور دوسرا سامان میونسپلٹی کی حفاظت میں ہے جب کہ کتابوں کی ذمہ داری وزارت تعلیمات کے سپرد ہے۔ اس پبلک لائبریری کے لئے برٹش کونسل اور دوسرے کئی امریکی شہریوں نے کتابیں تحفۃً بھی بھجوائی ہیں۔

جکارتہ لائبریری کے اس دو ماہی سروے کے مطابق لوگوں نے سب سے زیادہ فکشن، سول سائنس، تاریخ، ٹیکنالوجی اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ لائبریری میں جانے والے لوگوں میں زیادہ تعداد سکولوں کے طالب علموں کی تھی اور وہ طالب علم بھی ثانوی درجوں تک کے سکولوں کے تھے۔

بچوں اور نوجوانوں کی کتابوں کی نمائش

ایران کے دارالحکومت تہران میں بچوں کی کتابوں کے ہفتے کے موقعے پر بچوں اور نوجوانوں کی کتابوں کی ایک رنگارنگ نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا۔ بچوں کی کتابوں کی نمائش کی تقریب ہر سال ایران میں منائی جاتی ہے بلکہ ایران میں تو بچوں ... اس نمائش کو "بچوں کے عالمی یوم" کا ایک مستقل پروگرام بنا دیا گیا ہے۔ اس نمائش کا اہتمام ہر سال بچوں اور نوجوانوں کی ذہانت و دانش کا مرکز ہی کرتا ہے۔ اس موقع پر اسی مرکز نے تیس نئی کتابیں بھی شائع کی تھیں۔ ایران میں بچوں کی اس کتابوں کی نمائش میں بلغاریہ نے بھی دو سو کتابیں اور ساتھ تصاویر بھجوائی تھیں۔ بچوں اور نوجوانوں کی کتب کی اس نمائش میں سب سے خوبصورت اور رنگارنگ کتاب چھوٹے بچوں کی بنائی ہوئی قوس قزح کتابیں تھیں۔ ان کتابوں کے مصنف اور مصور ایرانی بچے ہی ہوتے ہیں۔ یہ بچے پانچ سے سولہ سال کی عمر کے ہیں۔

نشر و اشاعت کے نئے رجحانات

جاپان کی پبلشنگ نیوز کمپنی نے ۱۹۷۷ء میں جاپان میں نشر و اشاعت کے رجحانات کا ایک جائزہ پیش کیا ہے۔ اس جائزے کے تحت ۱۹۷۷ء میں جاپان میں پچیس ہزار ایک سو اٹھائیس نئی کتابوں TITLES کا اضافہ ہوا۔ پچھلے سال کے مقابلے میں یہ ۶۲ء۷ فی صد اضافہ تھا لیکن اسی سال کتابوں کی قیمت میں بھی تقریباً ۲ء۱۱ فی صد کا اضافہ کیا گیا تھا۔ یہ اضافہ نشر و اشاعت کے سامان کی مہنگائی کے سبب ہوا ہے۔ سال بھر میں کتابوں کی ترسٹھ کروڑ اکتالیس لاکھ دس ہزار جلدیں فروخت ہوئیں۔ مجموعی فروخت میں اس طرح ۶۲ء۱۰ فی صد کا اضافہ ہوا۔

ہینس کرسچین اینڈرسن جیوری

... نگ ہیل ... کی ...

ہینس کرسچین اینڈرسن جیوری کا اجلاس تہران میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ہینس اینڈرسن ایوارڈ دینے کا فیصلہ بھی کیا گیا اور ۱۹۷۸ء کا یہ انعام امریکی مصنف پالا فوکس کو دیا گیا ہے۔ اس جیوری کے اجلاس میں آسٹریا، آسٹریلیا، برازیل، بلغاریہ، کینیڈا، چیکوسلواکیہ، ڈنمارک، فرانس، مغربی جرمنی، انگلینڈ، یونان، ایران، جاپان، ناروے، پولینڈ، سپین، سویڈن، امریکہ اور سوویت روس کے نمائندوں نے شرکت کی تھی۔

انفارمیشن سنٹر آن پبلشنگ

جاپان بک پبلشرز ایسوسی ایشن نے جاپان کی کتابی دنیا کے بارے میں باضابطہ معلومات فراہم کرنے کے لئے ایک ادارے کا قیام کیا ہے۔ اس ادارے کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ کتابی دنیا سے متعلق ہر طرح کی معلومات جمع کرکے انہیں کتابی صورت میں شائع کرے۔ اس ادارے کے لئے ایک انتظامیہ کمیٹی قائم کر دی گئی ہے۔ کمیٹی یہ بھی فیصلہ کرے گی کہ کون کون سی سب کمیٹیاں اسی سلسلے میں بنائی جائیں گی۔

ساجھا پبلی کیشنز کوآپریٹو لمیٹڈ

نیپال کے ایک اشاعتی ادارے ساجھا پراکشن نے سال رفتہ میں باسٹھ کتابیں شائع کیں۔ ان میں سے ستائیس ری پرنٹ تھے۔ ان میں موضوعات کے اعتبار سے تاریخی نظمیں، گیتوں کی کتابیں، بچوں کی کہانیاں، ناول اور افسانوی ادب کے علاوہ آرٹ اور لسانیات پر بھی کتب شامل تھیں۔

سنگاپور کتاب میلہ

سنگاپور میں کتاب میلہ ایک ایسی سالانہ تقریب کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کہ اس ... ف

سنگاپور کے ناشرین بلکہ دنیا بھر کے ناشرین بھی منتظر ہتے ہیں۔ سنگاپور کا کتاب میلہ سنگاپور اور بیرونی دنیا در سنگاپور کے لوگوں کے لئے ایک نہایت اہم تقریب ی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا کی اس تابی تقریب میں شرکت کے لئے امریکہ اور کینیڈا وغیرہ بی ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اس کتاب میلے کی مقبولیت ے پیش نظر یہ کہنے میں باک نہیں کہ سنگاپور کتاب میلہ نوب مشرقی ایشیا کی سب سے بڑی کتابی سرگرمی ہوتی ہے۔

سنگاپور کے اس سالانہ کتاب میلے میں رنگارنگ وگرام اور کتابوں کے نوع بہ نوع پروگرام ہوتے ں۔ بچوں کے تقریری اور تحریری مقابلے، بچوں کو کہانی سانے کے پروگرام۔ کتابوں کے ڈیزائن اور گرافک رٹ کے مقابلے، قومی کتابی انعامات کی تقسیم کی تقریبات مثلاً، کتابوں کی تعارفی تقریب اور ان سب کے ساتھ تھ بر نوع کی کتابوں کی نمائشیں جاری رہتی ہیں۔ اس ائش میں موضوعاتی کتابیں، خوبصورت کتابیں، بچوں ی کتابیں، ایشیائی ممالک کی کتابیں، کتابوں کے علاوہ وسرے تعلیمی سامان اور مواد کی بھی نمائش کی جاتی ے۔ سنگاپور کتاب میلے میں کتابوں کی فروخت کے نتظامات بھی کئے جاتے ہیں۔

سنگاپور کا دوسرا سالانہ کتاب میلہ ۲۶ اگست ے ۴ ستمبر ۱۹۷۸ء تک سنگاپور میں جاری رہا۔ اس ے کا افتتاح سنگاپور کے وزیر تعلیم نے کیا۔

نل بک ڈویلپمنٹ کونسل آف سنگاپور

سنگاپور نیشنل بک ڈویلپمنٹ کونسل نے اپنی جنرل بنگ کے لئے نئے ممبران کا اعلان کر دیا ہے۔ اس علاوہ ڈویلپمنٹ کونسل نے کئی ایک کتابی سرگرمیوں کا ملان کیا ہے۔ ان میں سنگاپور بکس ان پرنٹ، ٹرانسلیشن ... انسلیشن ... سنگاپور

نیشنل بک ڈویلپمنٹ کونسل نے کتابوں کے تراجم کی سکیم پر کام شروع کیا ہے۔ اس سکیم میں سنگاپور کی چار زبانوں انگریزی، چینی، ملائی اور تامل میں تراجم کا کام کیا جائیگا

سری لنکا میں کتابوں کی نمائش

سری لنکا میں اپریل اور مئی کے مہینوں میں دو کتابی نمائشیں منعقد ہوئیں۔ پہلی نمائش ۲۷ اپریل سے ۹ مئی تک ہوئی۔ اس نمائش میں فیڈرل ری پبلک آف جرمنی کی کتابیں سجائی گئی تھیں۔ یہ نمائش سری لنکا فاؤنڈیشن انسٹی ٹیوٹ کولمبو میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کے لئے وزارت تعلیمات اور وزارت کلچرل افیئرز نے اشتراک کیا تھا اس نمائش میں بعض سری لنکا کی کتابیں، جنوب مشرقی ایشیائی ممالک اور یورپی ممالک کی کتابیں بھی رکھی گئی تھیں۔ موضوعات کے اعتبار سے فیڈرل ری پبلک آف جرمنی کی سائنسی اور ٹیکنیکل کتابیں تھیں۔ سری لنکا کی اس نمائش میں بچوں کی کتابوں کے لئے ایک خصوصی شعبہ سجایا گیا تھا۔ اس میں بچوں کی سائنسی کتابیں، کہانیوں اور کہاوتوں کی کتب، شاعری کی کتب، تعلیمی کتب اور دوسرے ہلکے پھلکے موضوعات کی کتابیں بھی شامل تھیں۔ اس کتاب میلے کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں فرینکفرٹ کتاب میلہ کے ڈائریکٹر نے بھی شرکت کی تھی اور کئی پروگراموں کا جائزہ بھی لیا تھا۔ سری لنکا میں دوسری کتابی نمائش میں ہندوستان میں چھپی ہوئی کتابوں کو سجایا گیا تھا۔ اس میں کم و بیش پچاس ہندوستانی ناشرین کی ڈیڑھ سو کتابیں رکھی گئی تھیں اور یہ نمائش ۲ مئی سے ۹ مئی تک کولمبو میں سدرسا گیلری میں منعقد ہوئی تھی۔ ہندوستان کی ان کتابوں میں ہندوستانی اساطیری کہانیاں، سائنس، ادبیات، موسیقی، یوگا، مذہب، شخصیات، بچوں کی کتابیں سجائی گئی تھیں۔ اس نمائش میں بھی کتابوں کی فروخت کے انتظامات کئے گئے تھے... ... اور ادارہ کی کتابیں ...

کے بعد سری لنکا کی لائبریریوں کو تحفۃً دے دی گئی تھیں۔

تدریسی نصاب کی نظر ثانی

پاکستان میں سکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جانے والی کتابوں پر نظر ثانی کرنے کے لئے ستمبر کے مہینے میں حکومت نے ایک کمیٹی قائم کی تھی تاکہ ملک میں اسلامی بنیادوں پر مبنی تدریسی نصاب شروع کیا جا سکے۔ نظر ثانی کرنے والی کمیٹی نے نصاب کی قریباً بارہ سو کتابوں پر نظر ثانی کی ہے۔ یہ کتابیں پاکستان کے سکولوں اور کالجوں میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں۔ نصاب پر اس نظر ثانی کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی نظریات پر مبنی نصاب بنایا جائے اور ملک میں استحکام و اتحاد پیدا کرنے کے پیش نظر سابقہ نصابی کتابوں کو بدلا جائے۔ تدریسی نصاب پر نظر ثانی کرنے والی کمیٹی کے سربراہ وفاقی وزیر تعلیم جناب محمد علی ہوتی تھے۔ اس کمیٹی کے کنوینر ڈاکٹر سید محمد عبداللہ مقرر کئے گئے تھے۔ نصاب پر نظر ثانی کرنے والی کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کر دی ہیں۔ اب خیال ہے ۱۹۷۹ء سے سابقہ نصاب میں ضروری تبدیلیاں کر دی جائیں گی۔

ڈائجسٹ صحافت

۱۹۷۸ء کے اواخر میں لاہور سے دو نئے ڈائجسٹوں کا اجراء ہوا ہے۔ ایک "نقارہ ڈائجسٹ" اور دوسرا "آتش ڈائجسٹ"۔ دونوں ڈائجسٹ اپنے مواد کے لحاظ سے ڈائجسٹوں کی عام روش کے حامل ہیں لیکن پروڈکشن کے اعتبار سے نقارہ ڈائجسٹ خاصا معیاری ہے۔

تاریخی نوادرات اور تیسری دنیا

یونیسکو کی جنرل کونسل کے سالانہ عام اجلاس میں ایک قرارداد پیش کی جانے والی ہے جس میں ترقی یافتہ ملکوں پر یہ پابندی لگائی جائے گی کہ تیسری دنیا کے ملکوں کے وہ تمام ثقافتی آثار اور نوادرات انہیں واپس کر دیں جو انہوں نے نوآبادیاتی دور میں حاصل کئے تھے۔ مغربی جرمنی اس قرارداد کی مخالفت کر رہا ہے اس کی رائے یہ ہے کہ ایک کمیشن قائم کیا جائے جو مختلف ملکوں کے درمیان اس بارے میں صلاح مشورہ کرے۔ نوآبادیاتی ملکوں نے محکومی اور غلامی کے دور میں تیسری دنیا کے ملکوں کو جہاں سیاسی اور اقتصادی طور پر اپنا دست نگر بنایا وہاں علمی اور تہذیبی اعتبار سے اپنا باجگزار بنانے کے لئے انہیں ان کے تاریخی اور ثقافتی ورثہ سے محروم کر دیا وہ تمام تاریخی اور ثقافتی آثار اور وہ سب علمی اور تہذیبی مخطوطات و تصاویر جو وہاں سے لے جائی جا سکتی تھیں۔ منتقل کر کے مغربی ملکوں کی لائبریریوں اور عجائب خانوں کی زینت بنا دی گئیں۔ آج اگر پاکستان کے کسی محقق کو جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تاریخ یا علمی و ثقافتی کارناموں کی تلاش ہوتی ہے تو اسے پاکستان سے باہر برطانیہ، فرانس، جرمنی حتیٰ کہ سویڈن تک کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے لندن کی انڈیا آفس لائبریری، برٹش میوزیم، فرانس کے عجائب گھر اور جرمنی کے کتب خانے تیسری دنیا کے انمول علمی، تہذیبی اور ثقافتی آثار کے خزانے بنے ہوئے ہیں اور وہ سانپ بن کر ان خزانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

اگر ترقی پذیر ملک اپنا سرمایہ اور اثاثہ واپس طلب کرتے ہیں تو مختلف بہانوں سے انکار کر دیا جاتا ہے کہ نوادرات کی واپسی کا مسئلہ ابھی کل کی بات ہے پاکستان نے اس پر اپنا حق ثابت کیا تو اول تو ہندوستان کو بیچ میں کھڑا کر دیا۔ پھر یہ سوال پیدا کیا گیا کہ اگر اس طرح واپسی شروع ہو گئی تو مغربی ملکوں کے عجائب گھر بالکل خالی ہو جائیں گے۔ یہ عجیب و غریب منطق ہے، مغربی ملکوں نے صدیوں ان قلمی تصاویر، نادر علمی نسخوں اور دیگر اشیاء سے فائدہ اٹھایا ہے اگر اب ان کی واپسی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو یہ کوئی ناجائز بات نہیں ہے ان ملکوں کا حق ہے۔ آخر ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کی دریافت کے لئے اور اپنا قومی تشخص منظور کرنے کے لئے ہزاروں میل کا سفر کیوں کرنا پڑے۔ یہ اشیاء ہمیں واپس ملنا چاہئیں اگر ان سے مغربی ملکوں کو ایسی ہی محبت ہے تو وہ ہمارے پاس آ کر ان کا دیدار کر سکتے ہیں۔ ہمیں آخر ان سے کیوں محروم رکھا جاتا ہے۔ آخر ہمیں یہ احساس کیوں دلایا جاتا ہے کہ ہم ان ملکوں کے محکوم رہے ہیں اور اب بھی ہم اپنی تلاش کے لئے ان کے سہارے کے ہی محتاج ہیں ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے تمام ملکوں کو مغربی جرمنی کی قرارداد کی مخالفت کرنی چاہیئے اور یہ قرارداد بہر طور منظور ہونی چاہیئے کہ ہر ملک کی تاریخ اور نوادرات اسی ملک میں محفوظ رہنے چاہئیں (امروز)

اردو ذریعہ تعلیم اور تعلیم بالغاں

تعلیم کے وفاقی وزیر مسٹر محمد علی خان ہوتی نے کہا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہے انہوں نے مزید بتایا کہ تمام سرکاری انگلش میڈیم سکولوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ انگریزی کی جگہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنائیں۔ وفاقی وزیر تعلیم یونیسکو کے ایک اجلاس میں شرکت کے بعد گذشتہ واپس پہنچے۔ انہوں نے اجلاس میں اعلیٰ تعلیم اور ریسرچ کے بارے میں ایک کمیشن قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ سندھ کی تہذیب کے بارے میں ایک سیمینار بہت جلد پاکستان میں ہو گا۔ محمد علی خان ہوتی نے بتایا کہ یونیسکو پاکستان کو تعلیم بالغاں اور دیہی مربوط ترقیاتی پروگرام کے لئے دس ہزار ٹیلیویژن سیٹ مہیا کرے گا تاکہ تعلیم بالغاں کے پروگرام پھر ربط اور جلد از جلد شروع کئے جا سکے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے یونیسکو کے حکام سے ملاقات کی تھی۔ جنہوں نے تعلیم بالغاں کے پروگرام میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

صحافت کا بین الاقوامی ادارہ

مغربی برلن میں صحافت کا بین الاقوامی ادارہ ۱۹۶۲ء سے قائم ہے۔ یہ ادارہ سال بھر صحافت کی اعلیٰ تربیت کے مختلف کورس منعقد کرتا رہتا ہے ان کورسوں میں شرکت کے لئے ترقی پذیر ممالک سے صحافیوں کو مدعو کیا جاتا ہے یہاں انہیں صحافت کی اعلیٰ تعلیم و تربیت دی جاتی ہے ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کے مختلف ممالک سے آنے والے صحافیوں کو پیشہ وارانہ تربیت کے علاوہ وفاقی جمہوریہ جرمنی کی سیاسی، اقتصادی اور سماجی صورت حال بالخصوص برلن کی سیاسی صورت حال سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔

صحافت کے بین الاقوامی ادارے میں انگریزی کے علاوہ فرانسیسی زبان میں بھی کورس منعقد کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں یورپ سے بین الاقوامی شہرت یافتہ افراد کو لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔ ان میں اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے مشہور اور تجربہ کار صحافی اہلِ قلم اور ماہرین شامل ہوتے ہیں۔

یہ ادارہ تیسری دنیا کے ممالک میں صحافیوں کو صحافت کے میدان میں درپیش خصوصی مشکلات اور ان کی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کورس ترتیب دیتا ہے۔ صحافیوں کو لیکچروں بحث مباحثوں اور عملی مشقوں کے ذریعے جرنلزم کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں آگاہ کیا جاتا ہے

ہر کورس میں ترقی پذیر ممالک سے تقریباً ١٥ صحافیوں کو مدعو کیا جاتا ہے ان صحافیوں کو برلن میں قیام و طعام کے علاوہ واپسی کا ہوائی ٹکٹ اور قیام کے دوران معقول گزارہ الاؤنس دیا جاتا ہے۔ کورس میں شرکت کے لئے شرط یہ ہے کہ امیدوار کو چار سال کا صحافت کا عملی تجربہ ہونا چاہیئے اور وہ کسی اخبار، جریدے یا خبر رساں ایجنسی میں بطور صحافی خدمات انجام دے رہا ہو مزید یہ کہ امیدوار نے اس سے قبل کسی اور غیر ملکی انسٹی ٹیوٹ میں صحافت کی اعلیٰ تربیت حاصل نہ کی ہو۔

صحافت کا بین الاقوامی ادارہ مغربی برلن میں کورس منعقد کرنے کے علاوہ وقتاً فوقتاً ترقی پذیر ممالک میں سیمینار کا بھی اہتمام کرتا ہے۔ ان مجالسِ مذاکرہ میں انسٹی ٹیوٹ کے ماہرین لیکچر دیتے ہیں۔

انسٹی ٹیوٹ کی ایک لائبریری ہے جہاں صحافت کے موضوع پر بے شمار کتب موجود ہیں۔ ان کتب کے مطالعہ سے ترقی پذیر ممالک کے صحافی بے پناہ استفادہ کر سکتے ہیں اس کے علاوہ انگریزی اخبارات و جرائد بھی صحافیوں کو مہیا کئے جاتے ہیں تاکہ وہ روزمرہ کے حالات و واقعات سے مکمل طور پر باخبر رہیں۔

صحافت کا بین الاقوامی ادارہ جرمن اور غیر ملکی صحافیوں کی ایسوسی ایشن نے قائم کیا تھا انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر جناب رابرٹ لاکنر ایک مشہور اور تجربہ کار صحافی ہیں اس ادارے کو وفاقی جمہوریہ جرمنی کی وزارت اقتصادی تعاون اور برلن سینیٹ مالی امداد فراہم کرتی ہے۔

سگِ آوارہ کی تعارفی تقریب

زیرِ نظر کے وسط میں لاہور میں جہاں متعدد دوسری کتابوں کی تعارفی تقاریب منعقد ہوئیں وہاں ایرانی ادیب صادق ہدایت کے افسانوں کے ترجمے "سگِ آوارہ" کی رونمائی تقریب بھی منعقد ہوئی۔ اردو ترجمہ پاکستان کے مشہور ادیب بذل حق محمود نے کیا ہے۔ صادق ہدایت ایران کے ایک معروف ادیب تھے اور ان کی تحریروں کے دنیا کی کئی دوسری زبانوں میں بھی تراجم ہو چکے ہیں۔ ایرانی ثقافتی مرکز لاہور نے "سگِ آوارہ" کی تعارفی تقریب کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں جناب احمد ندیم قاسمی، پروفیسر حامد خاں حامد، میرزا ادیب، پروفیسر عارف عبدالمتین اور مرزا حامد بیگ نے خطاب کیا۔ خانہ فرہنگ ایران لاہور کے انچارج بہاالدین اورنگ نے بھی کتاب کے اردو اور فارسی ایڈیشنوں پر اظہارِ خیال کیا۔

تدریسی نصاب کی نظرِ ثانی

پاکستان میں سکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جانے والی کتابوں پر نظرِ ثانی کرنے کے لئے ستمبر کے مہینے میں حکومت نے ایک کمیٹی قائم کی تھی تاکہ ملک میں اسلامی بنیادوں پر مبنی تدریسی نصاب شروع کیا جا سکے۔ نظرِ ثانی کرنے والی کمیٹی نے نصاب کی تقریباً بارہ سو کتابوں پر نظرِ ثانی کی ہے۔ یہ کتابیں پاکستان کے سکولوں اور کالجوں میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں۔ نصاب پر اس نظرِ ثانی کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی نظریات پر مبنی نصاب بنایا جائے اور ملک میں استحکام و اتحاد پیدا کرنے کے پیشِ نظر سابقہ نصابی کتابوں کو بدلا جائے۔ تدریسی نصاب پر نظرِ ثانی کرنے والی کمیٹی کے سربراہ وفاقی وزیرِ تعلیم جناب محمد علی ہوتی تھے۔ اس کمیٹی کے کنوینر ڈاکٹر سید محمد عبداللہ مقرر کئے گئے تھے۔ نصاب پر نظرِ ثانی کرنے والی کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کر دی ہیں۔ اب خیال ہے ١٩٧٩ء سے سابقہ نصاب میں ضروری تبدیلیاں کر دی جائیں گی۔

وفاقی ڈپٹی سیکرٹری کا انتقال

وفاقی وزارت تعلیمات کے ڈپٹی سیکرٹری جناب حسن شوکت ٢٠ دسمبر کو اسلام آباد میں کار کے ایک حادثے میں انتقال کر گئے۔ ان کی کار پولیس کی تیز رفتار جیپ سے ٹکرا گئی تھی۔ کار سے ٹکرا کر جیپ بھی الٹ گئی تھی۔

بک پروموشن سوسائٹی

فلپائن کے اس بک پروموشن اینڈ ڈسٹری بیوشن کورس کے دوران میں کورس کے ڈائریکٹر نے کتابوں کے فروغ کے لئے ایک سوسائٹی کے قیام کا اعلان بھی کیا اور اس سوسائٹی کو سوسائٹی فار دی پروموشن آف بکس کا نام دیا اسی موقع پر اس سوسائٹی کے عہدیداروں کا چناؤ بھی کر لیا گیا۔ اس سوسائٹی کا بنیادی مقصد یہی قرار دیا گیا کہ یہ فلپائن میں کتابوں کے فروغ کے لئے کام کرتی رہے گی۔ ★★★

بزمِ کتاب	پروین عاطف

BAPSI

THE CROW EATERS

by : Bapsi Sidhwa

جنگل بیلے میں گزرتے گزرتے اچانک
کہیں بڑی پراسرار سی بھنبھناہٹ سنائی دے تو
آدمی اندازہ لگا لیتا ہے کہ آس پاس کہیں کوئی
شہد کا چھتہ موجود ہے۔ ویسے مجھے ذاتی طور پر
شہد سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن ——BAPSY
کی کتاب کے بارے میں دانشوروں کے حلقے
میں مجھے اس قسم کی بھنبھناہٹ سنتے اب سال
سے اوپر گزر چکا ہے بھنبھناہٹ کو تو شاید میں
نظر انداز کر دیتی لیکن بات اس سے بہت آگے
بڑھ گئی۔ بڑے بڑے ادیبوں نے اس کی کتاب
کا کچا مسودہ ہاتھ میں لے کر ہوکے لگانے شروع
کر دیئے، ادھر دیکھو ہمارے ہاں بین الاقوامی
ادب کی منڈی کا مال پیدا ہو گیا ہے پت پت
میں چاندی کے ورق چمک رہے ہیں آؤ اس
کو ہاتھوں ہاتھ لیں۔۔۔

دراصل میری اپنی کہانی بڑی دردناک
ہے انہی بڑے بڑے ادیبوں کے ساتھ اٹھنے
بیٹھنے سے مجھے کچھ اپنے INTELLECTUAL
سا ہونے کا زعم ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کون
سی عورت یہ برداشت کر سکتی ہے کہ اس کے
سامنے کھلے عام کسی دوسری عورت کے
GENIUS کا ڈنکا پٹے اور وہ چپکے سے
دیکھتی رہے اس لئے ان کے ہر ہوکے
پہ مجھ میں احساس شکست پیدا ہوتا تھا
لگتا تھا اس طرح میری اپنی تخلیقی قوتیں بانجھ
ہو کر رہ جائیں گی لیکن بڑے ادیبوں کا ہوکا
مجھے خائف کر دیتا ہے۔ ان کو چپ کرانا میرے
بس میں نہ تھا۔ تب اس ہونی کو ٹالنے کے
لئے میں نے اوپر والے کے آگے جھولی
پھیلائی کہ یا اللہ BAPSY SIDHWA
—— کی کتاب کو چھاپنے کے لئے
کوئی پبلشر نہ ملے اوپر والے نے سن ان سنی
کر دی اور یہ چلا کتاب چھاپے خانے چل گئی۔
میری کنپٹیاں حسد سے پھنکنے لگیں تب میں
نے محفلوں میں اس کے خلاف زہر اگلنا شروع
کیا کیونکہ میں پاکستان کے اس پڑھے لکھے
طبقے سے تعلق رکھتی ہوں جو بڑے بڑے مباحثوں
میں اردو کے ارتقا کے لئے جان دینے کو تیار
ہو جاتا ہے۔ اندر اندر سے انگریزی کی اچھی
لکھی ہوئی کتاب دیکھ کر اس لئے SHORT
CIRCUIT ہو جاتا ہے کہ ہائے یہ ہم کیوں نہ
ہوئے میں نے لوگوں کو سمجھایا کہ پاکستان کی

بیپسی سدھوا کی کتاب "THE CROW EATHERS" کی تعارفی
تقریب ٩ دسمبر ١٩٧٨ء کو نیشنل بک کونسل آف پاکستان کے
زیر اہتمام نیشنل سنٹر لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب کی
صدارت جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے کی۔ جناب اشفاق احمد
محترمہ کشور ناہید، محترمہ پروین عاطف، ڈاکٹر انور سجاد اور سرمد
صہبائی نے مضامین پڑھے۔ ذیل میں ہم پروین عاطف کا مضمون
پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

جم پل ہو کر انگریزی کی کتاب لکھنا غلامانہ
ذہنیت کا مظاہرہ ہے کیا BAPSY یہ
سمجھتی ہے کہ انگریزی زبان کا سورج ابھی تک
ہماری ان مخصوص جگہوں سے چڑھتا ہے جن کا
ذکر وہ بڑی ناشائستگی سے اپنی کتاب میں
کرتی ہے۔ اردو ادب کے ساتھ سراسر غداری
ہے جس سا دیبوں کو احتجاج کرنا چاہیئے پتہ نہیں
BAPSY کی کتاب کا ذکر سن کر لوگ سادھو
سنت کیوں بن گئے تھے کسی نے ایک نہیں سنی
ستم بالائے ستم کتاب مارکیٹ میں آئی تو بانو
قدسیہ نے خط لکھا۔ BAPSY کی کتاب کے
بارے میں کچھ لکھیے مجھے قدسیہ پہ غصہ آیا۔ بزدوا
ہیں کہ انگریزی کی گھبیر سے چندھیا گئی ہے مجھے
سی پارسی ادیبہ کی جھوٹی چغلی کرنے کی کوئی ضرورت
نہیں۔ پھر ممتاز مفتی کا ٹیلیفون آگیا۔ نئی کتاب
کا نام دیکھا ہے تم نے کتنا دلچسپ ہے۔
THE CROW EATER ۔کیا دلچسپ ہے
بلا اس میں میں نے پلٹ کر جواب دیا۔ مجھے تو
بنیادی طور پر کوے ہی بڑے CRUDE لگتے
ہیں۔ نہیں پگلی تو سمجھی نہیں اس نے تو پنجابی کا
محاورہ بڑی مناسبت اور خوبصورتی کیسا استعمال
کیا ہے انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی۔
پنجابی کا محاورہ استعمال کیا ہے تو کون سی چوری
کی ہے اس نے پنجاب کی ! میں نے جل کر
کہا بچپن سے میری ایک اور بھی کمزوری ہے مانے
ہوئے ادیب اگر کوڑے میں بھی چھلانگ لگا دیتے
مستحسن قرار دیں تو رات ہونے سے پہلے اگر
کوڑے میں چھلانگ نہ لگاؤں تو چین نہیں پڑتا۔
BAPSY کی کتاب بھی میں نے اس رات

اس ناول میں

بیپسی نے چلتے چلتے

گدگدیاں بھی

کی ہیں

شروع کی تھی پھر پتہ نہیں میرے تعصبات کو
کیا ہوا۔ چلتے ہوئے دل پر جذبات کی نرم پھوار برسنا
شروع ہوئی اور ایسی برسی کہ ابھی تک تربتر کھڑی
ہوں۔ تنقید کے مروجہ معیار پر مجھے کتابوں پر تبصرے
لکھنے نہیں آتے صرف اتنا جانتی ہوں BAPSY
بڑے بڑے دانشوروں سے زیادہ شاطر ہے
اس نے کتاب نہیں لکھی THREE
DIMENSION فلم کی DIRECTION
کی ہے اور AUDIO VISUAL سے

کے سارے تقاضے پورے کرنے کے ساتھ ساتھ
آپ کو خود کتاب کا ہیرو یا ہیروئن بنا کر رکھ چھوڑتی
ہے۔ مجھے بھی اسی طرح نہ ذکر تے دوسرے ہی
CHAPTER سے اس نے فریدوں جنگل والا
کے خاندان کا اہم رکن بنا کر ساتھ بٹھا لیا تھا۔
کتاب پڑھنے کے دوران میرے گھر والوں نے کئی
بار مجھے آپ ہی آپ کھلکھلا کر ہنستے دیکھا۔ کئی
بار تکیے میں منہ چھپائے بلک بلک کر آنسو بہاتے
دیکھا۔ کسی کسی وقت میں نے خود بھی تشنج
کی کیفیت محسوس کی۔ وہ چینی کراکری کے اعلیٰ
نمونوں کی طرح انسانی رشتوں کے تانے بانے
اس خوبصورتی سے بنتی ہے کہ انسان اس تند
سے نکلتا ہے اور اس میں کھب جاتا ہے، اس
رنگ سے توجہ ہٹتی ہے تو اس پر جا پڑتی ہے۔
جہاں فریدوں جنگل والا کے جوان مرگ بیٹے
SOLI کی نعش کو میں نے گھر والوں کے
ساتھ کندھا دیا ہے۔ وہاں شملہ کی سرسبز

پہاڑی کی پگڈنڈیوں کے پیچ و خم میں اس کے دوسرے بیٹے اور بہو کی سہاگ رات کا اندھا طوفان ابھی تک ذہن میں کھیل رہا ہے۔ یوں تو ہم سبھی جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں کے خاندانی رشتوں میں ساس بہو یا ساس اور داماد کے رشتے کی نفرتیں اور محبتیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن جس ماہر سرجن کی طرح چابکدستی سے BAPSY نے اس رشتے کی ریشہ دوانیاں کی ہیں اس سے کتاب کے ہر صفحے پر رنگوں کی پچکاریاں پھیل گئی ہیں۔ ساس داماد کی آپس میں کھینچا تانی کے ہر واقعہ میں اس نے شوخی کا ایسا رنگ بھر دیا ہے کہ بدترین حالات میں بھی قاری کے ذہن میں جگنو دمکنے لگتے ہیں اور وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ شطرنج کے مہروں کی طرح مجھ سے ابھی تک یہی فیصلہ نہیں ہو پاتا کہ کون سا کردار کم اہم ہے اور کون سا زیادہ۔ میں تو ہر صفحہ پڑھنے کے دوران ان کے گرم سانس اپنے چہرے پہ محسوس کرتی رہی ہوں۔

اب جو بات کھل کر کرنی پڑ رہی گئی ہے تو مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ BAPSY کی کتاب پڑھنے سے پہلے مجھے اس سے زیادہ کچھ علم نہیں تھا کہ صدیوں پہلے وہ یہاں دیکھ کر یہیں کے ہو رہے۔ پیتر اور دھات کے وگروں کی طرح ابھی تک آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ اپنے مرے ہوئے عزیزوں کو چیلوں کووں کے آگے ڈال دیتے ہیں۔ نہ کسی کو اپنا بناتے ہیں نہ خود ہمارے بنتے ہیں۔

دائیں سے بائیں: کشور ناہید، اشفاق احمد، پروین عاطف، ڈاکٹر جاوید اقبال، بیپسی سدھوا اور بانو قدسیہ

سوسائٹی میں ایک خاص مقام حاصل کر لینے کی جدوجہد، ان کے عقائد، ان کے تعصبات ان کے ماضی، ان کے حال سب کچھ دھند میں لپٹا ہوا تھا۔ یہ کتاب پڑھنے کے بعد زندگی میں پہلی بار پارسیوں سے اپنی ہی مٹی کی خوشبو آئی ہے۔ بھائی چارے کا احساس پیدا ہوا ہے۔ اسرار کی پرتیں اتری ہیں جس خلوص اور محبت سے اس نے پارسی کمیونٹی کے رہن سہن اور رسم و رواج کی منظر کشی کی ہے اسی خلوص اور اپنائیت سے اس نے پارسی کمیونٹی کے حوالے سے پاکستانی رہن سہن، پاکستانی سوچ کے انداز اور طور طریقوں کی عکاسی بھی کی ہے۔ بہت سے لوگ BAPSY کی کتاب کو ایک SOCIOLOGICAL.STUDY سمجھ رہے ہیں لیکن اسے خالصتاً SOCIOLOGICAL.STUDY ... کہ

خاص کمیونٹی کے بارے میں مواد اکٹھا کر کے لکھنے سے علم تو حاصل ہو جاتا ہے لیکن انسانی رشتے استوار نہیں ہوتے۔ BAPSY کی کتاب نے تو چپکے سے ہماری بہنوں پر پارسیوں کی اپنائیت کی راکھیاں باندھ دی ہیں۔

بات رہی اس کے اسلوب بیان کی تو ہمیں اپنی کم مائیگی کا احساس ہے۔ ٹیکنیکل انداز سے بات کرنا نہیں آتی۔ اتنا جانتے ہیں جس انداز نے جی کو لبھا لیا وہی اچھا ہے پر BAPSY تو چپتے چپتے گدگدیاں کرتی ہے۔ چٹکیاں لیتی ہے۔ پھلجھڑیاں چھوڑتی ہے کتاب چھوڑ کر GIGGLE کرنے پر مجبور کرتی ہے قاری کے ساتھ کلکلیاں ڈالتی ہے۔ آرام سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ P.G WOOD HOUSE کی طرح SITUATIONS بنتی ہے۔ انسان تو انسان اس کے تو مرغے بھی مسخرے پن کے طاق ہیں جس نازک موقع پر وہ ناہنجار مرغ

فریدوں جنگل والا کے BUTTOCKS - پر جھولے جو رقص ہے DICKENS اور WOOD HOUSE کے ذہن بھی اس تک رسائی حاصل نہ کر پاتے ہوں گے۔

کسی کسی صورت حال کا تسوز تو INFECTION کی حد تک اعصاب پر سوار ہو جاتا ہے۔ فریدوں جنگل والا تو اپنے پیرسائیں کے کہنے پر ساس سے نجات حاصل کرنے کے لئے پاجامے میں قینچی چھپا کر اس کی چوہیا کی دم جیسی چٹیا کاٹنے گئی تھا پر جب وہ واقعہ پڑھنے کے اگلے روز ساس کے کمرے میں سلام کرنے گئے تو بیٹھے بیٹھے بڑا سخت جھٹکا لگا۔ لاشعوری طور پر جیب میں ہاتھ ڈالا تو انگلیوں کے نیچے لوہے کی تیز قینچی رڑک رہی تھی۔ شکر ہے خدا کا میری ساس سو نہیں رہی تھی ورنہ خدانخواستہ BAPSY کا کیا جاتا۔

شروع میں ہم نے حسد کی بنیاد پر بھی بہو انگریزی زبان میں کتاب لکھنے پر کئی تنقیدیں لگائی تھیں۔ پر پڑھنے کے بعد جو BAPSY کے لب و لہجے سے پیاں کی مٹی کی سوندھی سوندھی لپٹیں آئی ہیں اور تشبیہیں استعارے نکالنے سب پیاں کے خمیر میں گندھے ہوئے نظر آتے ہیں اور آکسفورڈ کیمبرج کا نک چڑھا پن نام کو نہیں ملا تو ہم BAPSY کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ حب الوطنی کے تقاضے کے تحت ہمیں یا ہمارے دوستوں کو اس کے انگریزی زبان میں کتاب لکھنے پر کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

گو میں ذاتی طور پر BAPSY کو آج بھی اس سے زیادہ نہیں جانتی کہ کتاب پڑھنے سے پہلے وہ کئی دن اور کئی راتیں کانٹے کی طرح میری پسلی میں چبھتی رہی لیکن اب جو میں اسے ایک اچھی ادیبہ کی حیثیت سے جان گئی ہوں تو جی چاہتا ہے اسے کہوں کہ پاکستانی ادب کے لئے کچھ اور لکھے کیونکہ تمہاری پہلی کتاب میں عنقریب گوروں کے سفارت خانے لے کر جانے والی ہوں ان کے منہ پر مار کر پوچھوں گی، کیا پاکستانی بین الاقوامی معیار کا ادب پیدا نہیں کر سکتے؟ کیا ALEX - HAILEY کی کتاب ROOTS اس لئے مشہور ہے کہ وہ امریکن کی لکھی ہوئی ہے۔

سنگاپور کونسل ایوارڈ

نیشنل بک ڈیولپمنٹ کونسل آف سنگاپور نے سنگاپور کے دوسرے کتاب میلے کے موقع پر کتابوں کے انعامات کا اعلان کیا اس طرح کتابوں کے میلے کے دوران کتابوں کی اہمیت کو اور بھی بڑھایا گیا۔ اور مصنفین کے لئے بہتر اور قابل فخر اعزازات کی جانب مائل کیا۔ کونسل نے یہ انعامات سنگاپور کے مصنفین کی حوصلہ افزائی کے لئے دیئے ہیں، اور ان کا مقصد یہ ہے کہ مصنفین کے لئے زیادہ سے زیادہ کشش پیدا ہو اور وہ بہتر طریق پر اپنی نگارشات اور تخلیقات پیش کرتے رہیں۔ مقامی مصنفین کی مقامی زبانوں میں تخلیقات کو فروغ دینے کے لئے کونسل کے یہ انعامات ایک طرح کا مستحسن اقدام ہے۔ کونسل نے یہ انعامات سنگاپور کی چاروں علاقائی زبانوں ملائی، چینی، تامل اور انگریزی کی کتابوں پر دیئے ہیں۔ ان ادبی انعامات سے کچھ انعامات بچوں کی کتابوں کے لئے بھی مخصوص کئے گئے تھے اور اسی طرح نوجوانوں کے لئے بھی کتابوں کو انعامات دیئے گئے۔ یہ انعامات افسانوی، غیر افسانوی اور شاعری کی کتابوں پر بھی دیئے جاتے ہیں۔ اسی سلسلے کے اگلے انعامات ۱۹۸۰ء میں کونسل کی جانب سے دیئے جائیں گے۔

سنگاپور نیشنل بک ڈیولپمنٹ کونسل نے جون ۱۹۷۸ء میں مختلف مصنفین سے ان کی مقامی زبانوں میں تصانیف کو انگریزی ترجمہ کرنے کے لئے کتابیں طلب کی تھیں تاکہ ان کے انگریزی تراجم چھپوا کر انہیں زیادہ وسعت دی جائے۔ سنگاپور کتاب میلے کے موقع پر ان تراجم کا انتخاب بھی کیا گیا اور تین مصنفین کی کتابوں کو انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے چھپوانے کے انتظامات کا اعلان کیا۔ ان تراجم کی بدولت چینی، ملائی اور تامل زبانوں کی منتخب اور قابل ذکر کتابیں جو اپنی اپنی زبان میں بھی خاصی مقبول ہوئیں وہ انگریزی میں بھی چھپ سکیں گی۔ ان تراجم کی نشر و اشاعت کے لئے سنگاپور بک ڈیولپمنٹ کونسل ہر کتاب پر ناشر کو ایک ہزار ڈالر کی امداد بھی فراہم کرے گی۔ کونسل نے اس ضمن میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ اس اقدام سے ایک زبان کے مصنفین دوسری زبان بلکہ سنگاپور کی تمام زبانوں میں بیک وقت مقبولیت حاصل کر سکیں گے اور اس پر مستزاد وہ سنگاپور سے باہر بھی انگریزی کے وسیلے سے جانے پہچانے جائیں گے۔

خصوصی مطالعہ ریاض صدیقی

الٹی قبر

مصنف۔ ابراہیم جلیس مرحوم
ناشر۔ مکتبہ جلیس بہادر شاہ مارکیٹ کراچی
صفحات۔ ۲۰۸
قیمت۔ بیس روپے

ابراہیم جلیس مرحوم نے ۱۹۷۲ء کے بعد سے بہت کم افسانے لکھے لیکن وفات سے قبل وہ ایک بار پھر اس میدان میں اترے تھے۔ خوبیٔ تقدیر دیکھئے کہ ان افسانوں کی اشاعت سے قبل ہی وہ کوچ کر گئے مرحوم کے فرزند شہریار جلیس اور دست راست کامل القادری نے ان تازہ لکھے گئے افسانوں کو یکجا کر کے "الٹی قبر" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ زیر نظر افسانوی مجموعہ دس کہانیوں پر مشتمل ہے اس فہرست میں "بنگلہ دیش"۔ "الٹی قبر" اور "نگوری عورت والا کالا مرد" جیسے مکمل اور فنی اور معنوی اعتبار سے قابل ذکر افسانے بھی شامل ہیں۔

برصغیر کی افسانوی تاریخ میں ابراہیم جلیس نئے افسانہ نگاروں کی چوتھی کھیپ سے تعلق رکھتے ہیں فنی اور معنوی اعتبار سے ان کا تعلق پریم چند اسکول سے ہے جس کا عہد زریں ترقی پسند تحریک کی صورت میں قبول عام کی منزل تک پہنچا۔ جلیس اس ماحول کے پروردہ ہیں جب برصغیر کے چالیس کروڑ محنت کش ایک طرف جاگیردارانہ معاشرت و معیشت کی غلامانہ گرفت سے آزادی کے لئے نبرد آزما تھے ... قوم ... پیدا ... تسلط ... اور برطانیہ کی غلامی کے خلاف برپا ہونے والی ملک گیر تحریک میں اپنا کردار ادا کر رہی تھیں۔ شعر و ادب کی نئی تحریک اسی پس منظر کی ترجمان تھی اور نئی شاعری جدید ناول اور افسانہ نگاری کو شہر شہر اور کوچہ کوچہ قبول عام کا شرف حاصل ہو رہا تھا اس دور کے معروف کہانی نویسوں میں کرشن چندر کے بعد جلیس یوں بھی مرکز نگاہ بن جاتے ہیں کہ ان کے افسانوں کا موضوع ان کی کیفیت ہمہ جہت اور تنہائی ہے۔

"الٹی قبر" کے افسانوں کا پس منظر سمجھنے کے لئے جلیس کے فن اور پچھلے وقتوں میں لکھے گئے افسانوں پر نظر ڈالنا بھی ضروری ہے۔ ان کے افسانے ۱۹۴۰ء کے بعد سے ۱۹۷۷ء تک کے خارجی ماحول اور اس ماحول کی تمام سمتوں و تغیر پذیر رویوں کا آئینہ ہیں تاریخ کے اس دور میں جو یقیناً برصغیر کا اہم ترین دور تھا ان کے افسانے سیاسی، سماجی، تہذیبی اور معاشی بیکار و انتشار۔ مظاہر و واقعات، عالمی سطح پر سیاسی اور اقتصادی تغیرات اور ترقی پذیر قوموں پر بین الاقوامی رجحانات کی اثر پذیری کا تجزیاتی، تنقیدی اور معروضی مطالعہ کا مظہر ہیں فنی اعتبار سے ان کے افسانے مروجہ اصولوں کی تکمیل کرتے ہیں اور ان کا مخصوص طنزیہ و مزاحیہ لہجہ بیان میں وہ توانائی، کاٹ اور درون ذہن محسوس ہونے والی چوٹ کا سبب بنتا ہے، جو قاری کو فن اور شخصیت تک لے آتا ہے گویا قاری ... کسی ... ہر جملہ ... نہیں ... ہونے پاتے۔

"الٹی قبر" کے کم و بیش سارے افسانے مذکورہ خوبیوں ہی کو منعکس کرتے ہیں یہاں بھی منفرد موضوعات میں ایسا تنوع مزید پیدا ہوا ہے جو ان کے افسانوں کی رنگا رنگی میں اضافے کا سبب ہے لیکن مقاصد اور نقطۂ نظر کے اعتبار سے یہ تمام افسانے سرمایہ دار اور تہذیب و معیشت کے زیر پیدا ہونے۔ سماجی بین الاقوامی محرکات اور آخری نتیجے میں خطرناک تہذیبی معاشی اور سیاسی بحران و پراگندگی، عدم مساوات طبقاتی منافرت، فرقہ وارانہ شعور، جارحانہ قوم پرستی اور اخلاقی اقدار کی مکمل تخریب وغیرہ کے مختلف پہلوؤں کے آئینہ دار ہیں ان افسانوں میں وہ خواب تمنائیں اور آدرش ٹوٹتے بکھرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو برصغیر کے معصوم محنت کشوں کے یہاں آزادی سے قبل گھر کر گئے تھے۔ "بانگلہ دیش" اور "الٹی قبر" مشرقی پاکستان کے سانحے اور اس کے محرکات و نتائج کا کامیاب معروضی اور تجزیاتی مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر سرمایہ دارانہ طرز معیشت اور سیاسی استحصال نے اخلاق اور انسانی قدروں کے نظام کو جس طرح تباہ و برباد کیا ہے اور حسن و جنس کی تجارت کو تہذیب و شرافت کے نئے معیاروں کے سہارے جس انداز سے فروغ دیا جا رہا ہے اس کے واضح نقوش "پردیس" اور "نگوری عورت والا کالا مرد" جیسے افسانوں میں نظر آتے ہیں۔

اس کتاب کا مطالعہ بتاتا ہے کہ زبان و بیان لب و لہجہ اور نقطۂ نظر و مقاصد کی قلمرو میں جلیس کے یہاں ایک عہد سے گزرنے کے باوجود کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔ ان کے تازہ افسانوں پر جدیدیت کا جوگری دراں بینی، داخلیت تجریدیت اور مبہم اثر آفرینی جیسے رویوں کا محرچہ ہے کوئی اثر نہیں

پڑا ہے۔ جدید علامتوں واستعاروں سے عبارت افسانوی ٹیکنیک بالخصوص امیجری اور شعور کا رو والی کیفیت بھی ان کے یہاں جگہ نہیں پا سکی ہے۔ مرحوم کا اسلوب جدیدیت اور نو ترقی پسند اسالیب کے مقابلے میں اس طرز فکر کا مظہر ہے جواب کلاسیکی ترقی پسند فکر کہی جائے گی۔

خصوصی مطالعہ
ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی

خالد — ایک نیا آہنگ

"خالد - ایک نیا آہنگ" خالد سے متعلق وفا راشدی کی تصنیف ہے۔ انہوں نے اس میں عبدالعزیز خالد کی سوانح، شخصیت اور شاعری کا علمی ادبی جائزہ اس انداز سے پیش کیا ہے کہ خالد کی شاعری کا نیا آہنگ نمایاں طور پر سامنے آیا ہے۔

پروفیسر حسین سحر نے خالد، شخص اور شاعر کے عنوان سے ایک کتاب ترتیب دی۔ اس زمانے میں کامل القادری نے مہارتِ خالد کے عنوان سے اپنی تصنیف پیش کی۔ وفا راشدی کی تصنیف 'خالد ایک نیا آہنگ' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں انہوں نے خالد کے سوانح اور شخصیت پیش کرنے کے بعد ان کی نعتیہ اور ملی شاعری پر بڑے معلوماتی مضامین لکھے ہیں۔ خالد کی شاعری میں عورت کا مقام، خالد کی شاعری میں 'تلمیحات'، خالد کی غزلیں، خالد کا نظریہ فن وحیات اور خالد کی شاعری میں اخلاقیات کے عنوانات قائم کئے ہیں۔ ان مضامین میں انہوں نے خالد کی شاعری پر نئے زاویے سے پیش کئے ہیں اور ان گوشوں [illegible] اگر لکھا بھی گیا تھا تو اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں لکھا گیا تھا۔ خالد ہمارے دور کے ایک عظیم شاعر ہیں۔ انہوں نے شاعری کو گل وبلبل اور عشق و محبت کی داستانوں تک محدود نہیں رکھا ہے۔ انہوں نے شاعری کے جس عمل کو دہرایا ہے اس میں ان کے علم کی وسعت، جمالیات کا ذوق، نفاست، تجربوں اور مشاہدوں کی دلکشی، اس انداز سے شامل ہے کہ وہ سب معاشرے کے بہت قریب آ گئے ہیں اور زندگی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ خالد کی شاعری کی سطح قدرے بلند ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان کے ذہن میں پہلے سے ایک معیار موجود ہے۔ اور وہ اس مخصوص معیار سے نیچے نہیں اترتے لیکن انہیں بات کو سلیقے سے کہنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ وہ انسانی نفسیات سے واقف ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی بات میں وزن ہوتا ہے۔ ان کی بات دل ودماغ پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ ان کی شاعری کی بنیادیں علم کی وسعت اور خلوص پر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں گہرائی اور گیرائی ہے۔ بعض ہیکڑ بند نقاد فرماتے ہیں وہ زود گو ہیں لیکن خالد کی شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کا کوئی شعر اس زود گوئی کے باوجود معیار سے قطعاً نہیں گرا ہے۔

خالد تو ایک ایسا شاعر ہے کہ وہ شعر کہتا ہی اس وقت ہے جب اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ وہ اس موضوع پر قلم اٹھاتا ہے جس کے بارے میں وہ گہرائی کے ساتھ جانتا ہے۔ وہ شاعری میں اتنا مخلص ہے کہ یہ چاہتا ہے کہ وہ جس موضوع پر لکھ رہا ہے اس سے متعلق ہر وہ بات جو اس کے ذہن میں ہے قاری تک منتقل کر دے۔

وفا راشدی بھی خالد کے ایک اچھے قاری ہیں۔ وفا میں اور دوسرے قاریوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ وفا نے خالد کی شاعری ہی نہیں پڑھی بلکہ خالد کو بہت قریب سے دیکھا بھی ہے۔ وہ ان سے بارہا مختلف موضوعات پر گفتگو بھی ہوئی ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ خالد علمی ادبی لحاظ سے کس معیار کے انسان ہیں۔ ان کا ماحول کیا ہے۔ شعر وہ کیوں کہتے ہیں۔ ان کے اشعار میں جو گہرائی ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ انہوں نے خالد کی شخصیت کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے خالد کی شاعری کو شخصیت سے اور شخصیت کو شاعری سے سمجھنے میں مدد لی ہے لیکن وفا کی تحریر میں کہیں کہیں شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر عقیدت کا عنصر بھی شامل ہو گیا ہے۔

پوری کتاب میں وفا راشدی کی محنت، علمی ادبی ذوق، مذہب، تاریخ اور اخلاقیات سے گہرے لگاؤ کی واضح مثالیں سامنے آئی ہیں۔ وہ خالد کے فلسفیانہ ماحول سے مانوس ہیں۔ خالد کی نجی زندگی، خالد کے مشاغل، ان کے ذہنی رجحان، ان کی لگن اور جذبوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کی

شخصیت کا احاطہ کیا ہے اور یہ شخصیت کیونکہ مکمل طور پر ان کی شاعری میں شامل ہے اس لئے خالد کی شاعری کو سمجھنا وفا کے لئے زیادہ آسان ہوگیا ہے انہوں نے خالد کی علمی ادبی شخصیت کے جو پہلو ہمارے سامنے پیش کئے ہیں ان سے عام قاری بھی لطف اٹھاتا ہے۔ خالد ایک مرد قلندر پڑھنے کے بعد قاری آسانی سے اندازہ لگا لیتا ہے کہ خالد کی شاعری کا اصل مقصد کیا ہے۔ خالد کا عشق رسول کتنی اہمیت رکھتا ہے خالد ملک اور قوم کے بارے میں کس انداز سے سوچنے کا عادی ہے خالد تاریخ سے کیا کام لیتا ہے خالد قومی، ملکی، معاشی، سماجی اور مذہبی مسائل پر کس طرح توجہ دیتا ہے اور وہ مجسم کیا ہے وہ اس انداز سے کیوں سوچتا ہے یہ ساری باتیں جب ہمارے مطالعے میں آتی ہیں اور ہم خالد کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو خالد کی شاعری چنداں مشکل نظر نہیں آتی۔ اس لحاظ سے میں یہ سوچنے میں غلط نہیں ہوں کہ وفا کی اس کتاب سے خالد کو سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔

وفا کی زبان میں سلاست، شگفتگی اور شستگی ہے وہ مشکل سے مشکل بات دلچسپ پیرائے میں بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں ان کا انداز بیان نہایت موثر ہے خشک سے خشک فلسفے کی باتوں میں وہ دلکشی پیدا کر دیتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑا فن ہے بعض لوگ فلسفیانہ گفتگو تو بڑی شاندار کرتے ہیں لیکن اس میں عام قاری کے لئے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

خالد شاعر امروز و فردا میں انہوں نے جوش، فیض، رئیس اور وزیر آغا کی آراء اس نقطۂ نظر سے دی ہیں کہ ہر مکتبۂ فکر اور ہر مدرسۂ خیال کے معتقد ارباب علم و فکر کی عدیم المثال شاعرانہ کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جا سکے لیکن میں سمجھتا ہوں یہ مثالیں کچھ جاندار نہیں خاص طور سے فیض اور جوش نے یوں ہی ایک رائے دے دی ہے اگر یہ رائیں نہ بھی دی جاتیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وزیر آغا اور رئیس کی آراء میں تجنیس ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے انہوں نے خالد کا نام ہی نہیں سنا بلکہ پڑھا بھی ہے۔

"خالد ایک نیا آہنگ" ایک ایسی تصنیف ہے جسے تنقید کے باب میں ایک اضافہ کہا جا سکتا ہے میں وفا راشدی کو قابل مبارکباد سمجھتا ہوں انہوں نے یہ کتاب لکھ کر اردو ادب میں ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔

پاکستان رائٹرز فیڈریشن

پاکستان میں مصنفین نے اپنی ایک فیڈریشن قائم کر لی ہے۔ اس فیڈریشن کے حالیہ انتخابات کے تحت ارشاد احمد بیگ چغتائی صدر، جناب نصیر آرزو جنرل سیکرٹری، ایس ایم یعقوب پبلسٹی سیکرٹری اور حنیف رضوانی، جاوید صبا، محمد انور، ساجد علی ساجد، مس سیما اور ساجدہ خانم نگار ممبرز مقرر ہوئے ہیں۔ خیال ہے کہ پاکستان رائٹرز فیڈریشن کے کنونشن کا بھی جلد ہی انتظام کیا جائے گا جس میں پاکستان کے تمام صوبوں کے مصنفین شرکت کریں گے۔

نیشنل ٹریننگ کورس

فلپائن منیلا میں ۹ مئی سے ۲۷ مئی ۱۹۷۸ء تک کتابوں کی تقسیم اور تیاری پر ایک قومی ٹریننگ کورس کا اہتمام کیا گیا۔ اس کورس میں یونیسکو نیشنل کمیشن فار فلپائن، ایشین کلچرل سنٹر فار یونیسکو، نیشنل بک ڈیولپمنٹ کونسل آف فلپائن نے اشتراک و تعاون کیا۔ منیلا کے اس ٹریننگ کورس میں غیر ملکی ماہرین کے طور پر جاپان، سری لنکا اور ہندوستان کے ایکسپرٹس نے بھی شرکت کی۔ اس ٹریننگ کورس کا آغاز دوسرے مضامین اور پیشوں جیسے نشر و اشاعت، تصنیف و تالیف اور بک سیلنگ کے امتیازی اوصاف اور خوبیوں کے موازنے سے ہوا اور پھر سارے کورس میں کتابی دنیا کے فنی، تکنیکی اور مالی پہلوؤں پر بھی بھرپور مباحث اور لیکچرز ہوئے کتابی دنیا کے دوسرے شعبے تدوین و تہذیب، بک ڈیزائننگ، کاپی رائٹ اور کتابی دنیا سے متعلق دوسرے قوانین، طباعت کے طریقے اور ذرائع کتابوں کی تقسیم اور بک سیلنگ کتابی دنیا میں انتظامی امور اور ان کا نفاذ اور اسی طرح کے دوسرے متعلقہ موضوعات زیر بحث آئے۔

چلڈرن لٹریچر سوسائٹی

ہندوستان کے صوبہ کیرالا میں چلڈرن لٹریچر سوسائٹی گزشتہ کئی سالوں سے بچوں کے ادب کی ترویج و ترقی کے لئے کام کر رہی ہے۔ ۱۹۷۸ء کے دوران میں اس سوسائٹی نے بچوں کے لٹریچر کے لئے جو کام کئے ہیں ان میں بچوں کے مصنفین کے لئے ورکشاپ، بچوں کے ادب پر ایک سیمینار، نوجوان قارئین کو مطالعے کی جانب مائل کرنے کے لئے سیمینار۔ چلڈرن لٹریچر سوسائٹی کی ایک مرکزی کمیٹی کا اجلاس اگست ۱۹۷۸ء میں ہوا اور اس کمیٹی میں بچوں کے عالمی سال ۱۹۷۹ء کے دوران بچوں کے لئے کتابیں چھاپنے کے معاملات پر بھی غور و خوض کیا گیا۔

ملفوظات شریف

جامع : حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری
ترجمہ ملفوظات : اقبال احمد فاروقی
مقدمہ و حواشی : محمد اقبال مجددی
صفحات : ۱۷۵
قیمت : ۵۰/۷ روپے
ناشر : مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور
مبصر : م ع ج

حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی بارھویں صدی ہجری کے سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ ہیں۔ گویا آپ کا عہد برِ صغیر میں ایک ابتری بھرا عہد تھا۔ سیر حلی یورشوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ شاہ صاحب ایسے حالات میں بھی تفسیر و حدیث کا سبق دیا کرتے تھے اور پھر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی نے حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے لی اور ان سے ہی بخاری شریف پڑھی۔ پھر آپ نے حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کے درس و تدریس اور مواعظ پر مشتمل متعدد کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ ان تصانیف کی تعداد قریباً دو درجن تک پہنچتی ہے۔ زیر تعارف کتاب ملفوظات شریف حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کے جمع کردہ شاہ صاحب کے وہ ملفوظات ہیں کہ جو انہوں نے اپنی زندگی میں شاہ صاحب کی صحبت میں جمع کرلئے تھے۔

ان ملفوظات کا عقیدت بھرا اردو ترجمہ جناب اقبال احمد فاروقی نے کیا ہے۔ گویا جس عقیدت و احترام سے حضرت غلام محی الدین قصوری نے وہ ملفوظات جمع کئے انہیں اسی عقیدت اور تقدس کے ساتھ ترجمہ کر دیا گیا۔

کتاب میں جناب محمد اقبال مجددی کا ایک مبسوط مقدمہ اور حواشی حضرت شاہ غلام علی اور حضرت غلام محی الدین قصوری کے بارے میں وافر معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اس کتاب میں اصل فارسی ملفوظات کا متن بھی شامل کیا گیا ہے۔

اقبال اور عالمی سیاسیات

مصنف : میاں محمد افضل
صفحات : ۱۹۷
قیمت : -/۱۵ روپے
ناشر : سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
مبصر : ماہم صحرائی

اقبال جہاں ملکی اور اندرونی سیاست کی وافر بصیرت رکھتے تھے بلکہ اس میں عملی طور پر حصہ لیتے ہیں وہاں عالمی سیاست پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ وہ جب جرمنی، انگلستان، افغانستان اور اٹلی میں جاتے ہیں تو وہ بچشم خود حالات و واقعات کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور عالمی سیاسیاتی روش کو بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کی پہلی چار دہائیوں کی ساری عالمی سیاست اقبال کے سامنے تھی۔ انہوں نے اپنا سیاسی نقطہ نظر بھی قائم کیا اور فلسفہ سیاست بھی پیش کیا۔ اقبال اپنے سیاسی فلسفے میں تمام نظام ہائے سیاسیات کو ہدف بناتے ہیں حتیٰ کہ جمہوریت کے بارے میں بھی وہ برملا کہتے ہیں کہ اس نظام کی بنیاد اس غلط مفروضے پر ہے کہ اکثریت عقل مند ہوتی ہے حالانکہ حقیقت میں یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اقبال کے ہاں ایک کامل اور ارفع معاشرے کا تصور ملتا ہے اور اس طرح کے معاشرے کی تعمیر کے وہ اسلام کو ایک لازمی شرط قرار دیتے ہیں۔

زیر تعارف کتاب میں جناب محمد افضل نے کتاب کے تیسرے باب میں تمام سیاسی نظاموں کے حوالے سے اقبال کے سیاسی فلسفے کی بڑی متانت کے ساتھ وضاحت کی ہے اور اقبال کے سیاسی شعور کو اجاگر کیا ہے۔

اقبال اور عالمی سیاسیات چھ ابواب پر مشتمل ایک اہم تصنیف ہے۔ اس سے ایک جانب تو ہمیں اقبال کی عالمی سیاست بھی نظر آتی اور اس کے محاسن و معائب کا علم ہوتا ہے اور دوسری جانب اقبال کے عہد کے سیاسی رویوں کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ اقبالیات کے حوالے سے سیاسیات کے موضوع پر میاں محمد افضل کی یہ کتاب ایک قابل قدر کوشش ہے جس کے لئے مصنف اور ناشر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اقبال کی نذر

مرتب : وحید رضا بھٹی

قیمت : درج نہیں

ناشر : گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن فارمین لاہور

تبصرہ : عاصم صحرائی

گزشتہ چند برسوں کے دوران اقبال کی ہر جہت شخصیت پہ اس قدر لکھا گیا ہے کہ اگر ان کی جو گرافی ترتیب دی جاتی تو شاید کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو سکیں۔ بعض اوقات تو ایک ہی مصنف نے کئی کئی کتابیں لکھیں اور اقبال فہمی کا دعوی کر دیا۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ اقبال پہ جو کچھ لکھا گیا وہ سب کا سب رطب و یابس تھا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ کام بہت کم سلیقے سے ہوا ہے۔ بہرحال موجودہ کتاب "اقبال کی نذر" ان لوگوں کے مضامین کا انتخاب ہے جنہوں نے کم و بیش اپنی پوری زندگی تعلیم میں صرف کی ہے۔ موجودہ کتاب میں اقبال کے تعلیمی نظریات پہ سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ بات اس لئے بھی خوش آئند ہے کہ اقبال کے تعلیمی نظریات پر بات کرنے ہوئے ان کے ذاتی تجربات بھی شامل ہو گئے ہیں اور بات محض خلا میں محدود نہیں رہی۔

جن بزرگوں کے مضامین اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

پروفیسر محمد عثمان۔ پروفیسر مختار حسین صدیقی۔ ڈاکٹر ارشاد احمد ارشد، ڈاکٹر سلیم اختر، پروفیسر صدیق جاوید، پروفیسر محمد مرزا، پروفیسر رانا محمد مسعود، اور پروفیسر فضل دین شیخ۔

جناب پروفیسر وحید عشرت صاحب نے اس کتاب کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے اور صرف اسی مواد کو شامل کتاب کیا ہے جو ان کے دائرے سے متعلق تھا۔ اس خوبصورت انتخاب پر مرتب شکریے کا مستحق ہے امید کی جاتی ہے کہ عشرت صاحب آئندہ بھی اسی لگن اور ذوق شوق سے اقبالیات پر کام کرتے رہیں گے۔

منتخب افسانے

انتخاب و مقدمہ : ڈاکٹر اعزاز نقوی

صفحات : ۲۱۶

قیمت : ۱۰/۵۰ روپے

ناشر : پنجاب ادبی مرکز، صنم بلڈنگ چوک قرطبہ، لاہور

تبصرہ نگار : زہرا اکبر

ادب میں انتخاب کا مسئلہ خاصا وقت طلب اور احتیاط کا متقاضی ہوتا ہے اور پھر تخلیق شدہ ادب میں سے انتخاب کرنا اور بھی پیچیدہ اور کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ ۱۹۷۷ء کے منتخب افسانوں کے مرتب ڈاکٹر اعزاز نقوی صاحب اس سے پیشتر ۱۹۶۳ء، ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء کے انتخاب بھی ترتیب دے چکے ہیں۔ زیر نظر انتخاب میں ڈاکٹر صاحب نے بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ ایک تشخص قائم کرنے کے لیے گیارہ افسانے پیش کئے ہیں۔ اس انتخاب کے شروع میں تقریباً بیس صفحات پر مشتمل ایک جامع اور نظریاتی نوعیت کا مقدمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

عام طور پر ادبی انتخاب میں ہوتا یوں ہے کہ مرتب بڑے بڑے ناموں کے حوالے سے لوگوں کی تخلیقات شامل کر لیتا ہے لیکن زیر تعارف انتخاب میں اس طرح کے کسی مصلحت اندازروش کو نہیں اپنایا گیا بلکہ افسانوں کا انتخاب خالصتاً فن میں ایک طرح کے تعمیری نقطۂ نظر کے تحت کیا گیا ہے۔ ادب میں یہ انداز و اسلوب یقیناً مستحسن اور قابل ستائش ہے کہ ادیب بذات خود ایک فریق کے طور پر اپنے سماج میں شامل ہو کر اپنا کردار ادا کرے۔ زیر تعارف مجموعے میں اسی جذبے کے پیش نظر احمد ندیم قاسمی، خدیجہ مستور، شکیلہ اختر، رام لعل، جیلانی بانو، مسعود مفتی، منصور قیصر، مشتاق قمر، فرخندہ لودھی، ضیاء ..... اور سائرہ ہاشمی کے افسانوں کو شامل کیا گیا ہے۔

انتخاب کے اعتبار سے یہ مجموعہ ایک قابل قدر اور وقیع مجموعہ ہے جس کی اشاعت پر مرتب اور ناشر دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔

گمنام

شاعر : قمر الدین احمد چشتی قمر

صفحات : ۲۲۴

پتا : مکان نمبر ۱، قطار نمبر ۳، بلاک ۲، سی ناظم آباد، کراچی

مبصر : ندیم ظفر

جناب قمر الدین قمر ایک گوشہ نشین شاعر ہیں۔ یوں تو وہ ایک عرصے سے شعر کہہ رہے تھے لیکن انہوں نے اپنی شاعری کو چھپوانے کا تردد نہیں کیا تھا۔ اب حال ہی میں ان کی تخلیقات کا مجموعہ بنام "گمنام" شائع ہوا ہے۔ قمر صاحب کی شاعری میں یاسیت اور الم کی کیفیت جاری و ساری ہے۔ اس کا اقرار شاعر نے خود بھی کیا ہے۔ اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ غم اور یاسیت ہی ایک دیرپا اور دائم جذبہ اور کیفیت ہوتی ہے کہ جسے ثبات میسر آتا ہے۔ قمر صاحب نے اپنے اس مجموعہ کلام میں بیسیوں نظمیں اور متعدد غزلیں شامل کی ہیں۔ اس کتاب میں چند ایک خوبصورت گیت بھی موجود ہیں مثلاً "گوری جھولے ہے بگیا میں اموا تلے"۔ یا اسی طرح کتاب کے آخری حصے میں کئی خوبصورت دوہے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ پروڈکشن کے اعتبار سے بھی کتاب خاصی خوبصورت ہے۔

چاند گرہن

مصنفہ : بیگم محمودہ بشیر

صفحات : ۳۵۴

قیمت : ۱۲ روپے

ناشر : فیروز سنز لاہور

مبصر : مریم ظفر

بیگم محمودہ شیرازی اس سے پیشتر بھی ایک ناول "منزل" لکھ چکی ہیں۔ وہ ناول کشمیر کی ایک حسینہ کی داستان تھا لیکن مصنفہ صاحبہ نے اپنے موجودہ ناول چاندگرہن میں سماجی اور معاشرتی پہلوؤں کو سمیٹا ہے۔ مجموعی طور پر چاندگرہن ایک تعمیری جذبات بھرا ناول ہے۔ مصنفہ کا انداز بیان سلیس ہے اور ناول میں روانی موجود ہے۔ کئی معاشرتی برائیوں کی اس ناول میں کرداروں کے حوالے سے بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

عکس لطیف

مصنف : آفاق صدیقی

صفحات : ۲۲۲

قیمت : ۱۸ روپے

ناشر : شاہ لطیف میموریل سوسائٹی
باغ لطیف، پرانا سکھر

مبصر : زبیدہ انجم

خطۂ سندھ میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شخصیت تصوف و سلوک اور علم و ادب کے حوالے سے ایک نہایت اہم شخصیت ہے۔ تصوف کی دنیا میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کا عہد ۱۶۸۹ء سے ۱۷۵۲ء تک کا ہے۔ برِ صغیر پاک و ہند میں تصوف کی جو لہر اس عہد سے وابستہ ہے شاہ صاحب اس کے ایک اہم رکن شمار ہوتے ہیں۔ زیرِ تعارف کتاب عکس لطیف میں جناب آفاق صدیقی نے شاہ عبداللطیف کی شخصیت اور شاعری پر روشنی ڈالی ہے۔ آفاق صاحب سندھی ادب کے ایک اہم نام ہیں اور انہوں نے نہایت عقیدت مندانہ انداز میں اس کتاب میں اپنے مضامین کو یکجا کیا ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے حیات آفریں پیام و کلام کا مجموعہ "شاہ جو رسالو" وادیٔ مہران سے بلند و بالا ہو کر ایک آفاقی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ اس طرح شاہ لطیف جو ایک آفاقی شاعر، مثالی انسان اور فقید المرتبت صوفی اور زندہ جاوید مفکر ہیں، ان کا پیغام ابدیت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب کا کلام جس عہد کا ہے اس عہد کے آلام و آشوب اور ان کا حب الوطنی کا جذبہ انہیں ایک محب وطن بزرگ کے طور پر بھی متعارف کراتا ہے۔ "شاہ جو رسالو" اصل میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کے مجموعۂ کلام اور ان کے افکار کا نام ہے۔ اسے سب سے پہلے ایک جرمن محقق ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ نے ۱۸۶۶ء میں جرمنی سے چھپوا کر شائع کیا تھا۔ اس مطبوعہ نسخہ میں ۲۶ سروں (ابواب) کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ ۱۸۹۸ء میں قاضی ابراہیم نے دس گیارہ سروں کا اضافہ کر کے اس کلیات کو بمبئی سے چھپوایا۔ قاضی صاحب کے مرتبہ اس رسالے کو ۱۹۶۱ء میں پھر طبع کیا گیا اور اسی کو آخری اور مستند اشاعت سمجھا جاتا ہے۔ "شاہ جو رسالو" میں شاہ لطیف کے تمام کلام کو سروں کے اعتبار مرتب و مدون کر کے شامل کیا گیا ہے ——— جناب آفاق صدیقی نے اپنی اس زیرِ تعارف کتاب میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کی زندگی کے ابتدائی حالات اور شاہ جو رسالو کے تعارف کے بعد قریباً قریباً ہر سُر (باب) پر بات کی ہے اور متعلقہ کہانیاں بھی بیان کر دی ہیں۔ مختصراً یہ ایک تشریحی کتاب ہے جس سے شاہ عبداللطیف کے کلام اور پیغام کو سمجھنے میں خاصی وقت دی جانی چاہیے۔

سیرالاولیا

تالیف : سید محمد بن مبارک کرمانی میر خورد

ترجمہ : غلام احمد بریاں

صفحات : ۵۰۶

قیمت : ۳۰ روپے

ناشر : الکتاب، گنج بخش روڈ، لاہور

مبصر : م ع ج

الکتاب لاہور خواجگانِ چشت کے تذکروں، ملفوظات اور صوفیانہ تصانیف چھاپنے کے لئے ایک مستند نام کے طور پر مشہور ہو چکا ہے۔ اس ادارے نے چند ہی برسوں میں تصوف کی وہ بلند پایہ تصانیف پیش کر دی ہیں کہ جن کا شمار نہایت اہم کتابوں میں ہوتا ہے۔ زیرِ تعارف کتاب "سیرالاولیا" خواجگانِ چشت کا مستند اور قدیم ترین تذکرہ ہے۔ سیرالاولیا آٹھویں صدی ہجری کی لکھی ہوئی ایک ایسی بنیادی کتاب ہے جسے مشائخ چشت کے تذکروں میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ کتاب کے دیباچے میں پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے بتایا ہے کہ :۔

"فوائد الفواد، درر نظامی اور خیر المجالس کے بعد سیرالاولیا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مشائخ چشت کے مختلف ادوار میں سے دورِ اول کی سب سے زیادہ تفصیلات اسی سیرالاولیا میں ملتی ہیں اور صوفیہ کے اکثر تذکرہ نگاروں نے اسے سند کے طور پر استعمال کیا ہے۔ فوائد الفواد اور خیر المجالس سے تقابل کیا جائے تو سیرالاولیا اپنی سادگی، سہل نویسی اور آسان پیرایۂ بیان کے اعتبار سے ان پر فائق ہے لیکن بیانات کی مضبوطی اور تقدم زمانی کے اعتبار سے سلسلہ چشتیہ کے دورِ اول کی تاریخ کے سلسلہ میں اول الذکر ماخذ اس سے زیادہ معتبر ہیں۔"

اس کی بڑی وجہ یہی دکھائی دیتی ہے کہ مؤلف

کے حوالے سے ترتیب دی ہے حتیٰ کہ اپنے ہم عصر تذکروں اور پیرانِ طریقت کے ملفوظات کو جن کی جانب تقدیم میں ذکر کیا گیا ہے سے بھی استفادہ نہیں کیا گیا۔

یہ ایک اختلافی بات ہے کہ کون کہاں کہاں سے یا کس کس تذکرے سے زیادہ استفادہ کرتا ہے یا اپنی تنقید کو سب پر فوقیت دیتا ہے۔ بہرحال سید محمد بن مبارک کرمانی کی تالیف سیر الاولیاء نہ صرف تصوف کی دنیا میں حوالے کی ایک کتاب ہے بلکہ اس میں ہندوستان میں عہد تغلق کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حالات کی بھی خبر ملتی ہے۔ سیر الاولیاء سے بعد کے مورخین اور تذکرہ نگاروں نے سیر اولیاء سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ سیر الاولیاء قلمی نسخوں کے بعد ۱۳۰۲ھ میں پہلی بار فارسی متن کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ اسی کتاب کا کیا ہوا غالباً پہلا اردو ترجمہ تقریباً ستر اسی سال پیشتر شائع ہوا تھا۔ اب اسی قدیم اردو ترجمے کو بصورت عکس مکتبہ الکتاب لاہور نے شائع کیا ہے۔

سیر الاولیاء دس ابواب پر مشتمل کتاب ہے۔ ابتدائی ابواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین سے لے کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا تذکرہ ہے۔ ان کے علاوہ تصوف کے مختلف امور پر بھی مباحث شامل ہیں۔ الکتاب کی یہ کتاب اہل تصوف کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

تحریکِ تاریخ پاکستان

مولفین : محمد احسان الحق، محمد شفیق علوی

ناشر : علمی کتاب خانہ، کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور

ضخامت : ۷۷۴ صفحات

قیمت : ۲۰ روپیہ

مبصر : ندیم ظفر

کتاب اور کتاب تحریک و تاریخ پاکستان کا دوسرا ترمیم شدہ ایڈیشن ہے۔ یہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک تحریک پاکستان اور بعد ازاں قیام پاکستان کے بعد کی تاریخ پر محیط ہے۔ مسلمانان برصغیر پاک و ہند پر تقریباً بارہ سو سال تک مسند اقتدار پر قابض رہے۔ کسی دوسری قوم کو اتنے طویل عرصے تک اس خطۂ ارض میں حکومت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ اس کی وجہ مسلمانوں کا تدبر، عالی حوصلگی، مذہبی رواداری اور فوجی برتری تھی۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں مذہبی اور گروہی تعصبات کو حائل نہ ہونے دیا۔ انہوں نے ہمیشہ اعتدال پسندانہ پالیسیاں اپنائیں اور برصغیر کو عمدہ و اعلیٰ معاشرتی ثقافتی، عدالتی اور معاشی نظام دیا۔

پہلے پہل قابل اور لائق مسلمان حکمرانوں نے اپنی سلطنتوں کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے مختلف اصلاحات کیں اور لوگوں کی خوش حالی و ترقی کے لئے بہت کام کیا لیکن بعد ازاں ان کے نااہل جانشینوں نے اپنے پیشروؤں کے دیئے ہوئے مضبوط نظام سلطنت کی پرواہ کی اور نہ ہی عوام کی بہتری کے لئے کوئی کوششیں کیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندو اور انگریز جو مسلمانوں سے تعصب رکھتے تھے انہوں نے بغاوتیں شروع کر دیں اور آخرکار انگریز برصغیر پاک و ہند پہ قابض ہو گئے۔ اس طرح مؤلفین نے جنگ آزادی سے لے کر قیام پاکستان تک مسلمانوں کی اس عظیم الشان تحریک کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے جس میں آٹھ ابواب قیام پاکستان سے پہلے کی تاریخ ہے۔ نواں باب مسلمان اکابرین کی زندگیوں کا احاطہ کرتا ہے اور باقی تین ابواب قیام پاکستان سے بعد کے حالات کا مفصل خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ کتاب کے آغاز سے آخر تک جائزہ اختصار سے پیش کیا ہے۔

گئے گواچے سکھ

مصنف : عابد جعفری

ناشر : پنجابی ادارہ این۔ای ۹۳۴ ڈھوک فرمان علی۔ چک لالہ روڈ۔ راولپنڈی

قیمت : دس روپے

مبصر : ادارہ

عابد جعفری پنجابی زبان کے ادبی حلقوں میں ایک جانا پہچانا نام ہے جسے دیگر شعرائے جدید کے دوش بدوش پنجابی ادبی تاریخ میں برابر کی اہمیت دی گئی ہے "گئے گواچے سکھ" عابد جعفری کے مختصر کلام کا ایک صاف ستھرا مجموعہ ہے جس میں عابد صاحب نے فکر و احساس کے حسن کو بڑے رچاؤ سے بروئے کار لایا ہے۔ عابد جعفری کی شاعری بقول ابتدائیہ نگار، ماجد صدیقی "بیٹے کے گھونسلے یا مکڑی کے جالے سے مشابہ ہے جس کی فطری موزونیت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ کلام کے مطالعے سے عابد جعفری ہمیں تازہ رومانی روایات اور قدیم صوفیانہ احساسات سے بہرہ مند شاعر نظر آتا ہے اور یہ کہنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ عابد جعفری کی پنجابی شاعری، ایک ایسا ذائقہ اور ایک ایسا پہلو رکھتی ہے جس کی ضرورت ہمیشہ سے پنجابی شاعری کو رہی ہے اور جو ضرورت عابد جعفری جیسے بہت ہی کم شعراء پوری کرتے ہیں۔ مجموعہ درآمد شدہ کاغذ پر چھپا ہے اور ہر لحاظ سے طباعتی حسن کا ایک دلکش مرقع ہے۔

نقشِ دل پذیر

مغربی دنیا کے اُردو دانوں اور مغرب میں اردو کے طالب علموں کے لئے ڈاکٹر عبدالرحمٰن بارکر کا نام محتاج تعارف نہیں۔ انہوں نے امریکہ میں اردو کی تدریس اور ترویج و اشاعت کے لئے بہت کام کیا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں ان کا انتہائی جانفشانی اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہوا بنیادی اردو کورس تین جلدوں میں کینیڈا سے شائع ہوا تھا۔ اس کورس کو امریکہ کی اکثر یونیورسٹیوں میں پذیرائی حاصل ہوئی اور جلد ہی سپوکن لینگویج سروسز نیویارک کی طرف سے اس کے ارزاں پیپر بیک ایڈیشن بھی بازار میں آ گئے۔

ڈاکٹر بارکر کا دوسرا کارنامہ اردو کی اخباری زبان کا ریڈر اور الفاظ شماری کی اشاعت تھا۔ امریکہ میں اردو نثر پر چونکہ ڈاکٹر نارنگ اور سی ایم نعیم بھی کام کر رہے تھے چنانچہ حالیہ برسوں میں ڈاکٹر بارکر نے اردو نظم کو اپنی تحقیق و جستجو کا میدان بنایا اور ۱۹۷۷ء میں نقش دلپذیر کے نام سے کلاسیکی اردو شاعری کا ایک جامع مطالعہ چھپ کر سامنے آیا۔ یہ کتاب مغربی ممالک میں اردو کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے مرتب کی گئی ہے اور اس میں محمد قلی قطب شاہ سے لے کر علامہ اقبال تک ۴۴ شاعروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

نقش دلپذیر کا دکنی حصہ بالخصوص قابلِ توجہ ہے کیونکہ انگریزی زبان میں یہ دکنی نظم کا پہلا مربوط و منظم جائزہ ہے۔ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں اردو متن دیا گیا ہے دوسری میں اس کا انگریزی ترجمہ اور تشریحات ہیں اور تیسری جلد میں تمام مشکل الفاظ کے معنی ابجدی ترتیب میں دے دیئے ہیں۔ گویا تیسری جلد ایک طرح کی لغت کا کام بھی دیتی ہے اور اس لحاظ سے اس لغت کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کہ بعض انتہائی غیر مانوس دکنی الفاظ کی

FREQUENCY COUNT کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ کتاب میں عروض پر ایک مفصل باب موجود ہے جس میں عروض کی تمام تر پیچیدگیوں کو انتہائی سہل اور موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اقلیدس کے اصولوں کو بنیاد کرتے ہوئے جدید لسانیاتی علوم — بالخصوص صوتیات سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ مختلف بحروں کے ارکان کو صوتیوں اور مصوتوں میں تقسیم کرکے نظامِ عروض کی افہام و تفہیم میں ایک نئی جہت کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

جہاں تک ترجمے کے معیار کا تعلق ہے ڈاکٹر بارکر خود اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا بنیادی مقصد اعلیٰ ادبی ترجمے سے زیادہ "لفظی ترجمہ" تھا تاکہ مغربی قاری اردو شاعری کے صحیح مزاج سے آشنا ہو سکیں۔ جہاں جہاں پس منظر واضح کرنے کی ضرورت پڑی ہے ڈاکٹر بارکر نے اس کی طرف پوری توجہ دی ہے۔ کتاب کے ابتدائیے میں مولف نے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ پاک و ہند میں مسلم کلچر کے ارتقاء کی تاریخ سے واقفیت حاصل کئے بغیر اردو نظم کا تاریخی مطالعہ ممکن نہیں۔ اس غرض سے مولف نے متعلقہ موضوع پر موجود کتابوں کی فہرست بھی قارئین کے استفادے کے لئے دی ہے۔ اردو متن کی کتابت لاہور میں ہوئی ہے اور انتہائی اعلیٰ معیار کی ہے۔ طباعت کا معیار ڈاکٹر بارکر کی سابق کتابوں کی طرح بہت عمدہ ہے کتاب پر قیمت درج نہیں تاہم تبصرہ نگار کو یہ ۲۶ ڈالر میں میسر ہوئی اور بڑی تقطیع کے ۱۴۰۰ صفحات پر مشتمل تین جلدوں کے لئے یہ قیمت زیادہ نہیں۔ اس کتاب کو سپوکن لینگویج سروسز اتھیکا، نیویارک نے شائع کیا ہے۔

جدید بینک کاری

ناشر : علمی کتاب خانہ، کبیر سٹریٹ اُردو بازار۔ لاہور

قیمت : ۱۲/۵۰

ضخامت : ۲۲۴ صفحات

مبصر : ندیم ظفر

آج کے معاشی دور میں جب کہ انسان اپنی اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کی سعی کر رہا ہے اور اس سعی میں بنک اس کے لئے اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کاروباری اور غیر کاروباری حضرات کے لئے اپنے سرمایہ کے تحفظ کے لئے اور کاروباری کاموں کے لئے قرضہ جات کے حصول کے لئے اسے کسی ایسے ادارے کی ضرورت ہے جو ایک طرف تو اس کے سرمائے کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اسے منافع بھی دے اور دوسری طرف اسے ضرورت پڑنے پر مناسب شرحِ سود پر بھی قرضہ مل سکے۔ انسان کی انہی ضروریات کے پیشِ نظر بنکوں کا قیام عمل میں آیا۔ زیرِ نظر کتاب میں بنکوں کی تاریخ، مفہوم، فرائض اور ان کے طریقِ کار کے متعلق بہت ہی مفید اور عمدہ معلومات دی گئی ہیں۔

ہمارا ملک دیگر ترقی یافتہ ممالک کی نسبت بہت پسماندہ ہے یہاں معیارِ تعلیم بھی بلند نہیں ہے۔ اگرچہ دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی تعلیم اور بالخصوص فنی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی جا رہی ہے لیکن ابھی تک تکنیکی شعبوں میں تعلیم یافتہ افراد کی بہت کمی ہے۔ پچھلے چند سالوں میں میڈیکل، انجینئرنگ کے شعبوں میں بیشتر افراد نے دلچسپی کا اظہار کیا ہے لیکن کامرس کی تعلیم کا رجحان ابھی تک بہت سست ہے۔ اس کا اندازہ پاکستان میں مختلف موضوعات پر چھپنے والی کتابوں سے کیا جا سکتا ہے کیونکہ کامرس کے موضوع پر کتابوں کا ابھی تک خاصا قحط ہے۔

زیرِ نظر کتاب مولفین نے خاصی محنت سے لکھی ہے

دوسری طرف عام کاروباری وغیر کاروباری افراد کی دلچسپی کو بھی۔ کتاب کی ترتیب و تدوین میں سادہ اور عام فہم زبان استعمال کی گئی ہے۔ کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ کتاب پاکستان کے نظام بینک کاری کی وضاحت اور تشریح کرتی ہے۔ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب نظام بینک کاری کے کسی نہ کسی شعبے کی وضاحت کرتا ہے۔ کتاب بینک کے مفہوم، بینکوں کی اقسام، اکاؤنٹس کھولنے اکاؤنٹس کی اقسام سے لے کر قرضہ جات کے حصول اور ملکی معیشت میں بینکوں کے کردار تک ہر قسم کی معلومات مہیا کرتی ہے۔ المختصر کتاب وافر معلومات کی حامل ہے۔

اصُول تجارت

مولف : میاں علی حسن مظفر
ناشر : علمی کتاب خانہ، کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور
ضخامت : ۲۸۰ صفحات
قیمت : ۱۲/۵۰ روپے
مبصر : ندیم ظفر

زیر نظر کتاب علی حسن مظفر کی بلاشبہ اصول تجارت پر بہت عمدہ کاوش ہے کیونکہ آج تک تجارت کے موضوع پر جتنی بھی مفید کتابیں ملتی ہیں وہ انگریزی زبان میں لکھی ہوتی ہیں یا وہ بیرونی ممالک سے درآمد شدہ ہوتی ہیں۔ پچھلے چند سالوں میں اگرچہ پاکستان میں بھی اس موضوع پر اردو میں چند ایک کتابیں چھپی ہیں مگر ان میں معلومات ناقص ہوتی ہیں یا تجارت کی اصطلاحات کو صحیح طریقے سے بیان نہیں کیا ہوتا۔ ہمارے ہاں کامرس کے شعبے میں طلباء کی عدم دلچسپی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کو معیاری کتب قومی زبان میں مہیا نہیں ہوتیں۔

کیا ہے۔

زیر نظر کتاب ڈسی کام کے سلیبس کو احاطہ کرتی ہے اس کے علاوہ عام کاروبار سے متعلق حضرات کے لئے بھی خاصی معلومات مہیا کرتی ہے۔ پاکستان میں فنی تعلیم کے سلسلے میں طلباء میڈیکل، انجنیئرنگ کے بعد کامرس کی تعلیم کو ہی اپناتے ہیں اور یہ بات خوش آئند ہے کیونکہ کامرس کے طلباء کی ابھی تک خاصی کمی ہے۔ آج کے اس معاشی دور میں ہمیں ہر شعبے میں خود کفیل ہونا ہے اور یہ تب ہی ممکن ہوگا جب ہمارے ہاں ایسے ماہرین معاشیات ہوں گے جو بہتر منصوبہ بندی کر سکیں اور ملکی کاروبار اور اندرونی اور بیرونی تجارت کو فروغ دے سکیں۔ اس لئے اس شعبے میں یہ کتاب ایک پیش رفت ہے اور ابھی بہت سی توقعات باقی ہیں۔

زیر نظر کتاب ۲۴ ابواب پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے تجارت کے بہت اہم اور قابل عمل اصول بیان کئے ہیں جو نہ صرف طلباء بلکہ عام دوکاندار حضرات کے لئے بھی بے حد مفید و ممد ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت کے لئے علمی کتاب خانہ کی خدمات بھی قابل ستائش ہیں جنہوں نے اس اہم موضوع پر کتابوں کی طباعت و اشاعت کا انتظام کیا ہے۔

پنویت

مرتب : بشیر احمد گورایا
معاونین : اعزازی، یونس احقر، چوہدری احمد علی
پتا : اقدس پبلی کیشنز چوک اردو بازار، لاہور
قیمت فی پرچہ : تین روپے

پاکستان کی قومی زبانوں میں اخبارات اور رسائل کی ہمہ وقت گنجائش اور ضرورت رہی ہے۔ جہاں تک پنجابی زبان کا تعلق ہے اس سلسلے میں گاہے بگاہے کوششیں ہوتی رہتی ہیں لیکن پھر اس طرح سے ایک بار جاری ہونے والے پرچے کو بحال رکھنا قدرے دشوار ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لامحالہ وہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے تاہم پنجابی کے پرستار بدستور ایسی کوششیں جاری رکھتے ہیں۔ اب حال ہی میں اقدس پبلی کیشنز اردو بازار لاہور کے تحت جناب بشیر گورایا نے کتابی لڑی میں "پنویت" جاری کیا ہے۔ پنویت کے ابتدائی [illegible] شماروں کے مضامین سے یہ احساس ابھرتا ہے کہ یہ پنجابی کا ایک نمائندہ پرچہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ہماری [illegible] ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہے اور پنجابی علم و ادب بھی فروغ پاتا رہے۔

ـــے بک ٹریڈ ڈائریکٹری

میانوالی کی کتابی دُنیا

ناشرین اور بک سیلرز کے کوائف

مرتب : عبدالغفور قریشی

ادبی دنیا بک سیلرز اینڈ اسٹیشنرز

مالک : نور محمد

قائم شدہ : ۱۹۴۷ء

تخصیص کتب : درسی علمی ادبی دینی اسٹیشنری وغیرہ

پتا : مین بازار میانوالی

اسلامی کتب خانہ بک سیلرز اینڈ اسٹیشنرز

مالک : عبدالمجید

قائم شدہ : ۱۹۴۷ء

تخصیص کتب : درسی علمی دینی ادبی اسٹیشنری وغیرہ

پتا : مین بازار میانوالی

حبیب بک ڈپو بک سیلرز اینڈ اسٹیشنرز

مالک : حبیب الرحمان

قائم شدہ : ۱۹۶۰ء

تخصیص کتب : درسی علمی ادبی دینی اسٹیشنری

وغیرہ۔

پتا : مین بازار میانوالی

ریلوے بک سٹال

مالک : خان زمان خان

قائم شدہ : ۱۹۶۳ء

تخصیص کتب : رسائل و جرائد کتب ہر قسم

پتا : ریلوے اسٹیشن میانوالی

فیاض بک ڈپو بک سیلرز اینڈ اسٹیشنرز

مالک : محمد فیاض حسین

قائم شدہ : ۱۹۷۶ء

تخصیص کتب : درسی علمی دینی کتب و اسٹیشنری وغیرہ

پتا : مین بازار میانوالی

مجید بک ڈپو

مالک : شیخ عبدالمجید

قائم شدہ : ۱۹۶۵ء

تخصیص کتب : درسی علمی ادبی دینی کتب

اسٹیشنری وغیرہ۔

پتا : کچہری روڈ میانوالی

نفیس بک ڈپو بک سیلرز اینڈ اسٹیشنرز

مالک : محمد لطیف

قائم شدہ : ۱۹۶۲ء

تخصیص کتب : درسی علمی دینی کتب اسٹیشنری وغیرہ۔

پتا : مین بازار میانوالی

نیازی نیوز ایجنسی

مالک : عبدالحمید خان

قائم شدہ : ۱۹۵۶ء

تخصیص کتب : اخبارات و رسائل ادبی کتب۔

پتا : کچہری روڈ میانوالی۔

مکتوباتِ نبوی / مولانا سید محبوب رضوی / ۲۷۱ ص / ۱۰ روپے / ادارہ اشاعت اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

شہپارۂ عہد نبوی / راجہ محمد شریف / ۲۴۴ ص / ۱۶ روپے / زاہد اکیڈمی ۱۷۔ ۷ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کالونی چوہرآباد۔

ابدالیہ / مولانا یعقوب چرخی / محمد نذیر رانجھا نوشاہی / ۴۰ ص / ۵ روپے / اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۴۔ این سمن آباد۔ لاہور

تعارف قرآن / حافظ قاری فیوض الرحمان / ۸۰ ص / ڈیڑھ روپیہ / پاکستان بک سنٹر، لاہور۔

آدم اللغات / حاجی ٹی ٹی / ۲۹۲ ص / ۱۲ روپے / سیٹھ آدم جی عبداللہ پبلشرز، نولکھا بازار، لاہور

تذکرہ غوثیہ / مولوی شاہ گل حسن / ۵۰۸ ص / ۲۰ روپے / سیٹھ آدم جی عبداللہ لاہور

سٹوڈنٹس ڈکشنری / حاجی ٹی ٹی / ۵۶۵ ص / ۲۲ روپے / سیٹھ آدم جی عبداللہ لاہور۔

مجربات وارثی / صوفی وارثی / ۱۶۰ ص / ڈیڑھ روپیہ / سیٹھ آدم جی عبداللہ لاہور۔

کلید باغبانی / عبداللہ الاثری / ۲۵۰ ص / ۶ روپے / سیٹھ آدم جی عبداللہ لاہور

ٹریکٹر گائیڈ / ہری چندر نند / ۶۰۸ ص / ۱۵ روپے / سیٹھ آدم جی عبداللہ لاہور

مکینیکل انجینئر / چوہدری کریم بخش سندھو / ۳۲۰ ص / ۱۰ روپے / سیٹھ آدم جی عبداللہ۔ لاہور

بلڈنگ کنسٹرکشن / عبدالرشید / ۱۷۶ ص / ۶ روپے / سیٹھ آدم جی عبداللہ لاہور۔

تعارف / شریف منور / ۱۰ روپے / کاروان پبلی کیشنز۔ ۱۲۹ مانک جی سٹریٹ گارڈن ایسٹ کراچی۔

موج سرخ تشنگی / حالات تشنہ / ۱۵ روپے / ایوان ادب ۴۔ سی محمد علی سوسائٹی کراچی۔

عقائد اہل سنت / مولانا مشتاق احمد نظامی / ۱۲ روپے / مکتبہ فریدیہ جناح روڈ۔ ساہیوال۔

رحمان بابا / ترجمہ خاطر غزنوی بخاری، رضا ہمدانی / ۱۶۰ ص / ۱۲ روپے / لوک ورثے کا قومی ادارہ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۲۴، اسلام آباد۔

غم کدہ خیام / ترجمہ آغا شاعر قزلباش / ۱۱۲ ص / ۱۶ روپے / قزلباشان پوسٹ بکس نمبر ۷۰۰۹، صدر کراچی۔

گواہ / اعجاز راہی / ۹۶ ص / ۱۰ روپے / عوامی دارالاشاعت زنبیلہ کراچی۔

سورج کی آنکھ / اعجاز فاروقی / ۱۵۰ ص / ۲۵ روپے / سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور۔

داغ داغ دل / دل نواز دل / ۱۹۰ ص / ۲۰ روپے / التحریر اردو بازار لاہور

گمنام / قمر الدین احمد حشیشی قمر / ۲۲۴ ص / مکان نمبر ا، قطار نمبر ۳ بلاک ۲ سی ناظم آباد کراچی۔

شب چراغ / واصف علی واصف / ۲۴۲ ص / ۳۰ روپے / کاشف پبلی کیشنز ۶۰۔ نابھہ روڈ۔ لاہور

عکس لطیف / آفاق صدیقی / ۲۳۲ ص / ۱۸ روپے / شاہ لطیف میموریل سوسائٹی۔ باغ لطیف پرانا سکھر۔

آفتاب ولایت / پروفیسر فیاض کاوش / ۲۴۰ ص / ۲۵ روپے / مکتبہ ولزنیہ نزد نیو بیاقت اسکول، لال چند باغ کالونی۔ میرپور خاص۔

یا حبیب / صادق الخیری / ۲۴۴ ص / ۲۱ روپے / شہناز بک کلب، پوسٹ بکس نمبر ۲۹۹۱۔ کراچی۔

یہ انسان / ماجد صدیقی / ۱۲۸ ص / ۲۰ روپے / اپنا ادارہ این۔ ای $\frac{۴۲۹}{۲۹۹}$ ا ے ڈھوک فرمان علی چکلالہ روڈ راولپنڈی۔

صورت احوال آنکہ / ماجد صدیقی / ۱۰۴ ص / ۲۰ روپے / اپنا ادارہ چکلالہ روڈ۔ راولپنڈی۔

میں سکے مانی دیج آن / ماجد صدیقی / ۵۰ روپے / اپنا ادارہ چکلالہ

روڈ۔ راولپنڈی۔

چلیں شاہراہ ترقی پر / عبدالرؤف ملک / ۲۰۹ ص / پیپلز پبلشنگ ہاؤس لاہور

تصوف اسلام / مختار احمد ڈیسوی / ۱۱۲ ص / ۲ روپے / آزاد بک ڈپو صدر بازار حیدرآباد سندھ۔

دعوت اسلامی / مولانا وصی مظہر ندوی / ۱۱۲ ص / ۴/۵۰ / مکتبہ صلائے عام ۱۱۲/۲۰۲ جیل روڈ حیدرآباد سندھ۔

شہر آشنا / سرور مجاز / ۱۰ روپے / فنون پبلشرز لاہور۔

غبار قفس / عبدالعزیز خالد / ۴۰ روپے / خالد اکادمی کراچی

پہلی اڑان / نسیم سحر / ۹ روپے / شاخسار پبلشرز اسلام آباد

ذکر واردوں / ماطر ہاشمی / ۱۲ روپے / احسان پبلی کیشنز لاہور

سیل آب / سعید احمد اختر / ۱۶ روپے / نیا مکتبہ پشاور

عہد سلاطین دہلی / صلاح الدین ناسک / ۲۴۵ ص / ۱۵ روپے / عزیز پبلشرز اردو بازار لاہور

محمد علی / محمد قوم اعتصامی / ۱۲ روپے / مکتبہ ندائے ملت لاہور

تریپورہ سکے افسانے / مرتب سہراب اسلم / ۶ روپے / لوک رائٹنگ پبلی کیشنز لاہور

میٹھو میاں / پروفیسر مجتبیٰ حسین / ۲۴ روپے / پاک پبلشرز لمیٹڈ صدر کراچی۔۳

سنگ آوارہ / نذر الحق محمود / ۲۳۰ ص / ۱۴ روپے / اسلامک بک سروس ۲۴ اردو بازار۔ لاہور

اقبال اور برصغیر کی تحریک آزادی / پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض / ۱۰۷ ص / ۷ روپے آئینہ ادب چوک انار کلی لاہور۔

شہر حسن / اصغر حسین نیئر لدھیانوی / ۶۰ ص / ۱۲/۵۰ روپے / رضا پبلی کیشنز ریتی بازار داتا صاحب لاہور۔

مضامین آزاد / ابوالکلام آزاد / ۲۶۴ ص / ۱۰/۵۰ روپے / داتا پبلشرز ۲۴ ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ۔ لاہور

مسئلہ خلافت / ابوالکلام آزاد / ۲۳۹ ص / ۱۲/۵۰ روپے / داتا پبلشرز لاہور

مسلمان عورت / ابوالکلام آزاد / ۲۴۰ ص / ۱۰ روپے / داتا پبلشرز لاہور

تاریخ مسلمانان / پروفیسر محمد شریف علوی، پروفیسر احسان الحق / ۴۰۰ ص / ۲۰ روپے / علمی کتاب خانہ کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور

تحریک و تاریخ پاکستان / محمد احسان الحق، محمد شفیع علوی / ۴۷۶ ص / ۲۰ روپے

جدید بینک کاری / ٹی ایم پوسٹ، علی حسن منظور / ۲۲۲ ص / ۱۲/۵۰ روپے علمی کتاب خانہ لاہور۔

اصول تجارت / میاں علی حسن منظور / ۲۰۰ ص / ۱۲/۵۰ روپے / علمی کتاب خانہ لاہور

حل المشکلات / مولانا منیر احمد زبیری / ۶ روپے / رابعہ بک ہاؤس گنج بخش مارکیٹ، انارکلی لاہور

کون آف وائف / رفیق احمد خان گلگشت / ۵۰ روپے / لاہور لائرز لٹریری فورم، لاہور

علوم القرآن / ڈاکٹر صبحی صالح / پروفیسر غلام احمد حریری / ۴۰۸ ص / ۳۶ روپے / ملک سنز پبلشرز، کارخانہ بازار، فیصل آباد

سیرالاولیا / سید محمد بن مبارک کرمانی / غلام احمد بریاں / ۵۰۶ ص / ۳۰ روپے / الکتاب گنج بخش روڈ۔ لاہور

رسالہ غوث الاعظم مع شرح و جواہر العشاق / خواجہ بندہ نواز گیسو دراز / مولوی احمد حسین خان / ۳۵۲ ص / ۱۵ روپے / الکتاب گنج بخش روڈ۔ لاہور

کلیات بیدل / میرزا عبدالقادر بیدل / ۴۹۶ ص / ۴۵ روپے / الکتاب گنج بخش روڈ۔ لاہور

حسن تمنا / شاکر نظامی / ۲۴۰ ص / ۱۵ روپے / ندیم پبلی کیشنز، نظام جمہوریت سٹریٹ رحمان پورہ سرگودھا۔

تعلیمی مقالات / ڈاکٹر اصغر علی شیخ / ۲۳۶ ص / ۱۲ روپے / ویسٹ پاکستان پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور۔

عہد نبوی کا نظام تعلیم / غلام عابد خان / ۱۲۸ ص / ۲۵/۸ روپے / عوامی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔

مقدوم حسین / صابر حسین / ۲۲ ص / ۳۰۹۱ گوٹلہ فیصل بانان سٹ دی پیر کریم پورہ پشاور۔

معارج النبوت / ملا معین الواعظ الکاشفی / اقبال احمد فاروقی / مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور۔

نیتا حلم / محمد اعظم چشتی / ۱۹۲ ص / ۱۳/۵۰ روپے / مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور

الامتیاز من الحقیقت والمجاز / محمد نبی بخش حلوائی / ۱۴۴ ص / ۹ روپے /

با نچ فدک شیعہ سنی نظریات / ۲۴۸ ص / ۹ روپے / مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور

معارف امام ربانی / مولانا عبدالحکیم شاہجہانپوری / ۶۰۰ ص / ۱۵ روپے / مکتبہ نبویہ لاہور۔

فدائے رسول / محمد اعظم چشتی / ۲۴۴ ص / ۷/۵۰ روپے / مکتبہ نبویہ لاہور

فتاویٰ رضویہ / اعلیٰحضرت بریلوی / ۸۰۰ ص / ۲۵ روپے / مکتبہ نبویہ لاہور

دی سٹوری آف صحابہ (انگریزی) / مولانا محمد زکریا / اسلامک بک سروس اردو بازار لاہور

دی ریلیا میزات آف اسلام / ایس خدا بخش / ۵ ۹ روپے / اسلامک بک سروس اردو بازار۔ لاہور

ہاؤسٹ فری بکینگ / ڈاکٹر محمد عزیز / ۵ ۹ روپے / ماتل بک کمپنی ۲۴۲ صدر کوآپریٹو مارکیٹ عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

روٹی کپڑا اور مکان / کرشن چندر / ۹ روپے / چودھری اکیڈمی ۲۱۴ فواتورین چیمبرز گلپت روڈ۔ لاہور

میں انتظار کروں گا / کرشن چندر / ۹ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

کتاب کا کفن / کرشن چندر / ۱۰ روپے / چودھری اکیڈمی۔ لاہور

کرشن چندر کے بہترین افسانے / کرشن چندر / ۱۲ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

تلخیاں / ساحر لدھیانوی / ۶ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

آؤ کوئی خواب بنیں / ساحر لدھیانوی / ۹ روپے / چودھری اکیڈمی۔ لاہور

ساحر اور اس کی شاعری / ۷ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

تین عورتیں / سعادت حسن منٹو / ۸ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

یزید / سعادت حسن منٹو / ۷ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

خرابات / عبدالحمید عدم / ۱۵ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

چارہ درد / عبدالحمید عدم / ۱۰ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

چاک پیراہن / عبدالحمید عدم / ۱۵ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

پچھلے پہر / جاں نثار اختر / ۸ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

ہاؤسنگ سوسائٹی / قرۃ العین حیدر / ۹ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

تین پیسے کی چھوکری / قاضی عبدالغفار / ۹ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

یادوں کی برات / جوش ملیح آبادی / ۶۰ روپے / چودھری اکیڈمی لاہور

پاکستانی بازار باغبان پورہ لاہور

یادوں کے نیچے بہتے سویرے / عزیز انجم حیدر / ۱۱۲ ص / ۱۵ روپے / آئینہ ادب چوک اردو بازار لاہور

جاگو چاند / سلیم فاروقی / ۱۱۲ ص / ۱۰ روپے / مسلم ورلڈ پبلی کیشنز بی ۸۰۰ بلاک ۲۔ نارتھ ناظم آباد۔ کراچی

گردے کی سرگزشت / ترجمہ محمد علی صدیقی / ۱۲۴ ص / ۱۲ روپے / ادارہ عصر نو ۲۴۔ ہمایوں کالونی کراچی ۱۸

مصطلحات علوم و فنون عربیہ / محمد الدین غازی اجمیری / ۳۵۶ ص / انجمن ترقی اردو پاکستان، بابائے اردو روڈ۔ کراچی ۱

مظہر العقائد / مولانا شاہ محمد مظہر اللہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود / ۱۰۴ ص / ۲/۵۰ روپے / مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ۔ سیالکوٹ

انوار البشارۃ / سید شاہ تراب الحق قادری / ۱۲۸ ص / مکتبہ رضویہ فیروز سٹریٹ۔ گاڑی کھاتہ کراچی

بابا فرید الدین مسعود شکر گنج (انگریزی) جعفر قاسمی / ۶۲ ص / ۹ روپے / اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۵۲ سمن آباد لاہور

بابا فرید الدین مسعود شکر گنج (اردو) جعفر قاسمی، طاہر اسعدی / ۹ روپے / اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور

پاکستان کی خارجہ پالیسی / ہمایوں ادیب / ۲۳۶ ص / ۱۰ روپے / عزیز پبلشرز چوک اردو بازار لاہور

نہرو دور کی یادیں / ایم او متھائی : نذیر حق / ۲۴۶ ص / ۲۵ روپے / پبلشرز چوک اردو بازار لاہور

ٹیلی ویژن سروسنگ گائیڈ / محمد علی انجم / ۴۸ ص / ۲۰ روپے / ابن منذر ناشر فنی و تکنیکی کتب ۲۳۶ رحمان پورہ لاہور

البم / فارغ بخاری / ۱۴۰ ص / ۱۲ روپے / فرزن پبلشرز ۲۵ رائل پارک

غزلیہ / فارغ بخاری / ۷۲ ص / ۱۰ روپے / دار الاشاعت ادارہ (سرحد) بدھائی پشاور

فتنۂ انکار ختم نبوت / مرزا محمد حسین / ۲۰۰ ص / ۱۵ روپے / شیخ محمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور۔

تبلیغ و تربیت دین کے پانچ اصول / محمد یحییٰ، عزیز میر محمدی / ۸۰

اُردو ایم اے سنہ ۱۹۷۹-۸۰ء

امتحان ایم اے اُردو کی تیاری کے لئے ساتوں پرچوں کے لئے درج ذیل
کتابیں موجود ہیں نئے ایڈیشن چھپ رہے ہیں۔

			قیمت
۱- پرچہ اول (اُردو میں قصہ نگاری کا ارتقاء)	از پروفیسر محمد ارشد کیانی ایم اے	قیمت	۳۲ ـــــ ۰
۲- پرچہ دوم (اُردو میں شاعری کا ارتقاء)	از پروفیسر جمیل احمد انجم ایم اے	〃	۱۵ ـــــ ۰
۳- پرچہ سوم (تاریخ زبان و ادب اُردو)	از پروفیسر جمیل احمد انجم ایم اے	〃	۱۸ ـــــ ۰
۴- پرچہ چہارم (اُردو میں جدید نثر نگاری کا ارتقاء)	از پروفیسر محمد ارشد کیانی ایم اے	〃	۱۵ ـــــ ۰
۵- پرچہ پنجم (اُردو میں تنقید نگاری)	از پروفیسر احسان الحق ایم اے	〃	۲۴ ـــــ ۰
۶- پرچہ ششم (اقبالیات کا مطالعہ خصوصی)	از پروفیسر جلیل نقوی ایم اے	〃	۱۸ ـــــ ۰
۷- پرچہ ہفتم (مضمون نگاری)	از پروفیسر احسان الحق ایم اے	〃	۱۵ ـــــ ۰

ان کتابوں کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کا پہلا ایڈیشن توقع سے پہلے ختم ہو گیا
اب دوسرا ایڈیشن ایک نئے منصوبے کے تحت زیادہ مفید شکل میں بطرز نو تیار ہو کر عنقریب مارکیٹ
میں آرہا ہے جو درج ذیل خصوصیات کا حامل ہے۔

- اختصار و جامعیت پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ غیر ضروری تفاصیل چھوڑ دی ہیں
- ۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۹۷۷ء کے امتحانی پرچوں کو پیش نظر رکھ کر مضمون وار ترتیب دے کر سوالاً جواباً تحریر کیا گیا ہے۔
- بار بار آنے والے سوالوں کی تکرار اور یکسانیت کی وضاحت کے لئے تشریحی نوٹ لکھ کر سوالات کی توضیح کر دی گئی ہے۔
- مصنفین اور کتب جن سے استفادہ کیا گیا ہے کی فہرست اور اشاریہ ہر کتاب کے شروع میں لگا دیئے گئے ہیں ـــ

اس ایڈیشن میں مندرجہ ذیل اضافے کئے گئے ہیں جن پر سوالات پوچھے گئے ہیں

مولانا آزاد کی نیرنگ خیال، شبلی کی سیرت النبی، فورٹ ولیم کالج،
کلام اقبال میں سے جستہ جستہ نظم یا دو کی تشریح

علمی کتاب خانہ، کبیر سٹریٹ اُردو بازار لاہور

دنیا کی بہترین کہانیوں کا انتخاب
سب رنگ
ڈائجسٹ
کراچی